مَدینہ کے تاریخی مقامات کا تفصیلی تعارف رنگین تصاویر اور نقشوں کے ساتھ

مؤلف / مولانا ارسلان بن اختر حفظہ اللہ

نام کتاب : مدینہ کے تاریخی مقامات
مؤلف : مولانا ارسلان بن اختر حفظہ اللہ
منتظم اعلیٰ : مولانا ابودانیال نقاش
مطبع : میسرز، احباب پریس
سن طباعت : دسمبر 2014ء
آرٹ ڈائریکٹر : نوشاد اختر
گرافک ڈیزائنرز : محمد نعیم احمد، رضوان شیخ، محمود بلال
کمپوزنگ : محمد نسیم خان، نصیب احمد، محمد اسامہ
انچارج پروف ریڈر : حافظ مولانا عامر

ملنے کے پتے

کراچی: مکتبہ ارسلان قرآن محل مارکیٹ، دکان نمبر 6 اردو بازار :0333-2103655 ، مکتبہ عمر فاروق 34594144 بیت الکتب گلشن اقبال نمبر 2، 34975024
مکتبہ القرآن 34856701 علمی کتاب گھر اردو بازار، 32624097 نور القرآن، اردو بازار۔ :0321-9256753

حیدر آباد: بیت القرآن، چھوٹی گٹی۔فون:022-3640875 مکتبہ اصلاح وتبلیغ، مارکیٹ ٹاور۔فون:0332-2618612

میرپور خاص: مکتبہ یوسفیہ 0300-3319565, 0321-3310080 **کوئٹہ:** مکتبہ رشیدیہ 081-2662263 مزمل کتب خانہ 0321-8045069

نواب شاہ: حافظ اینڈ کو، لیاقت مارکیٹ 0300-3218211 **آزاد کشمیر:** النور بک کارنر مکتبہ ختم النبوت میرپور آزاد کشمیر :0331-8857173

لاہور: مکتبہ رحمانیہ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار، 042-37224228 مکتبہ سید احمد شہید 042-37228196, 03013668272

راولپنڈی: الخلیل پبلشنگ 0300-5034629 مکتبہ رشیدیہ 0333-5133712 رضوان بک ایجنسی 0321-5050529 بک سینٹر 051-5565234

اسلام آباد: سعید بک کمپنی 051-2228075 مسٹر بک 051-2278845 **حسن ابدال:** مکتبہ فاروقیہ، 0321-9825540

ملتان: ادارہ اشاعت الخیر 0300-7301239, 061-4514929 کلاسک بک ڈپو 0333-6100780 علم و ادب 0333-6189453

فیصل آباد: اسلامی کتاب گھر شادمان پلازہ، :0321-7693142۔ مکتبہ عارفی 0300-6621421 **مردان:** مکتبہ نعیمہ 0302-5717378

رحیم یار خان: مکتبہ الاظہر 0300-9675060 فوجی گلیکسی کتاب 0302-2532390 **منگورہ** تاج بک ایجنسی 0344-8178216

گجرانوالہ: والی کتاب گھر 055-444613 **ایبٹ آباد:** مکتبہ اسلامیہ 0992-340112 **چارسدہ** کتب خانہ رشیدیہ 0333-9409467

سرگودھا: اسلامی کتب خانہ 0322-7137045 **سکھر:** عزیز کتاب گھر 0300-9312148 مکتبہ امدادیہ 0300-562833

پشاور: ممتاز کتب خانہ 091-2580331 دار الاخلاص 091-2567539 یونیورسٹی بک ڈپو 091-2212534

بھاولنگر: مکتبہ حکیم الامت 0321-7560630 **کوہاٹ:** مکتبہ فاروقیہ 0333-9183785 مکتبہ رحمانیہ 0344-9251287

جہلم: بک کارنر، 0321-5440882 **مانسہرہ:** عثمان دینی کتب خانہ 0997-307583 اسلامی کتب خانہ 0334-5588663

ڈیرہ اسماعیل خان: مکتبہ الاحمد :0966-716552 مکتبہ الحمید 096-6717806 **اکوڑہ خٹک** مکتبہ علمیہ 0333-9049359

بیرون ملک ملنے کے پتے:

AMERICA
Darul-Uloom Al-Madania
182 Sohieski Street, Buffalo, NY 14212, U.S.A
Madrasah Islamiah Book Store
6665 Bintliff, Houston, TX-77074, U.S.A.

ENGLAND
Azhar Academy Ltd. Tel: 020 8911 9797
ISLAMIC BOOK CENTRE 119-121 Halliwell Road, Bolton B/1 3NE U.K. Tel/fax: 01204-389080

SOUTH AFRICA
Darul Uloom Zakaria P.O. Box 10786, Lenasia 1820 Gauteng, South Africa

INDIA
Newview Publication Private Limited
166, First Floor, Chhatta Lal Miya, Service Lane, Asaf Ali Road, New Delhi 2
Phones: 011 42831034, 23278095

بیرون ملک ایکسپورٹ کیلئے رابطہ:

ملک سراج الدین امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کمپلیکس لوور مال لاہور۔
Ph: +92-42-37225809-12

بک مارٹ نزد پاسپورٹ آفس صدر کراچی۔
Ph: +92-21-35688828, 35681520
E-mail: nnagency1@yahoo.com

ناشر: **مکتبہ ارسلان** قرآن محل مارکیٹ، دکان نمبر 6 اردو بازار کراچی Mob: 0333-2103655 Email: maktaba.arsalan.com

عرض مؤلف

عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ حضور اکرم ﷺ سے منسوب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تمام تاریخی اور مبارک مقامات کی تاریخ اور تصاویر کا ایک جامع تصویری البم بناؤں جس میں ان مقامات اور آثار کے بارے میں لکھوں جن پر پیارے مدنی آقا ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں، کیونکہ صدیوں سے آقا ﷺ کے سچے عاشق ان جگہوں کی زیارت کرتے چلے آرہے ہیں جن کی زمینوں نے آپ ﷺ کے قدموں کا بوسہ لینے اور پیارے محمد ﷺ کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان چیزوں اور مقامات سے بھی محبت کی جائے جن کو پیارے نبی ﷺ نے چھوا ہو یا جہاں میرے محبوب ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں۔

چنانچہ زیر نظر کتاب احقر کی 5 سالہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کتاب کی ضخامت کی وجہ سے احقر نے مکہ اور مدینہ کے مقدس مقامات کو 8 جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔

1. مکہ کے تاریخی مقامات
2. تاریخ بیت اللہ
3. مدینہ کے تاریخی مقامات
4. تاریخ مسجد نبوی ﷺ
5. مقدس کنویں اور پہاڑ
6. مقدس قبرستان
7. مقدس مساجد
8. غزوات النبی ﷺ کا تصویری البم

ان جلدوں میں سے ایک جلد "مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات" کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے، دعا کریں کہ جلد از جلد بقیہ 6 جلدیں بھی پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں۔

ان مقامات کی زیارت کرنے والوں سے ایک گزارش ہے کہ جب بھی ان مقامات پر جائیں تو وہاں بدعات اور شرکیہ اعمال سے ضرور بچیں۔

آخیر میں سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر پیش خدمت ہے، جس کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے گا۔ شعر

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِی

لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّدٍ

اے لوگو! میں نے اس کتاب کے ذریعہ آقا ﷺ کی تعریف نہیں کی، بلکہ اپنی کتاب کو پیارے نبی ﷺ کے نام کے ذریعہ منور کر دیا ہے۔

العارض

ارسلان بن اختر حفظہ اللہ

خادم القرآن والسنۃ النبویہ

باب نمبر 1
مدینہ منورہ کے مبارک نام 13

باب نمبر 2
مدینہ منورہ کی فضیلت قرآن کی روشنی میں 18

باب نمبر 3
فضائل مدینہ احادیث کی روشنی میں 41

باب نمبر 4

باب نمبر 5

باب نمبر 6

باب نمبر 7

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چار دیواری 78

باب نمبر 8

مدینہ منورہ تاریخ کے آئینے میں 84

باب نمبر 9

مدینہ میں یہودی قبائل کیسے آئے؟ 93

باب نمبر 10

انصار مدینہ کے بعض قبائل 106

باب نمبر 11

مدینہ طیبہ اور تاریخی حادثات 110

باب نمبر 12

باب نمبر 11

باب نمبر 14

ہجرت کے دوران آقا ﷺ کے ہاتھوں مسجد قباء کی تعمیر

باب نمبر 15

ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مسجد جمعہ کی تعمیر اور پہلی نماز جمعہ

باب نمبر 16

ثنیۃ الوداع پہاڑی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال

باب نمبر 17

مدینہ منورہ کے 24 تاریخی مکانات

باب نمبر 18

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس باغات 323

باب نمبر 19

مدینہ منورہ کی کھجور کی فضیلت اور اس کے باغات

باب نمبر 20

مدینہ طیبہ کی سبزیاں

مدینہ منورہ کے مبارک نام

مدینہ منورہ کے نام اور مختصر تعارف نقشہ:

یہ بات یاد رہے کہ ہر چیز کے بارے میں معلوم کرنے سے پہلے اس کا تعارف ضروری ہوتا ہے ایسے ہی مدینہ منورہ کے بارے میں جاننے سے پہلے اس کے نام اور تعارف کا ذکر کرتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کے زمانہ جاہلیت سے لے کر عہد اسلام تک کئی نام مشہور تھے جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب تورات کے حوالے سے اُن ناموں کو جمع کر کے گیارہ نام لکھے ہیں۔

"مدینہ .... طیبہ .... طابہ .... مسکینہ .... جابرہ .... محبہ .... محبوبہ .... قاصمہ .... مجبورہ .... عذراء .... مرحومہ"

اس کے علاوہ کتب تفاسیر و تواریخ میں یہ نام بھی موجود ہیں:

"دار الا یمان .... دارا لھجرة .... مظلة الا سلامیة .... دارا لسنة .... ارض اللہ"

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هٰذِهِ طَابَةٌ" یہ طابہ ہے۔[1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کو لوگ پہلے "یثرب یا مدینہ" کہتے تھے تو محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی سَمَّاھَا طَیْبَةً...

"اللہ تعالیٰ نے اس کا نام طیبہ رکھا ہے"۔[2]

[1] بخاری فضائل المدینہ باب المدینة طابة حدیث 1872

[2] مسند احمد جلد5 صفحہ96 سند حسن

وہ جگہ جہاں 1400 سال پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات تھے یہاں کے اس خطہ میں قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو دار نوادرات موجود ہیں۔

مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب

مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب چار سو پچیس کلو میٹر پر مدینہ شہر پھیلا ہوا ہے اور مغرب کی جانب ایک سو تیس میل کے فاصلہ پر سمندر اور علاقہ کی مشہور بندرگاہ واقع ہے اور سطح سمندر سے مدینہ منورہ کی بلندی **619** میٹر ہے۔ [1]

عرب اسلام سے قبل مدینہ منورہ کو یثرب کہا کرتے تھے اور اُن کی اس نام کی تصدیق قرآن پاک میں ذکر کی گئی۔ چنانچہ غزوہ احزاب کے واقعہ میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ [2]

ترجمہ: ''اور جب منافقوں کے ایک گروہ نے میدان احزاب میں کہا: اے یثرب والو! تمہارے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں واپس چلے جاؤ''۔

تو معلوم ہوا کہ زمانہ اسلام سے پہلے اور بعد میں یثرب نام رہا ہے لیکن بعد میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس نام کو تبدیل کیا اور مدینہ منورہ کے نام سے مشہور رہا۔

محبوب خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسلام کی سربلندی اور دنیا میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لئے دشمنانِ اسلام سے جنگیں لڑی ہیں جن کی مشہور قول کے مطابق کل تعداد **27** ہیں ان ہی میں سے ایک جنگ غزوہ احزاب کے نام سے مشہور ہے جس کا تذکرہ گزشتہ آیت میں موجود ہے اور قرآن پاک میں ایک سورت اسی احزاب کے نام سے مذکور ہے۔ احزاب حزب کی جمع ہے یعنی زیادہ جماعتیں۔

اس غزوہ کی نوبت یوں پیش آئی کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بنونضیر (یہودی قبیلہ) کو ان کی شرارتوں کے باعث مدینہ منورہ سے

نکالا تو وہ خیبر میں آباد ہو کر قریش مکہ اور مختلف قبائل کو محبوب کائنات ﷺ کے خلاف بھڑکانے لگے اور مختلف گروہوں کو جمع کر کے تقریباً دس ہزار کی تعداد میں مدینہ شریف پر حملہ کرنا چاہا تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق مدینہ طیبہ کے گرد دفاعی خندق کھودی اور تمام مسلم خواتین کو ایک دو بڑے مکانوں میں جمع کر دیا گیا۔

مسلمانوں کی تعداد تین ہزار اور کفار کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی تو منافقین نے جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا، یہ صورت حال دیکھ کر آواز لگائی کہ یثرب والو! سارے عرب تو ہمارے دشمن ہو گئے ہیں ہم ان کے ہاتھوں سے کہاں بچ سکیں گے؟ بہتر ہے کہ لشکر اسلام سے علیحدگی اختیار کر لیں اور یہ کہہ کر منافقین نے مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سخت محبت اور جدوجہد کو دیکھ کر کفار کے دلوں پر اللہ نے ان کا رعب طاری کیا اور سخت ہوا چلی جس سے وہ پسپا ہو گئے۔

یثرب کا معنی اور وجہ تسمیہ

ثَرَبَ یَثْرِبُ ثَرْبًا سے یثرب مضارع کا صیغہ بطور اسم استعمال ہوا ہے، ثرب کا معنی ہے فساد کرنا۔

مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ مدینہ شریف کا نام یثرب تھا۔ اور یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ کسی زمانہ میں عمالیق قوم میں سے ایک شخص یثرب بن عمیل بن مہلائیل بن عوض بن عملاق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام آباد ہوا تو اسی یثرب شخص کے نام پر سارے علاقے کا نام یثرب ہو گیا لیکن چونکہ یثرب کا معنی غلط تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے باذن الٰہی اس کا نام بدلا اور مدینہ رکھا۔ [3]

روضہ رسول ﷺ سے پاؤں ظاہر ہونے کا واقعہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دور میں جب حجرات شریفہ کو مسجد میں شامل کرنے کے لیے منہدم کیا گیا تو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشرقی دیوار کمزور ہونے کے باعث گر گئی۔ اسے تعمیر کرنے کے لیے بنیاد کھودنی شروع کی تو ایک پاؤں ظاہر ہو گیا سب گھبرا گئے اور خیال کیا کہ شاید یہ نبی اکرم ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ صحیح صورت حال کوئی نہ بتلا سکا تو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر کہا بخدا یہ نبی اکرم ﷺ کا قدم مبارک نہیں یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ہے۔
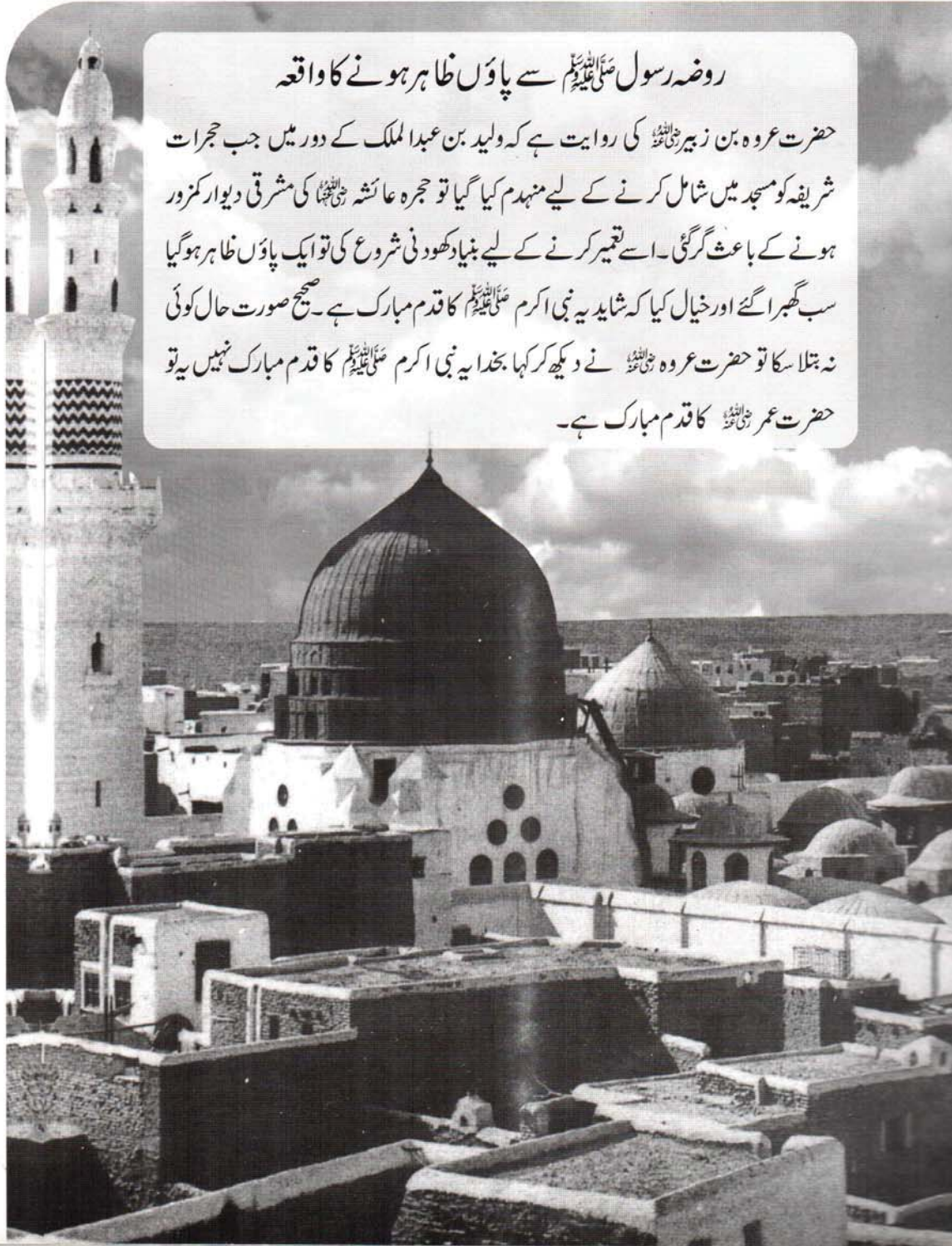
[1] بحوالہ خطبات نواز
[2] سورۃ الاحزاب، 13
[3] قرطبی جلد 14 صفحہ 148

مدینہ منورہ کی وجہ تسمیہ

مدینہ منورہ کی عظمت وفضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس شہر کی نسبت آقائے دوجہاں رسول خدا ﷺ کی طرف ہے اور یہ مدینۃ النبی (نبی کا شہر) ہے ہجرت سے قبل لوگ اسے یثرب کے نام سے جانتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد یہ آپ سے منسوب ہوکر مدینۃ النبی (نبی کا شہر) ہوگیا، لفظ مدینہ اسی کا اختصار ہے جب کہ منورہ (روشن) مدینہ کی صفت ہے جو اس شہر کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے، مدینہ کی یہ روشنی اور رونق میرے آقا ﷺ ہی کی نسبت کی وجہ سے ہے۔

ایک روایت میں محبوب خدا ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف میں داخل ہوئے تو مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ کا انتقال ہوا تو ہر چیز تاریک ہوگئی۔ [1]

شاید اسی نسبت سے رسول خدا ﷺ کے اس پر رونق اور محبوب شہر کو مدینہ منورہ (روشن شہر) کہا جانے لگا اس کے علاوہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں بھی اسے المدینہ کہا گیا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح سے مروی ہے کہ:

''مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا جو اور بستیوں کو کھا جائے گی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے''۔ [2]

اسی طرح ایک موقع پر محبوب کائنات ﷺ نے اس شہر کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے اسے هٰذِهٖ مَدِيْنَتِيْ ...... (یہ میرا شہر ہے) فرمایا۔ [3]

1. ترمذی شریف کتاب المناقب حدیث نمبر 3618
2. مجمع الزوائد 660/3 ۔ حدیث نمبر 5828
3. بخاری شریف فضائل مدینہ حدیث نمبر 1871

قدیم مسجد نبوی اور اس کے اطراف میں موجود دیوار کا مصورانہ خاکہ

مدینہ کے دو اہم نام: طابہ اور طیبہ

مدینہ منورہ کے ناموں میں سے دو اہم نام طابہ اور طیبہ ہیں ان ناموں میں سے طابہ کے بارے میں حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقامِ تبوک سے واپس

ہو رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس شہر کے بارے میں ارشاد فرمایا هٰذِهِ طَابَةٌ...... یہ طابہ ہے۔

اسی طرح فتنہ دجال کے سلسلے میں ایک طویل حدیث حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا عصا مبارک منبر پر مار کر تین مرتبہ مدینہ منورہ کے بارے میں یوں فرمایا:

هٰذِهِ طَيْبَةٌ هٰذِهِ طَيْبَةٌ هٰذِهِ طَيْبَةٌ

ترجمہ: ''یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے''۔ ❶

اور مدینہ منورہ کا یہ نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس سلسلے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک واضح روایت ضروری ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا''۔ ❷

جبکہ بعض روایات میں یہ نام رکھنے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔ ❸

دار الابرار (نیکوں کا گھر)

عظمتوں، خصلتوں اور بزرگیوں والے اس شہر مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ایک بابرکت اور مبارک نام دار الابرار ہے۔ دار الابرار کا معنی نیکوں کا گھر ہے کہ یہاں انسان صرف نیکی ہی نیکی کا کام کریں اور مدینہ منورہ کو دار الابرار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شہر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسکن ہے جن ہی کی بدولت سارے نیک کام ہمیں ملے ہیں اور جو یقیناً اعلیٰ اور بلند مقام کے مستحق ہیں۔ ❹

مدینہ منورہ بستیوں کا سردار

مدینہ منورہ اپنے اردگرد دیگر بستیوں کا سردار اور بادشاہ ہے اور یہ اپنے عظمت، فضل اور کمال کی وجہ سے دوسری بستیوں پر غالب آئے گا جیسے کہ اس کا تذکرہ حدیث شریف میں بھی ہے......

اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى ئَنِ ......

مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے۔

اسی طرح مدینہ منورہ کا ایک نام دار الایمان (ایمان کا گھر) بھی ہے یعنی مدینہ ایسی پرنور جگہ ہے جہاں ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ محبوب خدا ﷺ نے فرمایا: مدینہ ایمان اور اسلام کا گھر ہے۔

اس مقدس ومحترم شہر کے اسماء گرامی میں سے ایک نام الخیرۃ بھی ہے یعنی بہتری والا شہر، خیر والا شہر۔

❶ مسلم: كتاب الفتن، باب قصة الجساسة، حديث نمبر 2942 ❷ مسلم: كتاب الحج، باب المدينة تنفي شرارها، حديث نمبر 1385، مسند احمد (مسند البصريين، حديث جابر بن سمرة) حديث نمبر 21107 ❸ مسند احمد (مسند البصريين، حديث جابر بن سمرة)، حديث نمبر 21360

❹ (وفاء الوفاء شريف)

مدینہ منورہ کی فضیلت قرآن کی روشنی میں

مدینہ منورہ کی عظمت وفضیلت اور اہمیت کے متعلق سب سے پہلے قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1 وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝٨٠ ❶

ترجمہ: ''اور کہواے پروردگار! مجھے مدینے میں اچھی طرح داخل کیجئے اور مکے سے اچھی طرح نکال دیجئے اور اپنی طرف سے زور وقوت کو میرا مددگار بنائیے۔''

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مدخل صدق'' سے مراد مدینہ منورہ ہے اور ''مخرج صدق'' سے مکہ مکرمہ ہے۔

2 لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ ❷

ترجمہ: ''ہمیں اس شہر مکہ کی قسم اور تم اسی شہر میں تو رہتے ہو۔''

''البلد'' کی مشہور تفسیر مکہ مکرمہ ہے مگر علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ''البلد'' سے مدینہ منورہ بھی مراد لیا ہے۔ ❸

❶ الاسراء: 80
❷ سورۃ البلد: 1 تا 2
❸ خلاصہ 5، وفاء الوفاء 12

3 رَّبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ❹

ترجمہ: ''اے پروردگار! ہم کو مبارک جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔''

''منزل مبارک'' سے مراد بھی مدینہ منورہ ہے۔ ❺

4 اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا ❻

ترجمہ: ''کیا خدا کی زمین کشادہ نہیں کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔''

''ارض اللّٰہ'' سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ ❼

❹ سورة المؤمنون: 29 ❺ خلاصة الوفاء، وفاء الوفاء ❻ سورة النساء: 97 ❼ خلاصہ ص 5 وفاء الوفاء ص 10
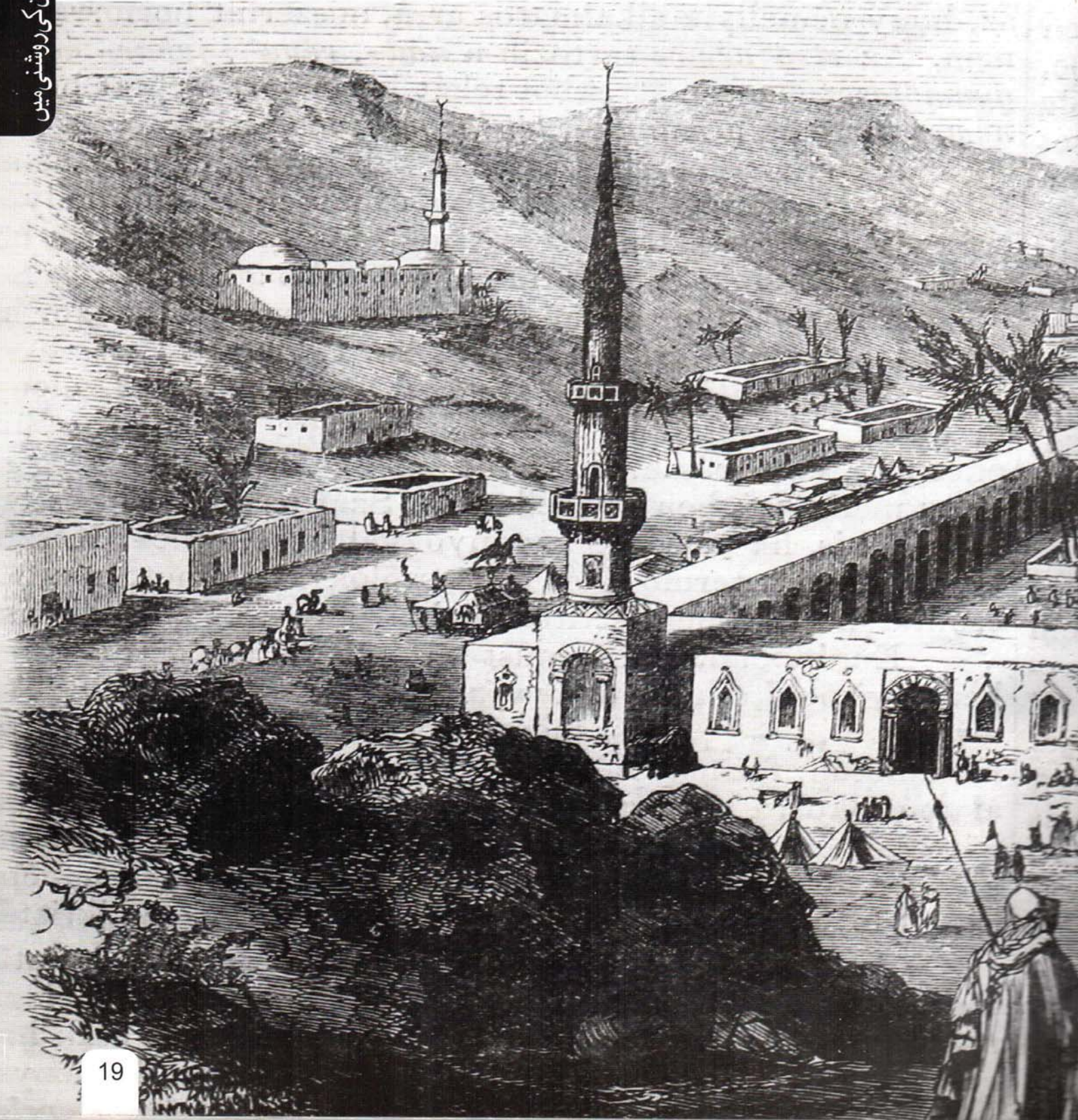
5....وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ❶

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کر کے گھر یعنی مدینے میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے، محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس اترتے ہیں۔''

امام ابن زبالہ رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن عبد الرحمٰن وعبد اللہ بن جعفر رحمہما اللہ سے روایت کی کہ دار اور ایمان سے مراد مدینہ منورہ ہے۔❷

6....لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ❸

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد خدا کے لئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔''

یہاں ''حسنۃ'' سے مراد مدینہ منورہ ہے کہ اس میں حسی معنوی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔❹

جب حسنہ سے مراد مدینہ منورہ ہوا تو...

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

کا معنی یہ ہوگا۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی مدینہ منورہ نصیب ہو اور ہماری موت بھی یہیں ہو۔

7.... كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ❺

یہاں ''بَیْتِکَ'' سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ ❻

---

❶ سورۃ الحشر: 9 ❷ وفاء الوفاء، ص 11 ❸ سورۃ النحل: 41 ❹ وفاء الوفاء 14
❺ سورۃ انفال: 5 ❻ الوفاء الوفاء / ص 5

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر سے قبل کا خاکہ

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے بعد کا خاکہ

المدينة المنورة
MADINA
الی مطار الامیر محمد بن عبد العزیز
To Al-Amir Mohammad Bin Abdul Aziz Airport
ایئرپورٹ روڈ
منطقة الاوس
Al-Aws Area
العريض
Al-Uraid
مؤسسة النقد
Saudi Monetary Agency
بني عبد الأشهل
Bani Abd Al-Ashhal
دار الحديث
Dar Al-Hadeeth
Al-A'midah St.
Asma' Bint Abi Bakr St.
Abdullah Bin Omair St.
بني معاوية
Bani M'awiyah
Al-Muhajer Bin Abi Omayah St.
الدائری الاول
بني النجار
Bani Al-Najar
البقيع
Al-Baqi'
الهلال الاحمر
Red Crescent
ادارة التعليم
Directorate of Education
شاہ عبد العزیز روڈ
ادارة المرور
Traffic Police
مرحلة منطقة المدينة المنورة
Madina Police
Ziyad Bin Labid St.
بني ظفر
Bani Zafar
مدرسة العلوم
Al-Share'yyah School
Khalid Bin Qays St.
قربان
Qurban
منطقة العالية
Al-Aliyah Area
الخطوط السعودية
Saudi Airlines
الدائری الاوسط
مستشفى المدينة الوطني
Madina National Hospital
ہجرت روڈ
مسجد قباء
Quba' Mosque
نقشے میں موجود اشیاء کی نشاندہی
مسجد
ٹیلی فون آفس
اسپتال
ہیلتھ سینٹر
پولیس اسٹیشن
ڈاک خانہ
ATM کارڈ مشین
بینک
مطلوب جگہ کی نشاندہی
ہوٹل
گیسٹ ہاؤس
بازار
عوامی بیت الخلاء
کتب خانہ، لائبریری

ابوبکر صدیق روڈ
مسجد القبلتين
Al-Qiblatayn Mosque
خالد بن ولید روڈ
وزیر عبداللہ بن عبدالعزیز روڈ
الفتح
Al-Fath
Al-Rayah
منطقة الخندق
Al-Khandaq Area
اسٹریٹ السبع
عثمان بن عفان روڈ
Pilgrims Service Centre
مسجد الفتح
Al-Fath Mosque
المساجد السبعة
Seven Mosques
جبل سلع
Mount Sele'
Al-Dawadiyah Centre
Al-Masani
فیصل بن عبدالعزیز روڈ
بضاعة
Buda'ah
SAPTCO Bus Station
Al-Sikkah Al-Hadid St.
منطقة سلع
Sele' Area
المناخة
Al-Manakhah
Al-Sih
السلام روڈ
Al-Masjed
النقا
Al-Naqa
بني خدرة
Bani Khudra
Fish Market
السوق المركزي للسمك
Second Ring Road
Meat Market
السوق المركزي للحوم والدواجن
السقيا
Al-Suqya
Taybah High School
ثانوية طيبة
منطقة الخزرج
Al-Khazraj Area
Old Railway Station
محطة السكة الحديد القديمة
السوق المركزي للخضار والفواكه
Fruit & Vegetables Market
عمر بن خطاب روڈ
Omar Bin Al-Khattab Road
Directorate of Nationality
الاصيفرين
Al-Usayfrin
الغرفة التجارية الصناعية
Chamber of Commerce
وزیر عبداللہ بن عبدالعزیز روڈ
(الدائری الثانی)
الوبرة
Al-Wabrah
المغيسلة
Al-Mughaysilah
منطقة قباء
Quba' Area
الظاهرة
Al-Zahirah
مدینہ منورہ کے روڈ
MADINA ROADS
الدائري الثالث
Third Ring Road
وزیر محمد بن عبدالعزیز ائیر پورٹ
جامعات روڈ
جبل أحد
Mount Ohud
ایئرپورٹ روڈ
سید الشہداء
الحرم
Al-Haram
ملک عبدالعزیز روڈ
عمر بن خطاب روڈ
ہجرت روڈ
الدائری الثانی
مسجد المیقات
جبل عير
Mount Eir
الدائري الثالث
جدہ قدیم روڈ
مکہ مکرمہ وجدہ تک

Al-Madinah Al-Munawwarah in Ottoman Era
مسجد نبوی اور اطراف میں موجود آبادی عہد عثمانی میں

مسجد نبوی کے اطراف میں موجود گھروں کا ماڈل

آقا علیہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسجد نبوی کا مصورانہ خاکہ

مسجد نبوی کی قدیم تصویر: جسے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔ اُس وقت مسجد نبوی کے ستون کی جگہ کھجور کے تنے لگے ہوئے تھے اور مسجد کی چھت کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی اور فرش پر کنکر بچھے ہوئے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر مسجد نبوی میں رات کے وقت چراغ روشن کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔
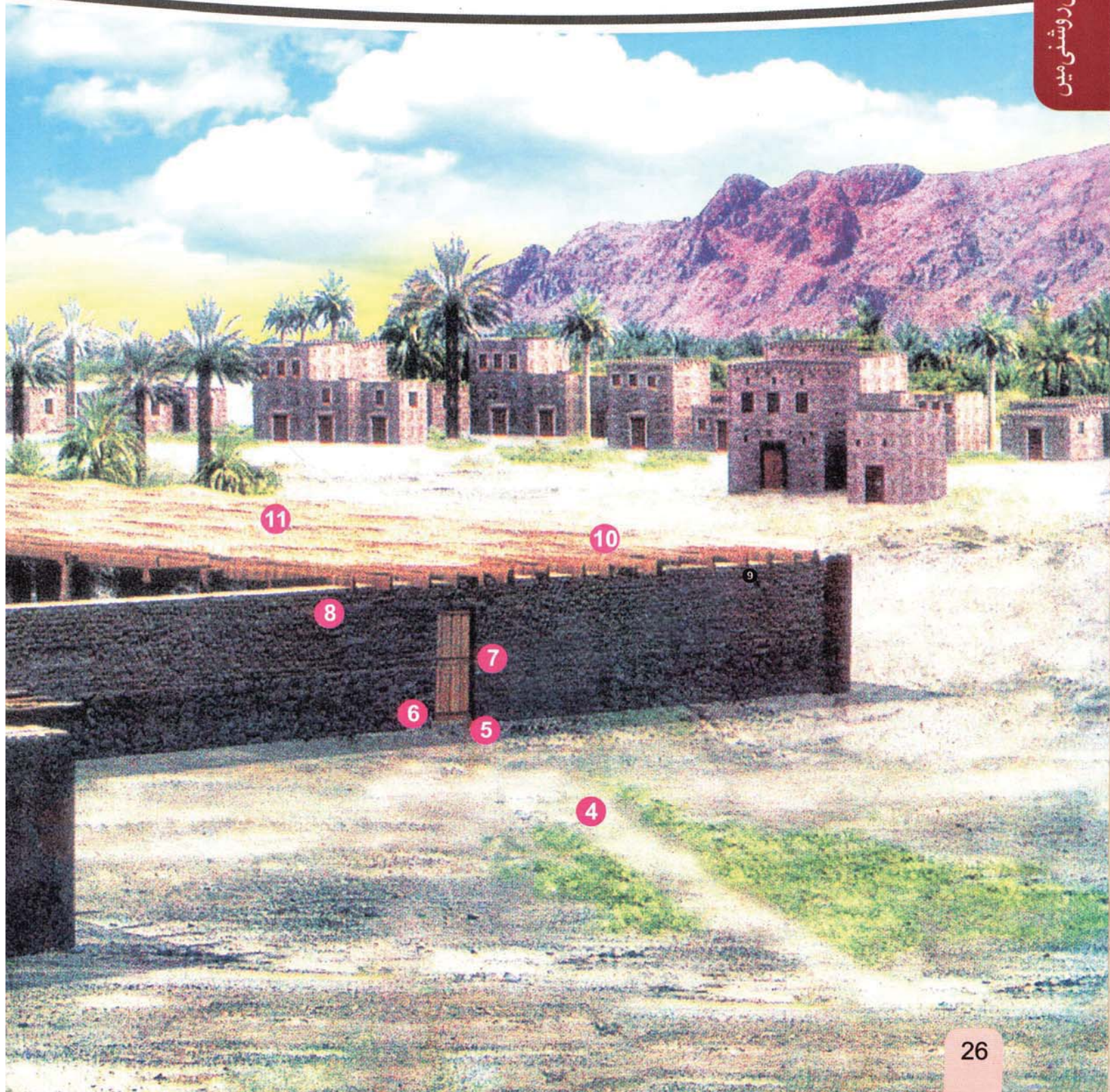
مسجد نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اطراف میں موجود صحابہ رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین اور امہات المومنین رضی اللّٰہ عنہن کے گھر

زیر تصویر حضرت عثمان رضی اللّٰہ عنہ کے دور کی مسجد نبوی کا نمونہ ہے جس میں آپ رضی اللّٰہ عنہ نے گارے کی مٹی کی دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔

مسجد نبوی کے اطراف میں موجود کھجور کے درخت جنہیں کہ اب صرف تصاویر ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(1) اس جگہ **1400** سال قبل حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا مقام تھا۔ (2) حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (3) حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (4) حضرت زینب بنت جحش رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (5) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (6) حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا کے گھر مبارک کی جگہ۔ (7) باب عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ کے گھر مبارک کی جگہ۔ (8) مسجد نبوی میں رہنے والے غریب طالب علم (اصحاب صفہ) رضی اللّٰہ عنہم کے رہائش کا مقام۔ (9) حضرت جویریہ رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (10) حضرت ام حبیبہ رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (11) حضرت صفیہ رضی اللّٰہ عنہا کے حجرہ مبارک کی جگہ۔ (12) قدیم باب الرحمۃ (دروازہ) کی جگہ۔ (13) حضرت ابو بکر رضی اللّٰہ عنہ کے گھر مبارک کی جگہ۔ (14) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ کے گھر مبارک کی جگہ۔ (15) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللّٰہ عنہ کے گھر مبارک کی جگہ۔ (16) حضرت جعفر صادق رضی اللّٰہ عنہ کے گھر مبارک کی جگہ۔

(بحوالہ مدینہ ریسرچ اینڈ اسٹیڈی سینٹر)

مدینہ کے فضائی مناظر

شہر مدینہ کا محل وقوع
شام
لبنان
بیروت
دمشق
عمان
اردن
عراق
بغداد
کربلا
نجف
حلہ
عمارہ
بصرہ
عبادان
کویت
اہواز
بندر خمینی
باختران
خرم آباد
یزد
سیستان
کرمان
شیراز
سعید آباد
(سابق سیر جان)
زاہدان
ایران
بوشہر
بندر عباس
بلوچستان
خلیج فارس
جبیل
دمام
بحرین
منامہ
ظہران
قطر
دوحہ
ہفوف
سلویٰ
ابوظبی
دبئی
راس الخیمہ
فجیرہ
صحار
بریمی
خلیج عمان
مسقط
صور
متحدہ عرب امارات
عمان
الجوف
الحدود الشمالیہ
تبوک
تیماء
حائل
القصیم
بریدہ
عنیزہ
المدینہ
مدینہ منورہ
ینبع
بدر
جدہ
مکہ مکرمہ
مکہ
طائف
الریاض
الخرج
الشرقیہ
مملکت سعودی عرب
الباحہ
عسیر
ابہا
خمیس مشیط
نجران
جازان
شرورہ
الربع الخالی
یمن
صنعاء
حدیدہ
زبید
تعز
مخا
لحج
عدن
حضرموت
سیئون
مکلا
صلالہ
سقوطرہ
(یمن)
خلیج عدن
بحیرہ عرب
بحیرہ احمر
سودان
بورسودان
اریٹیریا
مصوع
ایتھوپیا
جھیل تانہ
جبوتی
صومالیہ
بربرا
مصر
عقبہ
حقل
ضبا
الوجہ
املج
قنفذہ
بیشہ
دوادمی
عفیف
رماح
السلیل
لدام
حفر الباطن
رفحا
سکاکا
طریف
عرعر
کلومیٹر 300
میل 200
0
دار الحکومت
شہر
ایئر پورٹ / فضائی اڈا
جھیل
فلسطین کی سرحد
بین الاقوامی سرحد
صوبائی حدود
دریا

مدینہ منورہ 3ھ میں
غار ثور
احد پہاڑ
وادی العقیق
الغابہ
مجمع الاسیال
زغابہ
بساتین (باغات)
عین الشہداء
وادی قناۃ
رومہ نامی کنواں
ثنیۃ الوداع
خندق
السافلہ
بستی بنو عبد الاشہل
اُحد کا راستہ
مسجد فتح
بستی بنو حارثہ
مسجد قبلتین
وادی العقیق
قصر سعید بن عاص
باب شامی
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منسوب کنواں ابی ایوب
بستی بنو ظفر
سلع پہاڑ
السُنح
ینبع کا راستہ
بستی بنو معاویہ
حرہ واقم
باب عوالی
سقیا کنواں
باب قباء
1 سقیفہ بنی ساعدہ
2 مسجد نبوی
3 باب الجمعہ البقیع
4 سوق المناخہ
5 مسجد غمامہ
کھجور کے باغات
وادی العقیق
حرہ وبرہ
وادی بطحان
بنو قینقاع کی سابقہ بستی
عروہ کنواں
غرس کنواں
مسجد جمعہ
وادی مہزور
اریس کنواں
بستی بنو قریظہ
وادی مذینب
کھجور کے باغات
مسجد قباء
ذوالحلیفہ
العالیہ
دار سعد بن خیثمہ
بستی بنو نضیر
دار کلثوم بن ہدم
عیر پہاڑ
قلعہ کعب بن اشرف

مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات! ایک نظر میں

(قدیم و جدید مقامات)
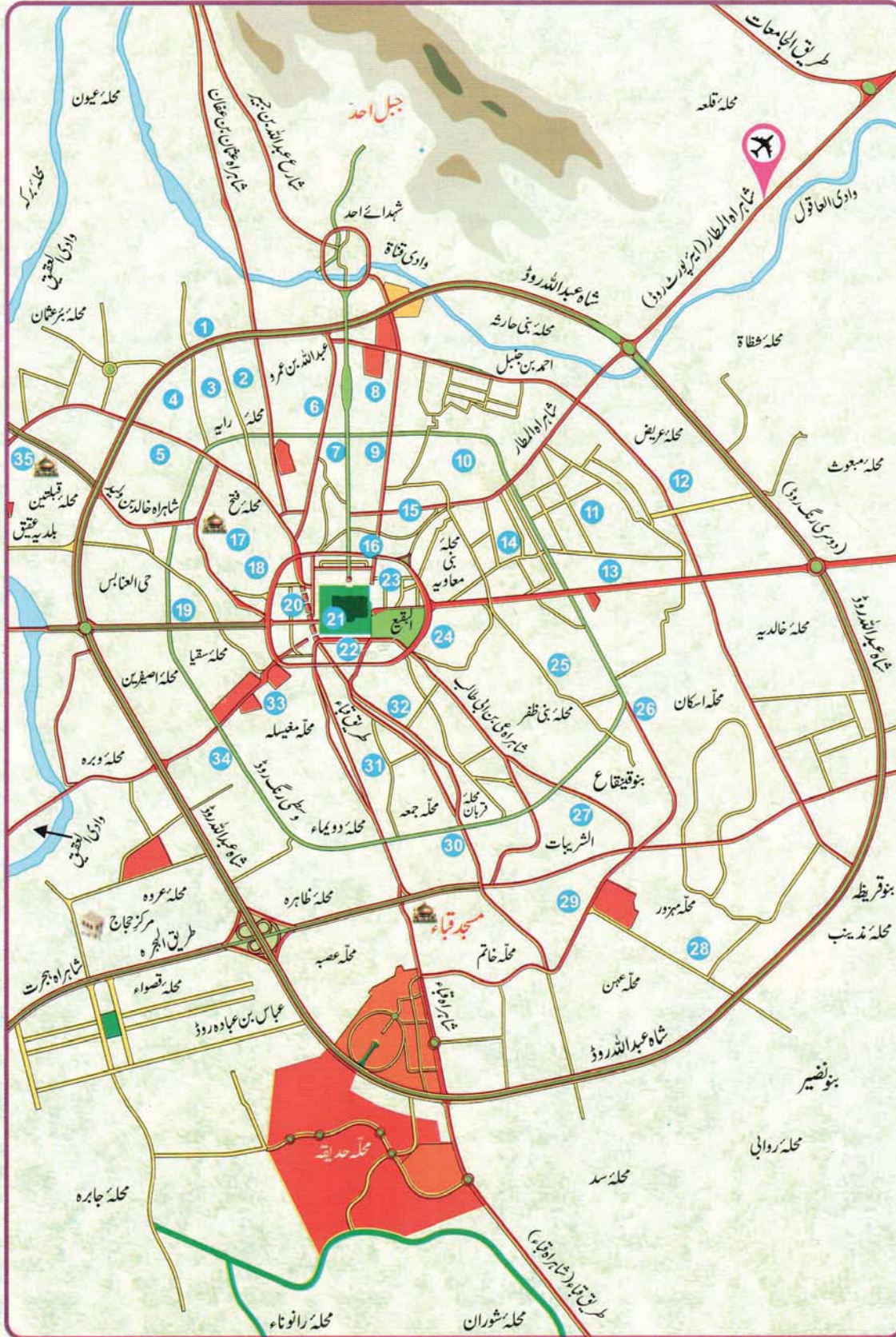
1. شاہ عبداللہ روڈ
2. شاہراہ عثمان بن عفان
3. طارق بن زیاد
4. زرعہ بن عامر روڈ
5. شاہراہ ابوبکر صدیق
6. شاہراہ سید الشہداء
7. شاہراہ ملک فہد
8. گورنر ہاؤس حی الدرع
9. شاہراہ ابوذر غفاری
10. وسطی رنگ روڈ
11. عبداللہ بن عمیر روڈ
12. شاہراہ امیر محمد بن عبدالعزیز
13. شاہراہ ملک عبدالعزیز
14. اسماء بنت ابی بکر
15. محلہ بنی عبدالاشہل
16. شاہراہ ملک فیصل بن عبدالعزیز
17. سبع مسجد
18. شارع السیح
19. طریق السلام
20. مناخہ
21. مسجد نبوی
22. ابوایوب انصاری
23. الحرم
24. پہلی رنگ روڈ
25. شارع زیاد بن لبید
26. شاہراہ امیر عبدالمجید بن عبدالعزیز
27. شارع نعمان بن مالک
28. شاہراہ علی بن ابی طالب
29. شارع سعد بن خیثمہ
30. شاہراہ امیر عبدالمحسن بن عبدالعزیز
31. اوس بن ثابت
32. عمر بن عبدالعزیز روڈ
33. ریلوے اسٹیشن
34. شاہراہ عمر بن خطاب
35. مسجد قبلتین

الشمالية
فیصل روڈ
دوران
مناخہ سرنگ
المركزية الغربية
شاہ فیصل روڈ
اسواق و مطاعم
بازار اور ہوٹل
کتب خانہ ملک عبدالعزیز
باب الملک سعود
باب السلام
شارع السلام
مسجد علی بن ابی طالب
رئاسة الحرمين
مسجد ابی بکر الصدیق
مسجد الغمامة
البريد السعودي
شارع العنبرية
بازار و ہوٹل
بجلی گھر
مبارک الذهبی
شارع قباء
مسجد عمر بن خطاب
مسجد عثمان ذوالنورين
الوسام الإشراق
انوار المدينة موفنبيك
دار الإيمان
اجنحة طيبة
مركز الياس ۲۰۱
اجنحة الشرقة
رماد الحمراء
مودة الواحة
ايلاف الهدى
مودة النور
راما المدينة
منازل الأسواف
ديار المعمورة
روڈ
الجنوبية
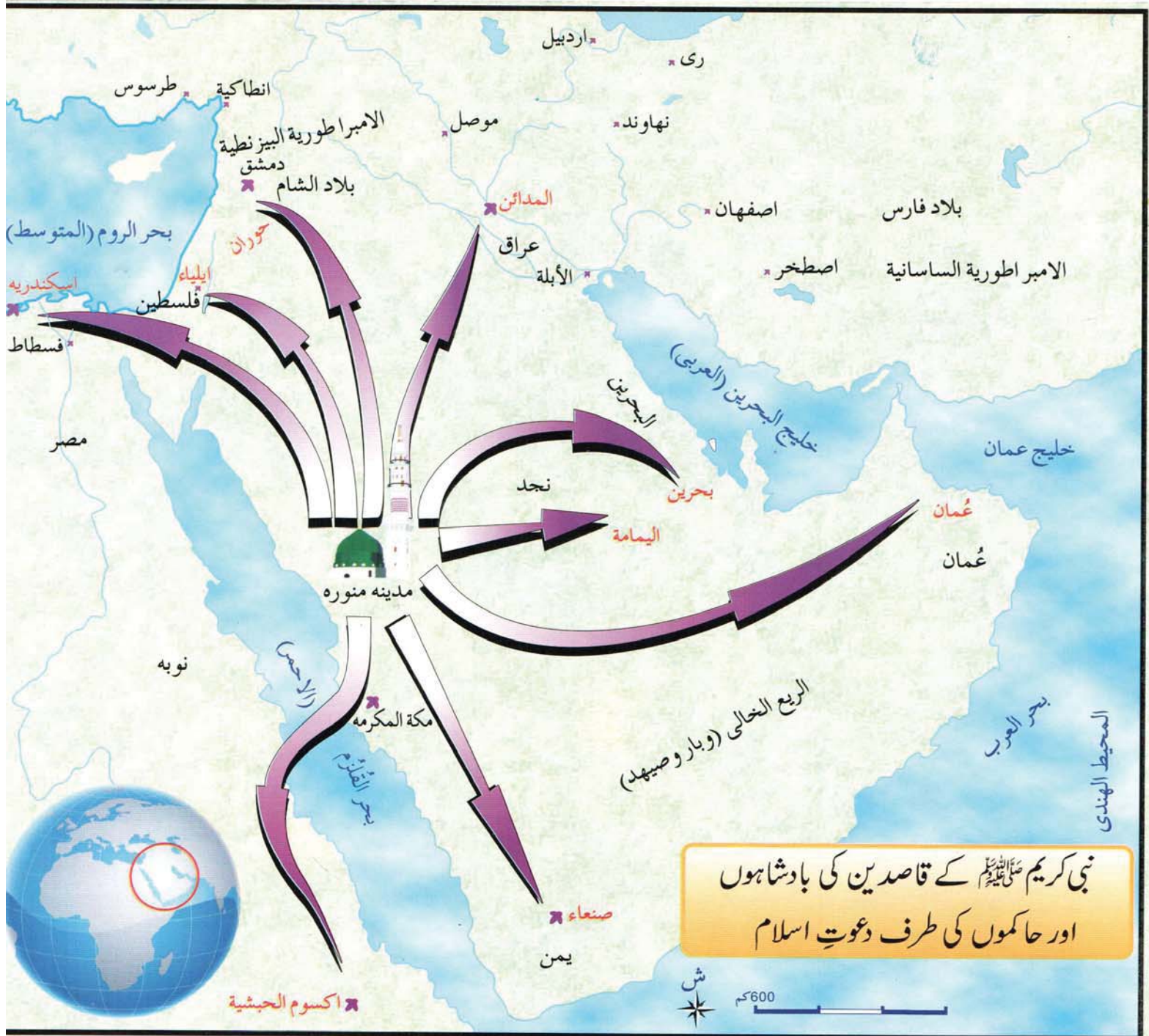
نمبر شمار	قاصدین کے نام	بادشاہوں کے نام	ملک کا نام	بادشاہوں کا موقف
1	حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی ؓ	قیصر شاہ روم (ہرقل)	ایلیاء (فلسطین)	بادشاہت کے جانے کے ڈر سے مسلمان نہیں ہوئے
2	حضرت عبداللہ بن حزافہ سہمی ؓ	کسریٰ شاہ فارس	مدائن (عراق)	نبی کریم ﷺ کے خط کی بے حرمتی پر عذاب الٰہی
3	حضرت عمرو بن امیہ ضمری ؓ	شاہ حبشہ نجاشی	حبشہ	خط کو احتراماً آنکھوں پر رکھا اور اسلام لے آئے
4	حاطب بن ابی بلتعہ ؓ	شاہ مصر (مقوقس)	اسکندریہ (مصر)	ایمان نہیں لائے
5	حضرت علاء بن حضرمی ؓ	شاہ بحرین (منذر بن ساوی)	ہجر البحرین	خود بھی مسلمان ہوئے اور پوری قوم بھی
6	حضرت سلیط بن عمرو عامری ؓ	حاکم یمامہ (ہوذہ حنفی)	یمامہ (نجد)	آئندہ زمانے پر معاملے کو مؤخر کیا
7	حضرت شجاع بن وہب اسدی ؓ	حاکم غسا سانہ (حارث غسانی)	حوران	مدینہ منورہ پر حملے کی دھمکی دی
8	حضرت مہاجرین ابی امیہ مخزومی	حاکم یمن (حارث حمیری)	صنعاء یمن	مسلمان ہوگئے
9	حضرت عمرو بن عاص سہمی	شاہان عمان (جلندی کے دونوں بیٹے)	عمان	مسلمان ہوگئے

جنة البقيع

احد پہاڑ
شہر مدینہ
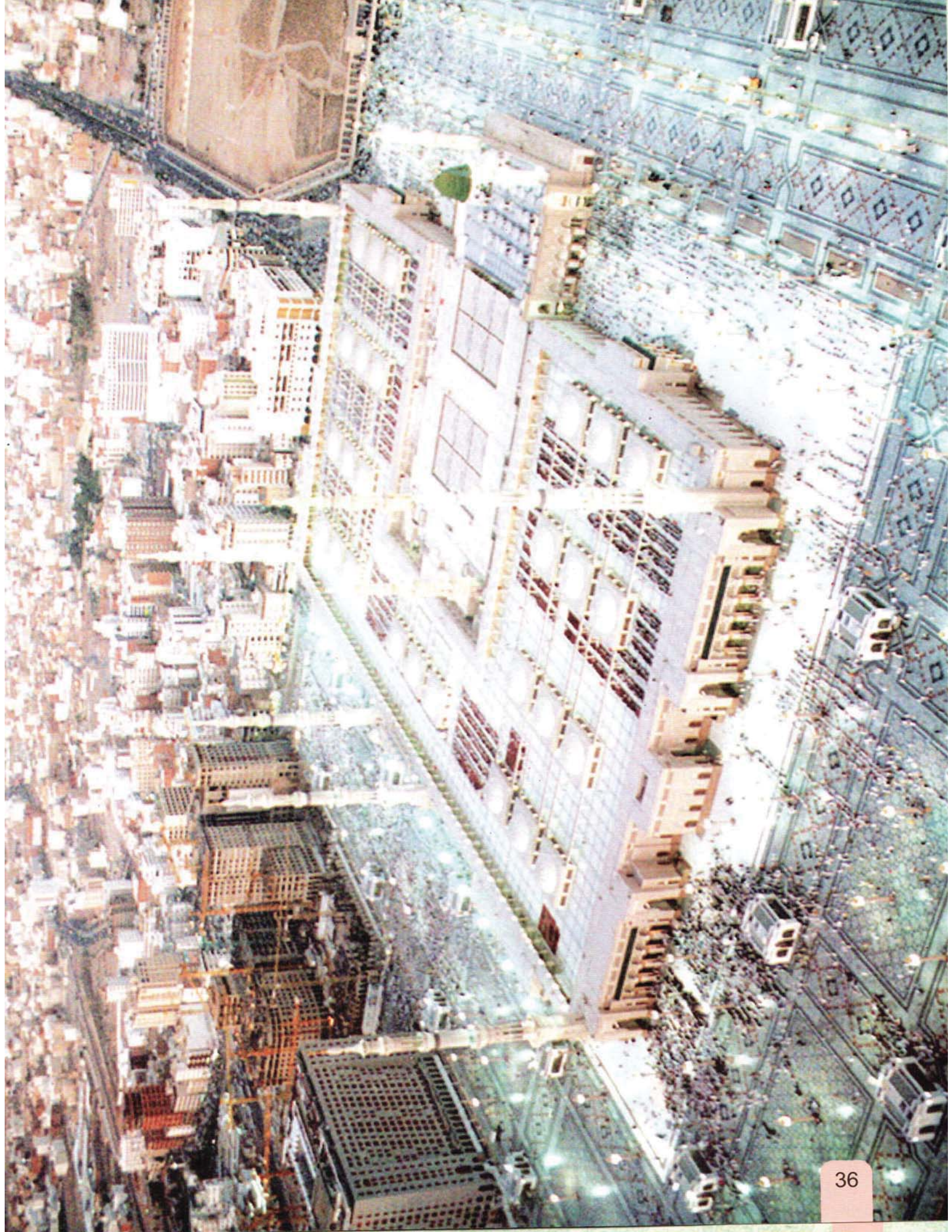
مسجد نبوی ﷺ کے بیرونی مناظر
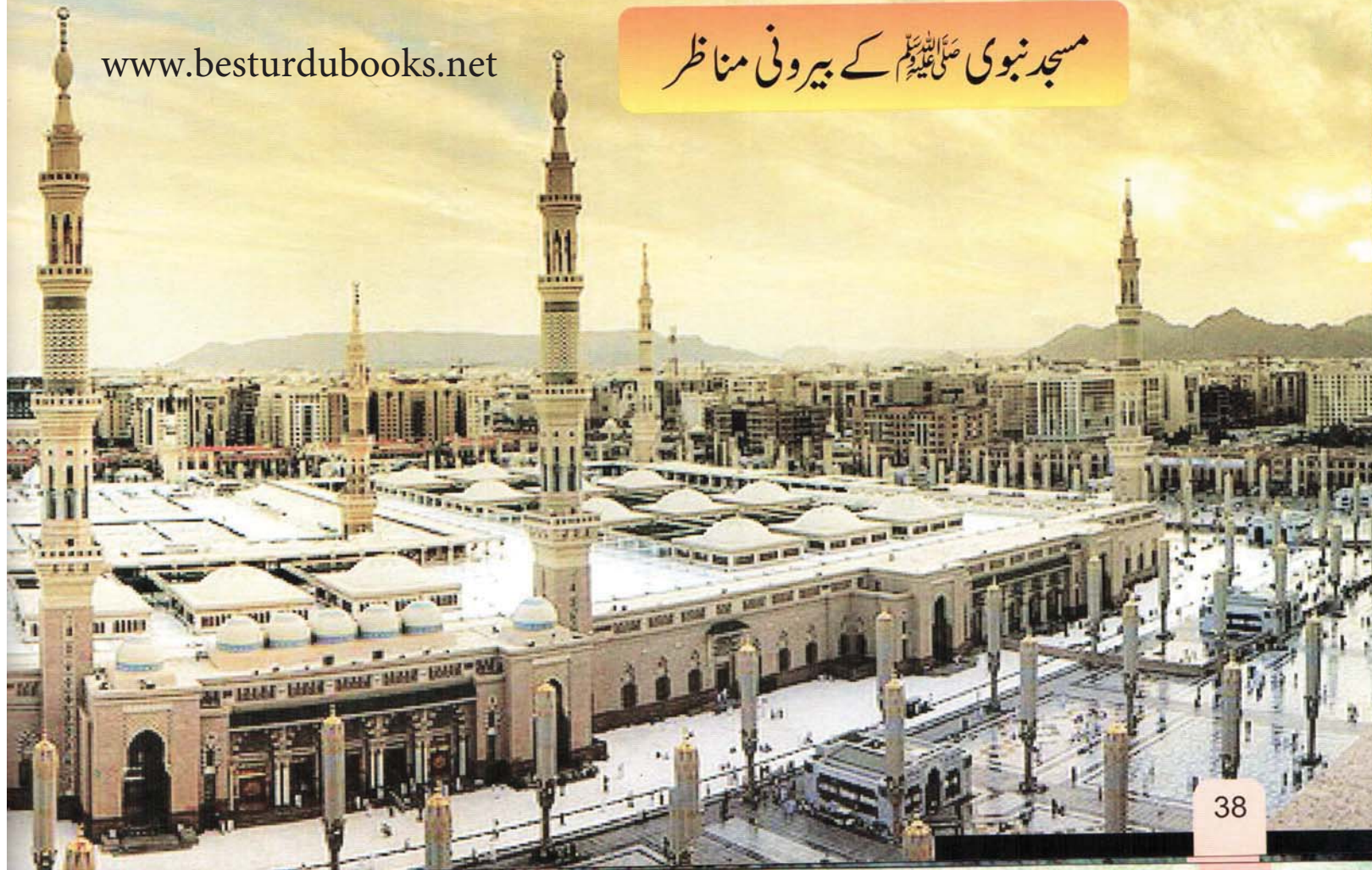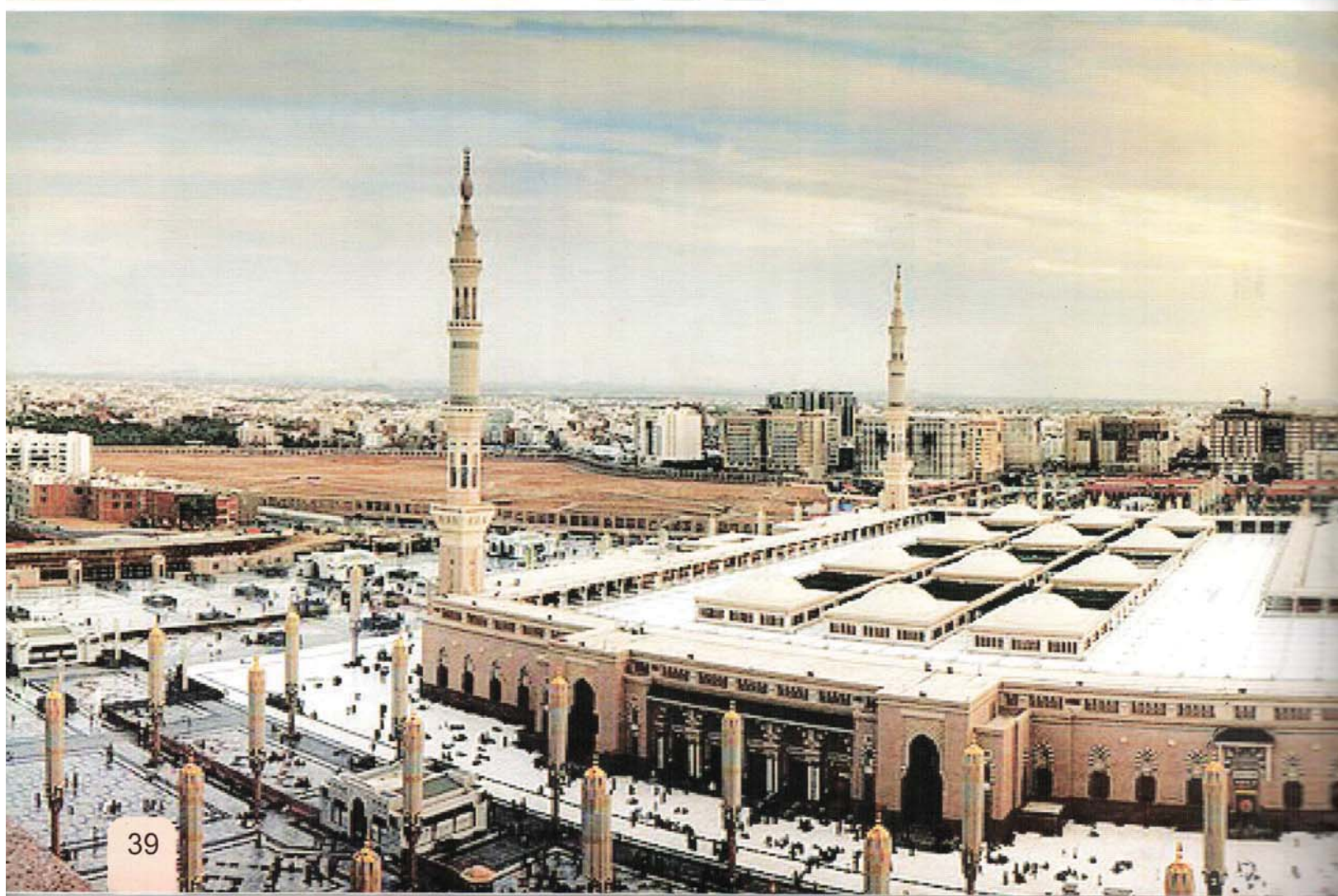
مدینہ منورہ میں عید الفطر کی خوشیاں
آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ میں بارش کا منظر
HOTEL
TOYOTA

فضائل مدینہ احادیث کی روشنی میں

قرآن حکیم کے بعد احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے مدینہ منورہ کی عظمت وفضیلت ملاحظہ کیجئے اور خوب غور سے پڑھیں اور محبت سے سرشار ہوکر اور سعادت سمجھ کر پڑھیں۔

1 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے تشریف لے گئے

أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَلَمَّا دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ بِهَا قَبْرِيْ وَبِهَا بَيْتِيْ وَتُرْبَتِيْ وَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ زِيَارَتُهَا ①

تو وہاں کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے۔

فائدہ:.... یقیناً ہر مسلمان پر مدینہ منورہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس پاک جگہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرے۔ اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جن کو وہاں کا قیام نصیب ہے کہ ہر وقت ان کو اس سعادت کے ساتھ اس حق کی ادائیگی بھی میسر ہے۔ ②

2 علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے وصال پر جب آپ کی تدفین مبارکہ کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف رائے ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کس جگہ دفنایا جائے تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک بہترین جملہ ارشاد فرمایا:

لَيْسَ فِي الْأَرْضِ بُقْعَةٌ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بُقْعَةٍ قَبْضِ نَفْسِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا کوئی بھی ٹکڑا اس ٹکڑے سے زیادہ محترم ومکرم نہیں جس جگہ محبوب خدا ﷺ کا وصال ہوا ہے۔ دنیا میں قائم مکمل خطہ زمین پر مدینۃ الرسول افضل ترین خطہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد تدفین کے متعلق فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے خود سنا ہے کہ نبی کا جہاں وصال ہوتا ہے وہیں اسی جگہ پہ اس کی تدفین ہوتی ہے۔

3 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْمَدِيْنَةُ قُبَّةُ الْإِسْلَامِ وَدَارُ الْإِيْمَانِ وَأَرْضُ الْهِجْرَةِ وَمُبَوَّءُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ

مدینہ، اسلام کا گنبد، ایمان کا گھر، ہجرت کی زمین اور حلال وحرام کا ٹھکانہ (اور سرچشمہ) ہے (یعنی یہاں وحی کے ذریعہ حلال وحرام کے احکامات نازل ہوتے ہیں) ③

امام مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے دنیا میں چار شہر جنت کے مساوی ہیں جن میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ ④

① اخرجه ابوداؤد كذا في الاتحاف فلينظر فلم اجده

② فضائل حج، ص 124

③ مجمع الزوائد: 643/3، كتاب الحج، باب فضل مدينة سيدنا رسول الله صلى عليه وسلم، حديث نمبر: 5777، قال الهيثمي رواه الطبراني

④ (كتاب البلدان، ص 37 بحواله كامل تاريخ مدينه منوره 51)

مدینہ کے لئے حضور ﷺ کی دعا

4 مکہ مکرمہ سے ہجرت کے موقع پر محبوب خدا ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جس سے بخوبی اندازلگایا جاسکتا ہے کہ مدینہ منورہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین خطہ ارض ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیَّ فَاَسْكِنِّیْ فِیْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیْكَ ❶

ترجمہ: ''اے رب قدوس! تو نے مجھے اس سرزمین سے ہجرت کا حکم دیا جو مجھے محبوب تھی اب ایسی جگہ پر مجھے ٹھہرا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو''

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے

5 حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَالْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ مِّنْ مَّكَّةَ ترجمہ: اور مدینہ مکہ سے افضل ہے❷

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم ہے

6 جس طرح مکہ مکرمہ کے حرم ہونے میں واضح دلائل وارشادات موجود ہیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے حرم ہونے میں بھی شواہد وارشادات ملتے ہیں کہ مدینہ منورہ حرم ہے❸

چنانچہ اس سلسلے میں احادیث ملاحظہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَھَا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَكَّةَ

ترجمہ: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دعا کی اور میں نے مدینہ منورہ کو اسی طرح حرم بنایا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو''۔❹

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی لِسَانِیْ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے مدینہ کو دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم بنایا ہے''۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ حَرَّمْتُ مَا بَیْنَ جَبَلَیْھَا مِثْلُ مَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَكَّةَ ❺

ترجمہ: ''اے اللہ! میں ان دو پہاڑوں کے درمیان جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا''۔

❶ رواہ الحاکم فی المستدرک
❷ وفاء الوفاء ج 1 ص 37
❸ خلاصة الوفاء ص 37، بخاری شریف ج 1 ص 251
❹ بخاری شریف ج 1 ص 251
❺ خلاصة الوفاء، ص 31

مدینہ منورہ محبوب ترین جگہ ہے

7 خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا یُقْبَضُ النَّبِیُّ اِلَّا فِیْ اَحَبِّ الْاَمْکِنَةِ اِلَیْهِ ❶

ترجمہ ''پیغمبر کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جو اسے زیادہ محبوب ہو''۔

اسی وجہ سے شیخ سمہودی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب اور پسند ہوگی وہ کیسے افضل ترین نہیں ہوگی۔

سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے محبت

8 سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے محبت کا اندازہ اس روایت سے لگا سکتے ہیں جس میں حضرت سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ جنت البقیع میں قبر کھودی جا رہی تھی جہاں امام الانبیاء نبی صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں ایک اور صاحب وہاں آئے اور قبر دیکھ کر کہنے لگے: مومن کے لئے یہ کیسی بری جگہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات ناگوار گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیسی بری بات کہی (غالبًا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ مومن کی قبر تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے اور تم اسے بری جگہ کہہ رہے ہو)

وہ صاحب عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی موت اپنے گھر میں واقع ہوئی ہے۔ انہیں اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش کرنا چاہیے تھا۔

پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہادت کے برابر تو کوئی چیز نہیں ہوسکتی لیکن ساری روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں مجھے اپنی قبر بنانا پسند ہو سوائے مدینہ منورہ کے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔❷

اللہ اللہ! وہ دھرتی کس قدر قابل رشک اور پرشکوہ ہے جس کے ریگ زاروں کو مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اوڑھنا، بچھونا اور مسکن بنانے کے لئے مضطرب اور بے تاب رہے۔

ان جذبات کا اظہار کوئی اتفاقیہ بات نہ تھی بلکہ مدینہ طیبہ کی خاک پاک کے ساتھ الفت و محبت تو ایک فطری تقاضا ہے۔ کیونکہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کا خمیر اسی خاک سے بنا تھا اور محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے۔

جس مٹی سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اسی میں اس کی تدفین ہوتی ہے۔

اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا:

جس مٹی سے مجھے پیدا کیا گیا ہے اسی مٹی سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی پیدا کیا گیا اور پھر اسی میں ہم دفن کئے جائیں گے۔❸

❶ رواہ ابویعلی ❷ موطا امام مالک ج 2: 550 ❸ کامل تاریخ مدینہ منورہ 63
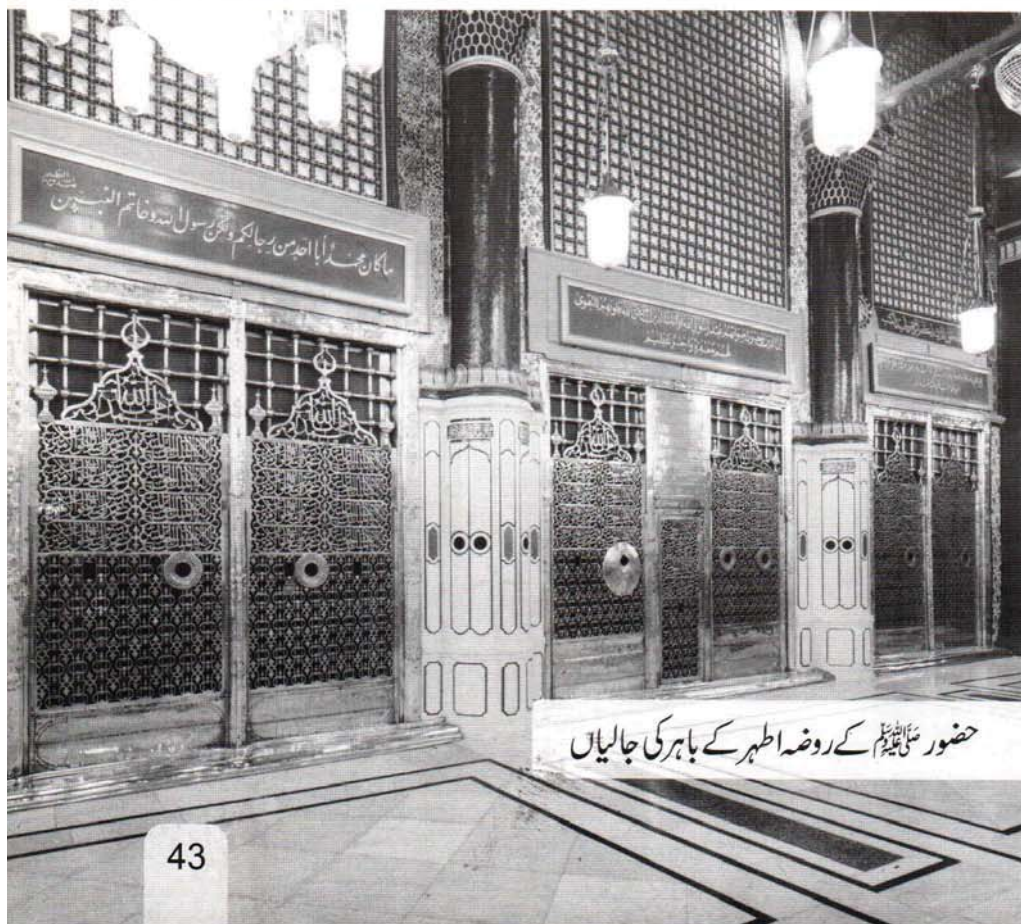
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے باہر کی جالیاں

مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین

9 مدینہ منورہ کے اس مقدس وبابرکت شہر کے بے شمار اوصاف حمیدہ اور خصائل شریفہ میں سے یہ بھی ایک انتہائی قابل رشک وصف ہے کہ رحمت کائنات، فخر زمین و زمان، خزینہ فیض و برکات، تاج الانبیاء ﷺ نے اس شہر طیبہ میں سکونت کی ترغیب اور حرص دلائی تاکہ اس پاک سرزمین کے انوارات وتجلیات سے فیضیاب ہوکر محشر کے ہولناک دن شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ کی شفاعت سے سرفراز ہوسکیں۔

اس شہر کے ذرے ہیں مہ و مہر سے بڑھ کر
جس شہر میں اللہ کے محبوب ﷺ کا گھر ہے

حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت محمدیہ کے علماء کا اجماع ہے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین مقدس کا وہ قطعہ ارض جس پر نبی کریم ﷺ آرام فرما ہیں وہ ساری کائنات بلکہ کعبہ شریف اور عرش سے بھی افضل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور اکثر علماء مدینہ منورہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقام مبارک محبوب خدا ﷺ آرام فرما ہیں وہ تو بے شک کعبہ شریف اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے لیکن کعبہ شریف مدینہ منورہ کے باقی حصہ سے اعلیٰ وافضل ہے۔ [1]

مدینہ طیبہ کی افضلیت کی وجوہات کچھ یوں ہیں:

مدینہ باسکینہ جسے رحمۃ للعالمین ﷺ کا دار الہجرت، مسکن اور آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے، جو کہ فیوض و برکات کا مرکز، کمالات کا روشن سرچشمہ، جس میں انوارات وتجلیات کا ظہور اور فقید المثال فتوحات کا آغاز بھی ہوا ہے۔

اس شہر کی خوبیوں کے دل آویز تذکرہ سے ایمان میں تروتازگی، روح کو مستی اور قلب کو سرور وشادمانی نصیب ہوتی ہے۔ آئیے شہر مصطفیٰ ﷺ کی فضلیت کے ایمان افروز ذکر سے سرور کی کیفیت ولذت حاصل کریں۔

مدینہ منورہ کی خاک پاک کے روشن ذرات کو اس اعزاز پر بجا طور پر ناز ہے کہ میرے آقا ﷺ کا وجود باوجود انہی سے معرض وجود میں آیا اور اسی خاک کو رحمۃ للعالمین ﷺ کے گوہر عنصر شریف کا صدف بننے کا شرف نصیب ہوا۔

محبوب خدا ﷺ کا قلب اطہر اس دیس کی محبت سے لبریز تھا جس کا اظہار آپ کے اعمال واقوال سے ہوتا رہتا تھا۔ میرے آقا ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ طیبہ کے درودیوار پر نظر پڑتے ہی جذباتی انداز میں سواری کو خوب تیز کرتے تاکہ جدائی کی دل سوز گھڑیاں ختم ہوکر ملاپ کی روح پرور ساعت جلد نصیب ہو۔ [2]

آپ کے قلب اطہر میں اس ارض مقدس کی گردوغبار اور ریگ زاروں کے ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ اگر رحمت کائنات ﷺ کے روشن چہرہ پر یہ لگ بھی جاتے تو انہیں صاف نہیں فرماتے تھے۔ [3]

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی گردوغبار چہرہ یا سر گردوغبار کی وجہ سے چھپاتا تو آپ ایسا کرنے سے منع فرماتے اور یہ ایمان افروز خوش خبری سناتے کہ اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ منورہ کی خاک میں ہر بیماری کی شفا ہے حتی کہ کوڑھ اور برص جیسے موذی اور لاعلاج امراض کے لئے بھی باعث شفا ہے۔ [4]

[1] وفاء الوفاء جلد 1۔ فصل نمبر 1 [2] بخاری شریف 253/1 [3] حوالہ مسلم شریف 370/1 [4] جمع الفوائد ج 1 ص 201

مدینہ منورہ میں حاضر نہ ہونے والے ظالم ہیں

10 عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ ❶

حضرت نافع رحمۃ اللہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (استغفراللّٰہ)

اس حدیث شریف سے مدینہ منورہ کی عظمت مزید بڑھ جاتی ہے اور اس سے وہ لوگ سبق سیکھیں جو بڑی بے نیازی سے کہہ دیتے ہیں جی کیا ہو گیا اگر مدینہ منورہ میں حاضری نہ ہوئی کیونکہ یہ کونسا حج کا اہم رکن ہے۔

میری موت وحیات یکساں ہیں

11 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقید حیات و وصال اپنی زیارت کو یکساں قرار دیا ہے کہ جس طرح دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد کوئی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے گویا وہ حیات طیبہ میں زیارت کا شرف حاصل کر رہا ہے لیکن فرق زیارت کرنے والے کے اعمال کا ہے اور دل کی اُن آنکھوں کا ہے جو اس کی زیارت کے متحمل ہوسکیں۔ اس سے متعلق حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِيْ وَاَنَا حَيٌّ ❷

حضرت سعید مقبری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے مجھے بقید حیات دیکھا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ استاذ ابومنصور بغدادی اور محققین کی ایک بڑی جماعت نے برملا اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مبارک میں زندہ اور اپنی امت کے حالات سے باخبر ہیں وہ فرماتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ عام اہل قبور کو بھی سننے کا ملکہ سماع حاصل ہوتا ہے۔

❶ (خلاصۃ الوفاء، ص 60 راحۃ القلوب، ص 206)

❷ خلاصۃ الوفاء ص 61

شانِ مدینہ بزبانِ نبوت

12 حضور اکرم ﷺ نے خود بزبانِ نبوت مدینہ منورہ کے بارے میں فرمایا:

اَلْمَدِیْنَۃُ مُھَاجَرِیْ وَفِیْھَا مَضْجَعِیْ وَمِنْھَا مَبْعَثِیْ حَقِیْقٌ عَلٰی اُمَّتِیْ حِفْظُ جِیْرَانِیْ مَا اجْتَنَبُوا الْکَبَآئِرَ مَنْ حَفِظَھُمْ کُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْھُمْ سَقِیَ مِنْ طِیْنَۃِ الْخَبَالِ ❶

ترجمہ: مدینہ میری ہجرت گاہ اور میری خواب گاہ ہے اور (قیامت کے دن) یہیں سے میرا اٹھنا ہے لہٰذا میری امت پر میرے پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت لازم ہے جبکہ وہ کبائر سے بچیں تو جس نے ان کے حقوق کی حفاظت کی میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع بنوں گا اور جس نے ان کے حقوق کی حفاظت نہ کی اس کو (دوزخ میں) پیپ اور خون پلایا جائے گا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ نے مدینہ میں رہنے والوں سے محبت کے اظہار کی وجہ حبیبِ خدا ﷺ کو قرار دیا ہے:

شعر: فَیَا سَاکِنِیْ اَکْنَافِ طَیْبَۃَ کُلُّکُمْ
اِلَی الْقَلْبِ مِنْ اَجْلِ الْحَبِیْبِ حَبِیْبٗ ❷

ترجمہ: ''اے مدینہ طیبہ کے رہنے والو! تم سب کے سب میرے دل کو حبیبِ خدا ﷺ کی وجہ سے محبوب ہو''۔

مدینۃ الرسول شفاخانہ ہے

13 امام ابن بخار رحمۃ اللہ علیہ، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، زریں رحمۃ اللہ علیہ اور ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کو بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے مدینہ منورہ کے غبار سے منہ ڈھانپا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَنَّ فِیْ غُبَارِھَا شِفَآءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ ❸

ترجمہ: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مدینہ منورہ کے غبار میں شفا ہے۔

مدینہ کے پہاڑ

مدینہ، مدینہ، مدینہ بڑا لطف دیتا ہے نام مدینہ
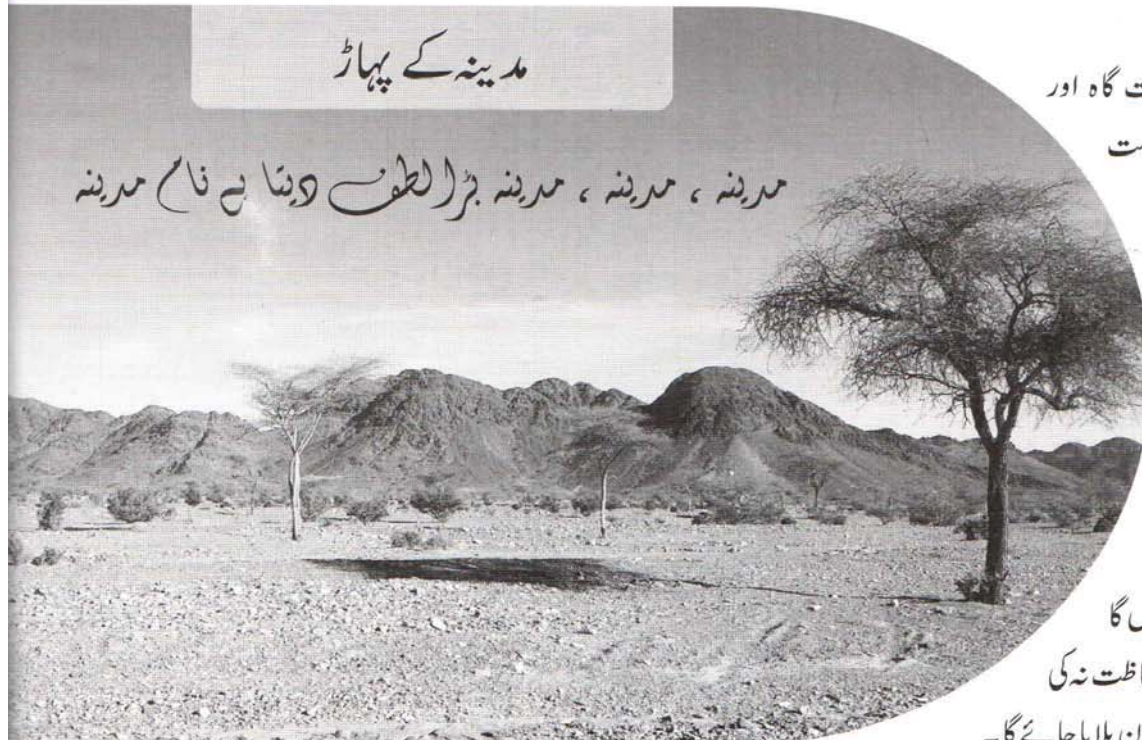
میری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کردے غبارِ مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

عَنْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ غُبَارُ الْمَدِیْنَۃِ یُطْفِئُ الْجُذَامَ ❹

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ مدینے کا غبار کوڑھ پن کو ختم کر دیتا ہے۔

---

❶ وفاء الوفاء ج 1 ص 33 جذب القلوب ص 31
❷ زرقانی علی المواھب ج 8ص 332 مطبوعہ الازھریہ مصر 1328ھ
❸ خلاصۃ الوفاء: 28
❹ خلاصۃ الوفاء، ص 28

مدینہ کی پاک مٹی روحانی اور جسمانی امراض کیلئے شفا

14 وہ ارض مقدس جہاں پہنچ کر مہلک روحانی امراض میں مبتلا بیمار شفایاب ہوتے ہیں۔ ایسے ہی وہاں حکیم مطلق اور کارساز عالم نے جسم وجاں کی ظاہری امراض کے لئے مدینہ طیبہ کی خاک پاک کو اکسیر بنادیا ہے۔ رحمت کائنات ﷺ جب کسی بیمار کو جھاڑ پھونک کرتے تو اپنے مقدس کلام کے ساتھ مدینہ کی خاک پاک بھی شامل کرلیتے تھے۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہوجاتا یا کسی کو زخم لگتا تو رحمت کائنات ﷺ اپنی انگلی (انگشت شہادت) زمین پر رکھ کر بیمار کو ان الفاظ کے ساتھ جھاڑ پھونک کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةَ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يَشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا

ترجمہ: ''اللہ کے نام کے ساتھ! ہمارے ملک کی مٹی سے ہم میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفایاب ہوجائے گا''۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے آپ نے انہیں دم کیا۔ پھر بطحان کی مٹی ایک پیالہ میں ڈالی اور پانی ڈال کر بیمار پر چھینٹے مارے۔[2]

اس حدیث میں ارض سے مدینہ طیبہ کی مٹی مراد ہے جو مخصوص برکات کی حامل ہے۔ رحمت کائنات ﷺ اپنی انگشت شہادت کو لعاب دہن لگا کر زمین پر رکھتے تاکہ مٹی لگ جائے پھر مذکورہ دعا پڑھ کر زخم والی جگہ یا بیمار پر پھیر دیتے تھے۔

سیدنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حبیب خدا ﷺ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مدینہ منورہ کی خاک میں ہر ایک بیماری کی شفا ہے۔[3]

جن علماء کرام کے نزدیک حرم شریف سے مٹی لینا جائز نہیں، انہیں بھی اس خاص جگہ کی مٹی کی خصوصیت کا انکار نہیں ہے جیسا کہ امام ابن النجار المتوفی 643ھ لکھتے ہیں۔

''اس جگہ سے لوگ آج تک برابر مٹی لے جاتے رہتے ہیں اور تجربہ کرکے آپ کے ارشادات کو بالکل صحیح پاتے ہیں۔ اب وہاں گڑھا بن گیا ہے میں نے بھی وہ گڑھا دیکھا اور مٹی حاصل کی''۔[4]

شیخ مجدالدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ میرا غلام ایک سال تک مسلسل بخار میں مبتلا رہا۔ بالآخر میں نے اس جگہ سے مٹی حاصل کی اور پانی میں ڈال کر اس پر چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہی دن میں شفا عطا فرمادی۔[5]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی 1052ھ فرماتے ہیں کہ اس سے طریقہ علاج اور تجربہ اور مشاہدہ کرکے مجھے بھی شرف حاصل ہوا ہے میں جس زمانہ میں مدینہ باسکینہ کے قیام سے سرفراز ہوا۔ میرے پاؤں میں ایسا مہلک ورم آگیا کہ تمام حکیم اور اطباء نے اتفاق رائے سے اسے ہلاکت کی علامت قرار دیا۔ مگر میں نے اس پاک اور محترم مٹی سے اپنا علاج شروع کردیا اور تھوڑے ہی دنوں میں آسانی اور سہولت کے ساتھ اس مہلک مرض سے چھٹکارا مل گیا۔[6]

1. مسلم شریف ج 2: 223
2. ابوداؤد شریف کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی ج 2: 96
3. جمع الفوائد 201/1 الترغیب والترھیب جلد 114/3
4. اخبار مدینہ 280
5. وفاء الوفاء 48/1
6. جذب القلوب 29 وکامل تاریخ المدینہ المنورہ صفحہ 73

مدینہ طیبہ کی پاک مٹی اور اہل علم

غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجُذَامِ

ترجمہ: "مدینہ کے غبار میں کوڑھ سے شفاء ہے"۔ ❶

مدینہ طیبہ کی پاک مٹی کی خصوصیات کے بارے میں اہل علم میں سے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ اس کا غبار جذام اور برص کے مریض کے لئے خصوصیت سے باعث شفاء ہے۔ اس کے ساتھ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے حالات بھی لکھے ہیں جن کو برص کی بیماری تھی اور خاک مدینہ ملنے سے شفایاب ہوئے بلکہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی مٹی ہر مرض کے لئے باعث شفا ہے۔ ❷

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس ناکارہ کا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی دعا کے ساتھ طاعون کی گلٹی کے لئے بھی نافع رہی ہے۔

وفاء الوفاء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی مٹی میں ہر بیمار کا علاج ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ مدینہ منورہ کی مٹی میں شفا ہے لیکن وہ شخص جو شفا کا منکر ہو اس کو نفع نہیں دیتی۔ ❸

مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں سلامتی

15 امام مسلم رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ مِّمَّا بَيْنَ لَا بَتَيْهَا حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ يَضُرَّ شَيْءٌ حَتّٰى يُمْسُ

ترجمہ: جو شخص صبح کو مدینہ منورہ کی سات عجوہ کھجور کھائے اسے اس دن کوئی شئے نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ ❹

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت قیامت میں شفاعت

سرور کونین فخر العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

مَنْ زَارَنِيْ فِي الْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كَانَ فِيْ جِوَارِيْ وَكُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو شخص مدینہ میں آ کر میری زیارت ثواب کی نیت سے کرے (یعنی کوئی اور غرض نہ ہو) وہ میرے پڑوس میں ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کا سفارشی ہوں گا۔

فائدہ: .... اس حدیث میں بعض علماء نے جوار کو جیم کے پیش سے بتایا ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ شخص میرے عہد اور میری پناہ میں ہوگا۔ اس ہولناک اور خوفناک دن میں کوئی شخص اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آ جائے اس سے بڑھ کر اور کیا دولت ہو سکتی ہے۔ ❺

❶ وفاء الوفاء ❷ فضائل حج 267 ❸ زرقانی علی المواہب ج 8 ص 335 ❹ خلاصۃ الوفاء ص 29 ❺ فضائل حج ص 123 تا 125

روز قیامت حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے مستحقین

16 قیامت کے دن سب سے پہلے رسالت مآب ﷺ کے شفاعت کے مستحق کون ہونگے؟ اس بارے میں خود رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"قیامت کے دن میری امت میں سے جنہیں سب سے پہلے میری شفاعت کا شرف حاصل ہوگا۔ وہ مدینہ طیبہ کے خوش بخت لوگ ہوں گے، ان کے بعد اہل مکہ اور پھر طائف والوں کی شفاعت کی جائے گی۔" [1]

اسی وجہ سے میرے آقا محسن انسانیت ﷺ کی یہ تمنا اور آرزو قابل تقلید ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سفر آخرت کی دعا کر تے ہیں۔ اسی کی خاک پاک کو اپنی قبر مبارک کے لئے پسند فرماتے ہیں۔

سید نا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

جو آدمی مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں فوت ہوا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے امن والے لوگوں میں اٹھائیں گے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس کی شفاعت کرنا مجھ پر لازم ہو جاتا ہے۔ [2]

آپ کے جسم انور کے مدینہ طیبہ میں موجود ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہر آن اور ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں وہ کسی اور جگہ کہاں نازل ہوتی ہیں؟ نیز شریعت مطہرہ اور اس کے تمام احکام کی تکمیل اسی بابرکت شہر میں ہوئی، تمام فتوحات اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کا حصول یہیں ہوا، اسلام کو شان و شوکت اور قوت و عظمت یہیں حاصل ہوئی، اول و آخر کی نیکیاں اور ہدایت و نورانیت کے چشمے یہیں سے جاری ہوئے اور یہیں وہ جبل احد ہے جو حضور اکرم ﷺ کا محبوب ترین پہاڑ ہے اور یہیں وہ جنۃ البقیع ہے جس میں آپ کے جگر کے ٹکڑے ازواج مطہرات اور تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بے شمار اولیاء و صلحاء رحمہم اللہ آرام فرما ہیں۔ اور یہیں وہ مسجد نبوی شریف ہے جس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے اور یہیں وہ مسجد قبا شریف ہے جس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

محبوب خدا ﷺ کے جسد انور و اطہر کی تخلیق جس خاک پاک سے ہوئی اور پھر جس کے افق پر رسالت کا آفتاب عالم طلوع ہوا اور بالآخر اسی کی گود میں آغوش پذیر ہوا۔ اس خاک کی شان اور بلندی مقام کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ [3]

[1] جامع الصغیر ج 1 ص 111 [2] سنن الکبریٰ 2245/5 کنز العمال 271/12 [3] کامل تاریخ المدینہ المنورہ صفحہ 64

مدینہ منورہ میں اعمال صالحہ کی فضیلت

17 جس طرح مدینہ طیبہ خود افضل اور محترم و مکرم ہے ایسے ہی وہاں ادا ہونے والا ایک ایک عمل بھی فضیلت کے اعلیٰ مقام کے لائق ہے۔ مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت اور اس میں اجر وثواب کی زیادتی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ البتہ پورے حرم مدینہ میں نماز کی یہ فضیلت ہے یا نہیں؟ اسی طرح شہر مدینہ میں نیک اعمال کی کوئی خاص فضیلت ہے اور اس کے اجر وثواب میں غیر حرم کے مقابلے میں اضافہ بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں اگر چہ بعض صریح روایات ہیں لیکن وہ سنداً ضعیف ہیں ایک حدیث حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ اس طرح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَمَضَانُ بِالْمَدِيْنَةِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ رَمَضَانَ فِيْمَا سِوَاهَا مِنَ الْبُلْدَانِ وَجُمْعَةٌ بِالْمَدِيْنَةِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ جُمْعَةٍ فِيْمَا سِوَاهَا مِنَ الْبُلْدَانِ

ترجمہ: مدینہ میں رمضان گزارنا دیگر شہروں میں رمضان گزارنے سے ہزار گنا بہتر ہے اور مدینہ میں جمعہ ادا کرنا دیگر شہروں میں جمعہ سے ہزار گنا بہتر ہے۔

مدینہ منورہ کے لئے نبوی دعائیں

18 مدینہ منورہ کو جہاں یہ شرف حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ اور مسکن رہا، وہیں مدینہ کی یہ سعادت اور عظمت وفضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مدینہ منورہ کے لئے دعائیں کیں اور نہایت اہتمام سے مختلف چیزوں کی دعائیں کیں۔ مدینہ سے محبت کی دعا، وہاں سے وباء کی منتقلی اور صحت بخش آب وہوا کے لئے دعا، مدینہ کے پھل ترکاری، کھانے پینے اور ناپنے تولنے والی اشیاء میں برکت کی دعا اور وہ تمام دعائیں کیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لئے کی تھیں بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ دعائیں کیں اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں مکہ مکرمہ کے بارے میں قبول ہوئیں جس کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی مدینہ منورہ کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پاگئیں جس کا مشاہدہ آج بھی ہوتا ہے۔
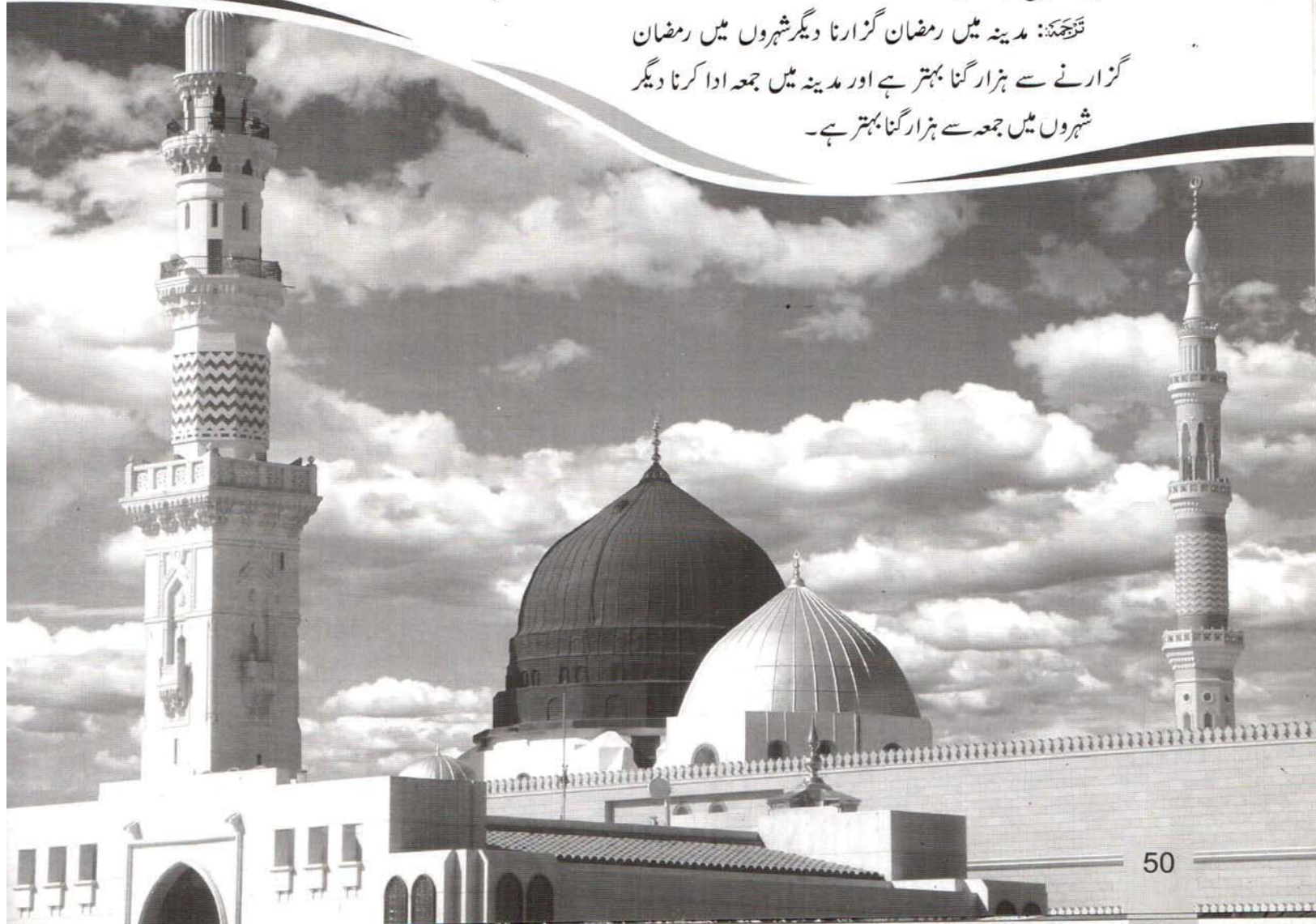
مدینہ منورہ سے محبت کی دعا

انسان کو اپنے وطن سے جہاں وہ پلا بڑھا فطری طور پر محبت ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ رسول اللہ ﷺ کا اور اسی طرح مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نہ صرف وطن تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نہایت محبوب شہر تھا، ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مکہ شہر سے خطاب کر کے کہا تھا کہ مجھے علم ہے کہ تو اللہ کے نزدیک محبوب شہر ہے اگر تیری قوم اور یہاں کے رہنے والے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں یہاں سے نہ نکلتا اور کسی دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔ دین کی خاطر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور طبعی طور پر مکہ وطن کی یاد بھی ستانے لگی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مدینہ منورہ سے محبت کی دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمیں مدینہ سے ایسی محبت عطا فرما جیسی مکہ سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اس سلسلے میں اوپر ایک نبوی دعا گزر چکی اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ وضو فرمایا پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زمین پر جو کہ سقیا (جگہ کا نام) کے گھروں کے پاس تھی نماز پڑھی اور یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُكَ وَعَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ دَعَاكَ لِاَهْلِ مَكَّةَ وَاَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَدْعُوْكَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِثْلَ مَادَعَاكَ بِهٖ اِبْرَاهِيْمُ لِمَكَّةَ نَدْعُوْكَ اَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ وَثِمَارِهِمْ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ وَاجْعَلْ مَابِهَا مِنْ وَبَاءٍ بِخُمٍّ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَمَا حَرَّمْتَ عَلٰى لِسَانِ اِبْرَاهِيْمَ الْحَرَمَ

ترجمہ: اے اللہ! بے شک ابراہیم (علیہ السلام) تیرے خلیل، تیرے بندے اور تیرے نبی ہیں انہوں نے آپ سے اہل مکہ کے لئے دعا کی اور میں محمد (ﷺ) تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) نے تجھ سے مکہ (اور اہل مکہ) کے لئے دعا کی (اے اللہ!) ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ان کے لئے (اہل مدینہ کے لئے) برکت عطا فرما ان کے صاع میں اور ان کے مد میں اور ان کے پھلوں میں۔ اے اللہ! ہمیں مدینہ سے محبت عطا فرما جس طرح تو نے ہمیں مکہ سے محبت دی اور اس کی (مدینہ کی) وباء کو خم (جگہ کا نام) میں ڈال دے۔ اے اللہ! میں نے اس (مدینہ) کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو حرام قرار دیا جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) کی زبان سے مکہ کو حرام کیا''۔

حضور ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور مدینہ شہر رسول اللہ ﷺ کا محبوب ترین اور پسندیدہ شہر ہوگیا یہاں کی ہر چیز سے نبی اکرم ﷺ کو محبت تھی اس محبت کا اظہار مختلف موقعوں پر آپ کے طرز عمل اور احوال وافعال سے ہونے لگا۔ ❶

رسول اللہ ﷺ کی دعا مبارک کا نتیجہ کہ دنیا کے اطراف میں ہر مخلص مومن کے دل میں مدینہ منورہ کی محبت سمائی ہوئی ہے۔ ❷

❶ مجمع الزوائد: 654/3، كتاب الحج، باب جامع في الدعاء لها (اى للمدينة)، حديث نمبر: 5812، قال الهيثمي رواه احمد ورجاله رجال الصحيح، مسند احمد (مسند الانصار، حديث ابى قتادة الانصارى) حديث نمبر: 23007 ❷ تاریخ مدینہ منورہ، ص 491

مدینہ منورہ کی محبت میں سواری کو تیز کرنا

19 محبوب کائنات حبیب رب العالمین ﷺ کے مدینہ سے محبت کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَانِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا

''نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو مدینے کی دیواروں کو دیکھ کر سواری کو تیز کرتے اور جانور پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے۔'' ❶

ایک موقع پر سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے علاوہ روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اور میری قبر مبارک بھی وہی ہو، حتیٰ کہ مکہ میں موت کو بھی آپ نے پسند نہیں کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو یوں فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَايَانَا بِهَا حَتّٰى تُخْرِجَنَا مِنْهَا

ترجمہ: ''اے اللہ! ہماری موت یہاں نہ رکھ یہاں تک کہ یہاں سے ہمیں نکال دے''۔ ❷

محبوب خدا ﷺ کی وفات کے بعد تدفین میں اختلاف

میرے آقا اور مولا محبوب رب العالمین ﷺ جب اس دارفانی سے پردہ فرما گئے تو تدفین کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟

تو امام المسلمین خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کن رائے دی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بھی نبی کی روح کو اس جگہ قبض فرماتا ہے جہاں اسے دفن کیا جانا پسند ہوتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک کی جگہ ہی (جہاں آپ کا انتقال ہوا) آپ کو دفن کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ دعا مشہور ومعروف ہے کہ اے اللہ! مجھے تو اپنے راستہ میں اور اپنے رسول (ﷺ) کے شہر (مدینہ منورہ) میں شہادت کی موت نصیب فرما۔ الغرض مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی بے شمار نظیریں اور مثالیں حدیث وسیرت کی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ❸

❶ بخاری شریف حدیث 1886
❷ مجمع الزوائد جلد 465/5
❸ ترمذی شریف کتاب الجنائز حدیث 1018

مدینہ منورہ میں ایک کا کھانا دو کے لئے کافی

20 خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں مہنگائی ہوگئی اور لوگ مشقت میں پڑ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر و تحمل سے کام لو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے صاع و مد (پیمانوں) میں برکت کی دعا مانگی ہے۔ تم مل جل کر کھانا کھایا کرو ایک آدمی کا کھانا دو کو کفایت کر جائے گا اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا پانچ چھ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ اکٹھے رہنے میں برکت ہے جو مدینہ کی مشکل اور سختی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا اور شفاعت کروں گا۔ اور جو اس سے اعراض کر کے چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص اس میں بھیج دے گا۔ اور جو کوئی مدینے کے خلاف سازش کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو پانی میں نمک کی طرح پگھلا دے گا۔ ❶

یہ مدینہ کی عظمت اور فضیلت ہے کہ وہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب شہر ہے بلکہ اہل ایمان کے دلوں میں بھی اس کی محبت رچی بسی رہتی ہے اور وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہیں حرمین شریفین کی زیارت اور اس کے دیدار کے لئے بے چین و بے تاب رہتے ہیں کہ کم از کم ایک دفعہ ہی سہی ان مقدس مقامات کی زیارت ہو جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کے لیے جو دعائیں مانگی ہیں اس سے فیضیاب ہو سکیں۔

مدینہ مبارکہ کے لئے خیر و برکت کی دعا

21 مدینہ منورہ وہ مبارک شہر ہے جس کے لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حساب برکت کی دعائیں کیں یہاں کے نہ صرف پھل ترکاری اور کھانے پینے کی اشیاء بلکہ مدینہ کی ہر چیز کو آپ کی دعا شامل ہے۔ بعض احادیث میں یہ صراحت ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح اور جتنی دعا مکہ کے لئے کی اتنی دعا بلکہ اس سے زیادہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لئے کی۔

مکہ مکرمہ اور اہل مکہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں سے ایک اہم دعا یہ ہے کہ اے اللہ! تو یہاں کے رہنے والوں کو ہر طرح کے پھلوں سے روزی عطا فرما، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اہل مدینہ کی روزی اور اس میں خیر و برکت کے لئے جو دعائیں کیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَاجَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ ❷

ترجمہ: اے اللہ! مکہ سے مدینہ کو دوگنی برکت عطا فرما۔

اس سلسلے کی احادیث اس کثرت سے ہیں کہ یہاں اس کا احاطہ یقیناً طوالت کا باعث ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت یہاں کے صاع اور مد میں برکت کی دعا فرمائی کبھی ان الفاظ میں کہ اے اللہ! ہمارے مدینہ کے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔

مد اور صاع دونوں پیمانے ہیں جن سے اشیاء ناپی جاتی تھیں اور ان پیمانوں میں برکت کی دعا سے ظاہر یہی ہے کہ ان کھانے پینے کی چیزوں میں برکت کی دعا ہے جو ان پیمانوں سے ناپی جاتی تھیں اس طرح مدینہ کے ہر طرح کے غلہ اور اناج میں برکت کی دعا کو یہ لفظ شامل ہے۔ یعنی مدینہ کے علاوہ ایک مد اور ایک صاع غلہ وغیرہ جتنے لوگوں کے لئے کفایت کرے مدینہ کے ایک مد اور ایک صاع غلہ میں اتنی برکت ہو کہ وہ اس سے زیادہ لوگوں کے لئے کافی ہو جائے۔ مد اور صاع میں برکت کی نبوی دعاء اتنی جامع ہے کہ اس میں وہ تمام اشیاء شامل ہو گئیں جو مد اور صاع سے ہو کر گزرتی ہیں۔ ❸

❶ مجمع الزوائد 306/3 ❷ تاریخ مدینہ منورہ
❸ حرمین شریفین فضائل آداب 263

مدینہ منورہ کی آب وہوا کے لیے پیارے نبی ﷺ کی دعا:

22 اسلام سے قبل جزیرہ نما عرب میں آب وہوا کی خرابی کے لحاظ سے مدینہ مشہور تھا۔

چنانچہ جب رحمت کائنات ﷺ وبائی بیماریوں اور مہلک امراض کے بارے میں مشہور شہر میں قدم رنجہ فرما ہوئے تو وہاں کی آب وہوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موافق نہ آئی اور اکثر مسلمان بیماری میں مبتلا ہو گئے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وباؤں والا شہر تھا۔ اس میں بطحان نامی ایک نالہ میں ہر وقت بدبو دار پانی بہتا تھا۔ حضور انور ﷺ نے کفار کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کرے جنہوں نے ہمیں ہمارے وطن سے وباء کی زمین کی طرف دھکیل دیا ہے یا اللہ! تو مدینہ کی محبت سے ہمارے دلوں کو لبریز فرما دے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

جب رحمۃ للعالمین ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے (بلکہ اکثر صحابہ بیمار پڑ گئے تھے) میں دونوں کی خدمت میں مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئی میرے والد گرامی قدر کو جب بخار چڑھ آتا تو یہ شعر پڑھتے تھے:

كُلُّ امْرِئٍ يُصَبَّحُ فِيْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر آدمی اپنے اہل و عیال میں صبح کرتا ہے
حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی قریب ہے

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان دونوں کی حالت سے شفیع المذنبین ﷺ کو آگاہ کیا جس پر آپ نے یوں دعا فرمائی۔

یا اللہ! مکہ مکرمہ کی محبت سے کہیں زیادہ مدینہ باسکینہ کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے اور اس کی آب وہوا کو صحت افزا بنا دے اور اس کے مد اور صاع میں ہمارے لیے برکت عطا فرما۔ اور اس کے بخار کو یہاں سے منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے۔

ایک اور روایت میں جحفہ کے بجائے خم کا لفظ مروی ہے۔ یہ دونوں قریب قریب واقع یہود کی دو بستیاں تھیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید کائنات ﷺ نے ایک مرتبہ خواب میں بکھرے ہوئے بالوں والی ایک سیاہ فام عورت دیکھی جو مدینہ منورہ سے نکل کر بھاگ رہی ہے اور پھر جحفہ جا ٹھہری۔ سرور کائنات ﷺ نے اس خواب کی تعبیر اس طرح ارشاد فرمائی کہ مدینہ طیبہ کی وباؤں کو جحفہ میں پہنچا دیا گیا۔[1]

الغرض ابتدائے ہجرت میں مہاجرین پر مدینہ کی آب وہوا کا ایسا مضر اثر پڑا کہ تقریباً سب بیمار ہو گئے صرف چند اشخاص صحت مند تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نماز ہوتے تھے یہاں تک کہ آپ نے محض صحت کی حفاظت کے خیال سے حمی اور عرض مقام کی طرف منتقل ہونا چاہا اسی ضمن میں محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا: اگر حمی میں سانپوں کی کثرت نہ ہوتی تو کتنا بہتر مقام تھا اور عرض کے متعلق فرمایا کہ وہ مدینہ منورہ سے بہت زیادہ صحت بخش مقام ہے۔

لیکن خداوند تعالیٰ نے اس تھوڑی سی آزمائش کے بعد مدینہ کو آپ کی برکت سے نہایت صحت بخش مقام بنا دیا اور اس کی آب وہوا کو بے حد لطیف، صحت افزا اور خوشگوار بنا دیا۔

محبوب خدا ﷺ کی مقدس اور مقبول دعاؤں کی بدولت دنیا جہاں کی نعمتیں اور برکتیں سمٹ کر اس خوبیوں والے شہر میں جمع ہو گئیں اور مہلک امراض اور وباؤں نے وہاں سے رخت سفر باندھ لیا۔

مدینہ طیبہ کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس کی ہوا نہایت پاکیزہ ہے اور اس شہر میں عطر کی خوشبو سے ایک ایسا نفیس اضافہ ہو جاتا ہے جو مدینہ طیبہ کے سوا کسی دوسرے شہر میں نہیں پایا جاتا۔ اور اس کی کھجور کی مثل کسی دوسرے شہر میں کھجور نہیں پائی جاتی۔[2]

[1] الترغیب و الترہیب 127/3 [2] تاریخ حرمین 264، و معجم البلدان 426/7

مدینہ منورہ میں طاعون داخل نہ ہوگا

23 مختلف وباؤں اور بیماریوں میں سے طاعون ایک مہلک مرض اور وبائی بیماری ہے جو لمحوں میں بے شمار لوگوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی ہے، مدینہ منورہ کی دیگر خصوصیات کے ساتھ ایک اہم خصوصیت اور فضیلت یہ ہے کہ یہاں کبھی طاعون داخل نہ ہوگا بعض احادیث میں مطلقاً یہ بات بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ منورہ کی حفاظت پر فرشتے مقرر ہیں وہ مستقل مدینہ کے ہر راستہ پر متعین ہیں اور مدینہ کی حفاظت پر مامور ہیں جب کہ بعض احادیث میں طاعون اور دجال کے بارے میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ یہ دونوں مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتے کیوں کہ فرشتے ہر طرف سے اس کی حفاظت پر مقرر ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَةِ مَلَائِکَةٌ لَا یَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ

"مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوں گے"۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک اور طویل حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ مروی ہیں:

اِنَّ الْمَدِیْنَةَ مُشَبَّکَةٌ بِالْمَلَائِکَةِ عَلٰی کُلِّ نَقَبٍ مِّنْهَا مَلَکَانِ یَحْرِسَانِهَا لَا یَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ

ترجمہ: "بلاشبہ مدینہ فرشتوں سے گھرا ہوا ہے اس کے ہر راستہ پر دو فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوں گے"۔ [2]

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں کہ ہم محسن انسانیت ﷺ کے ساتھ نکلے تو آپ وادی عسفان میں ٹھہر گئے اور وہاں کئی دن قیام فرمایا تو کچھ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا ہم یہاں کچھ بھی نہیں کر رہے اور ہمارے گھر خالی ہیں، ہماری عورتیں تنہا ہیں، ہم اپنے گھروں کو محفوظ و مامون نہیں سمجھتے۔

یہ خبر سن کر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مدینہ منورہ کی ہر گلی اور ہر راستے پر دو دو فرشتے پہرہ دے رہے ہیں (لہذا کوئی خطرہ نہیں) اور وہ ہمارے واپس مدینہ منورہ آنے تک پہرہ دیتے رہیں گے اس کے بعد رمایا مقام پر چلیں گے پھر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا اور ہم جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے ابھی ہم نے سامان رکھا بھی نہ تھا کہ بنو غطفان حملہ آور ہو گئے۔ [3]

مدینہ منورہ پر فرشتوں کی چھاؤں

24 مدینہ منورہ کے فضائل اور کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ کے ساتھ مدینہ منورہ کو بھی فرشتوں نے اپنے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے:

اَلْمَدِیْنَةُ وَمَکَّةُ مَحْفُوْفَتَانِ بِالْمَلٰئِکَةِ

ترجمہ: مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کو فرشتوں نے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے۔ [4]

[1] بخاری: ابواب فضائل المدینة، باب لایدخل المدینة الدجال، حدیث نمبر 1880
[2] مجمع الزوائد، 663/3، کتاب الحج، حدیث نمبر 5833، مسند احمد، حدیث نمبر 8355-1593
[3] مسلم شریف صفحہ 443/1۔ مشکوۃ شریف صفحہ 536
[4] خلاصة الوفاء ص 26

مدینہ منورہ میں تکلیف پر صبر کا اجر

25 مدینہ منورہ میں کسی تکلیف و مشقت پر صبر کرنے والے کے اجر کے متعلق ارشاد رسول ﷺ ہے:

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِهَا کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا وَشَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ❶

سیّد المرسلین ﷺ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص مدینہ میں قیام کرے اور وہاں کی تنگی اور تکلیف پر صبر کرے میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکہ مکرمہ یا حرم مدینہ میں مرجائے گا وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔

فائدہ:..... متعدد روایات میں یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرا پڑوسی ہے۔ ارادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محض اسی ارادہ سے آیا ہو یہ نہ ہو کہ سفر تو کسی دنیوی غرض سے تھا راستہ میں چلتے زیارت بھی کر لی۔

اسی طرح مدینہ منورہ کے قیام میں اگر مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے تو ان پر صبر کی مذکورہ بالا احادیث میں یہ فضیلت بیان ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کے لئے (اگر وہ مسلمان ہو تو) گواہی دیں گے یا سفارش فرمائیں گے۔

مدینہ کی تکالیف پر ایک اور بشارت نبوی ﷺ

امام الانبیاء، خاتم الانبیاء ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ زمین کے مختلف علاقے فتح ہوں گے لوگ ادھر جائیں گے اور وہاں کھانے پینے کی فراوانی اور خوشحالی و آسودگی پائیں گے پھر حج یا عمرہ کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کے پاس سے گزریں گے تو ان سے کہیں گے: تم لوگ یہاں کی سختی اور بھوک جھیلتے ہوئے رہ رہے ہو رسول اللہ ﷺ نے کئی مرتبہ یہ بات دہرائی پھر کچھ لوگ چلے جائیں گے اور کچھ لوگ (مدینہ ہی میں) رہ جائیں گے اور مدینہ ہی ان کے لئے بہتر ہے جو کوئی بھی اس میں استقامت سے رہے گا۔ یہاں کی سختی اور مصیبت پر صبر کرتا رہے گا یہاں تک کہ اسے موت آجائے تو میں اس کے لئے روز قیامت گواہ یا سفارشی رہوں گا۔ ❷

حضرت ابوسعید مولی المہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ واقعہ حرہ کے زمانہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدینہ کی مہنگائی، اہل وعیال کی کثرت اور معیشت کی تنگی کے سبب مدینہ چھوڑنے کے بارے میں مشورہ چاہا اور انہیں بتلایا کہ یہاں کی سختی پر اب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ رہا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کہ افسوس تم پر! میں تمہیں یہاں سے جانے کا مشورہ نہیں دوں گا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

لَا یَصْبِرُ اَحَدٌ عَلٰی لَاْوَائِهَا فَیَمُوْتُ اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْشَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِذَا کَانَ مُسْلِمًا

ترجمہ: ”جو شخص بھی مدینہ منورہ کی سختی پر صبر کرتے ہوئے (یہیں پر) مرے گا تو میں اس کے لئے روز قیامت سفارشی یا گواہ ہوں گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو“۔ ❸

❶ رواه البيهقي في الشعب كذافي المشكوة ❷ حواله مجمع الزوائد 646/3
❸ مسلم: كتاب الحج، باب الترغيب في سكنى المدينة، حديث نمبر 1374

مدینہ میں رہنے والوں کو ستانے اور تکلیف دینے کی ممانعت

26 مدینہ منورہ کے باشندے ہمارے پیارے محبوب اور حبیب رب العالمین ﷺ کے پڑوسی ہیں اور آپ پڑوسی کا انتہائی خیال اوران سے محبت کرتے تھے۔

اسی پڑوسی کے سبب حبیب کائنات ﷺ نے تکلیف دینے والوں کے لئے بددعا فرمائی ہے حبیب خدا ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَرَادَنِيْ وَاَهْلَ بَلَدِيْ بِسُوْءٍ فَعَجِّلْ هَلَاكَهٗ [1]

ترجمہ: ''اے میرے اللہ! میرے اور میرے شہریوں مدینہ والوں کے ساتھ جو برائی کا ارادہ کرے اس کو فوراً ہلاک کردے۔''

اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے محترم قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''تذکرہ دیار حبیب ﷺ'' میں لکھتے ہیں کہ:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ بدنیتی کے ساتھ جو دھوکہ بازی کرے گا اس کو بہت جلد سزادی جائے گی۔ پھر فرماتے ہیں:

جو شخص مدینہ پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اہل مدینہ کو اپنے فریب کے دامن میں لانا چاہتا ہو تو وہ کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ جلد از جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے جیسا کہ مسلم بن عقبہ کے ساتھ ہوا جب کہ اس کو یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کی سرکوبی کے لئے اس لئے بھیجا تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی تھی۔ مسلم بن عقبہ واپس ہوتے ہوئے مسلسل کے مقام پر ۶۴ھ میں اپنی موت مر گیا تھا پھر جلد ہی یزید بھی مر گیا جس نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا تھا اور دوسرے تمام افراد ہلاک ہو گئے جو اس سازش میں ان کے ساتھ شریک تھے (اس کی تفصیل ہم نے واقعہ حرہ کے بیان میں صفحہ ۵۷ پر کی ہے۔ [2]

قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف وفاء الوفاء کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کا انتساب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ کی طرف کیا ہے۔

1. حوالہ وفاء الوفاء ، جذب القلوب
2. حرمین شریفین حصہ دوم 54

مدینہ میں بدعتی پر لعنت

27 مدینہ منورہ میں ہر قسم کی برائی ممنوع ہے چاہے وہ محبت میں غلو کے اعتبار سے ہو یا نفرت میں غلو کے اعتبار سے۔ اس لئے کہ بدعتی ہمیشہ محبت یا نفرت میں حد سے بڑھ جاتا ہے اور پھر مدینہ جیسے مقام پر بدعت اور ہی برا فعل ہے اور آقائی و مولائی ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ میرے آقا ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مَابَیْنَ عَائِرٍ اِلٰی کَذَا مَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدَثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ

ترجمہ: ''جو شخص حرم مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ کی، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کی کوئی فرض یا نفلی عبادت قبول نہ کی جائے گی۔'' ❶

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ بِسُوْءٍ اَذَابَہُ اللّٰہُ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ

ترجمہ: ''جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اللہ اسے اس طرح پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے'' ❷

بعض روایات میں ''فی النار'' کا لفظ بھی آیا ہے کہ اللہ ایسے شخص کو آگ میں پگھلا دے گا۔

دوسری چیز یہاں غور کرنے کی یہ ہے کہ اس سلسلے کی تقریباً تمام روایات میں اہل مدینہ کے ساتھ برائی کے ارادہ پر شدید وعید بیان ہوئی ہے جب کہ برائی کا صرف ارادہ کرنے پر نامہ اعمال میں برائی نہیں لکھی جاتی اور نہ ہی ارادہ پر مؤاخذہ ہوتا ہے جب تک کہ بندہ برائی کا ارتکاب نہ کر لے یا اس کا پختہ عزم نہ کر لے۔ احادیث مبارکہ میں برائی کے ارادہ پر شدید وعید ایسے ہی ہے جیسے قرآن پاک میں حرم مکہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ جو کوئی اس میں ظلم والحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

ہم نے حرم مکہ میں گناہوں کا وبال اور اس کی بدبختی اور برائی بیان کرتے ہوئے یہ وضاحت کی تھی کہ حرم کا معاملہ غیر حرم سے مختلف ہے یہاں برائی کے ارادہ پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے نیز حرم سے باہر بیٹھ کر بلکہ اس سے میلوں دور بھی کوئی شخص حرم میں کسی برائی کا ارادہ کرے وہ بھی قابل گرفت اور دردناک عذاب کا مستحق ہے۔
احادیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم مدینہ کا معاملہ بھی اس سے کچھ کم مختلف نہیں یہاں بھی حرم مدینہ میں یا حرم مدینہ سے باہر بیٹھ کر اہل مدینہ کا برا چاہنے اور ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے والے پر بھی سخت عذاب کی وعید ہے اور ارادہ پر بھی گرفت اور مؤاخذہ ہے ❸

❶ بخاری، کتاب الفرائض باب اثم من تبرأ من موالیہ، ص 6755
❷ مسلم: کتاب الحج، باب من ارادہ اھل المدینۃ بسوء، حدیث نمبر، 1387، بخاری، ابواب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد اھل المدینۃ، حدیث نمبر : 1877 ❸ حرمین شریفین

مدینہ برے لوگوں کو نکال دیتا ہے

28 مدینہ منورہ اپنے اندر سے برے لوگوں کو نکال دیتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ پاکباز اور پاک باطن لوگوں کا مسکن ہے اور مدینہ منورہ کی اسی کیفیت کے بارے میں آقائے مدینہ، سرکار مدینہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ:

اَلْمَدِیْنَةُ تُنْفِی النَّاسَ کَمَا یُنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ

ترجمہ: ”مدینہ برے لوگوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔“ ❶

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ التوفی **852** ھ فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

ہر وہ آدمی جس کا ایمان خالص نہیں ہوگا وہ مدینہ سے نکل جائے گا اور صرف مخلص مومن ہی باقی رہ جائیں گے جن پر دجال مسلط نہیں ہوسکے گا۔ ❷

شفیع المذنبین ﷺ کا روضہ اطہر جو اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتوں اور برکتوں کا ٹھکانہ ہے۔ اہلیانِ مدینہ ان برکات سے ہمہ وقت مستفید ہوتے رہتے ہیں، نفس و قلب کا تزکیہ و تطہیر اس مقدس شہر کی خصوصیات میں سے ہے۔ اللہ کریم سے یہ دعا کرنا چاہیے کہ ہم سب مسلمانوں کو اس کے فیوضات و برکات سے بہرہ یاب فرمائے اور گنبد خضرا کے ظلِ عاطفت میں سکونت نصیب فرمائے اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

خروجِ دجال کے وقت مدینہ کے دروازوں پر پہرے دار فرشتے ہوں گے

29 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے شہر مقدس کی حفاظت اس طرح فرمائی ہے کہ یہاں بڑے بڑے ظالم و جابر تو کیا دجال کا رعب بھی بے اثر اور کام نہیں کرے گا۔ اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دجال کا رعب مدینہ والوں پر نہیں پڑے گا۔

اس دن مدینے کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے (پہرا دیتے) ہوں گے۔

❶ بخاری جلد **1** ص **251** کتاب فضل المدینۃ **1871**

❷ فتح الباری

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا (القرآن)

دجال کا اُحد پہاڑ پر قبضہ

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: خلاصی والا دن، تمہیں کیا معلوم خلاصی والا دن کون سا ہے؟ تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا اور پھر فرمایا: دجال نکلے گا اور احد پہاڑ پر چڑھ کر مدینے کی طرف دیکھے گا تو اپنے ساتھیوں (لشکر والوں) سے پوچھے گا: کیا تم یہ سفید محل دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد (محمد ﷺ) کی مسجد ہے۔

پھر وہ مدینے کی طرف آئے گا تو راستے پر تلوار سونتے ہوئے فرشتے کو پائے گا پھر وہ (مدینہ کے قریب) دلدلی زمین پر پڑاؤ کرے گا۔ مدینہ تین مرتبہ حرکت (زلزلہ) پیدا کرے گا جس کے نتیجے میں ہر منافق اور فاسق دجال کی طرف نکل جائے گا۔ پس یہ ہے (یوم الخلاص) خلاصی والا دن۔ [1]

قیامت سے قبل ایمان صرف مکہ اور مدینہ میں رہ جائے گا

30 قیامت سے قبل اسلام کے ماننے والے صرف مکہ اور مدینہ میں موجود ہوں گے بقیہ جگہ غیر مسلموں کا قبضہ ہوگا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ وقت قریب ہے کہ عراق والوں کے پاس روپے اور غلہ آنے پر پابندی لگا دی جائے گی۔ محبوب خدا ﷺ سے پوچھا گیا: کہ یہ پابندی کس کی جانب سے ہوگی؟

تو میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ عجمیوں (Non Arabs) کی جانب سے۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے جب اہل شام پر بھی یہ پابندی لگا دی جائے گی۔ پھر پوچھا گیا کہ رکاوٹ کس کی جانب سے ہو گی؟ فرمایا: اہل روم (مغرب والوں) کی جانب سے۔

پھر فرمایا: میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لپ بھر بھر کے دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ نیز رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یقیناً اسلام اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹے گا اور ایمان سمٹتا جائے گا حتیٰ کہ ایمان صرف مدینہ میں رہ جائے گا۔
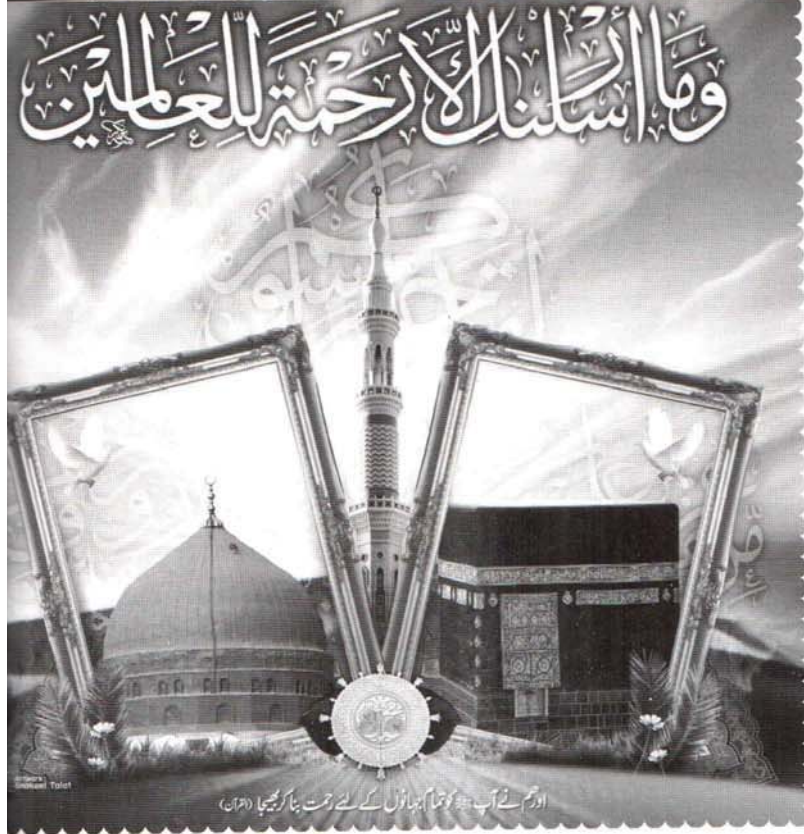
پھر جان دو عالم ﷺ نے فرمایا: کہ مدینہ سے جب بھی کوئی بے رغبتی کی بنا پر نکل جائے گا تو اللہ اس سے بہتر شخص کو وہاں آباد کر دے گا۔ کچھ لوگ سنیں گے کہ فلاں جگہ پر ارزانی اور مال کی فراوانی ہے تو مدینہ چھوڑ کر وہاں چلے جائیں گے حالانکہ ان کے واسطے مدینہ ہی بہتر تھا مگر وہ اس بات کو جانتے نہیں۔ [2]

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے فرمایا: اسلام شروع میں بھی اجنبی تھا (یعنی لوگ اس کے دشمن تھے) اور دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ ابتدا میں تھا۔

اور وہ سمٹ کر دونوں مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں آ جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔ [3]

فائدہ 1:...عراق پر پابندی کی پیشین گوئی مکمل ہو چکی ہے۔ سوائے ایمان والو! اب کس بات کا انتظار ہے۔

فائدہ 2:... مدینہ میں کوئی منافق نہیں رہ سکے گا صرف وہی لوگ وہاں رہ جائیں گے جو اللہ کے دین کی خاطر جان دینے کی ہمت رکھتے ہوں گے۔

1. احمد 455/4 ، حاکم: کتاب الفتن 474/4، حلیۃ الاولیاء، 214/6 المعجم الکبیر 230/8 ، ابن حبان 5838
2. مستدرک حاکم 456/4
3. (مسلم کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدء غریبا، ص 146)

مدینہ منورہ کے دیگر فضائل

مدینہ منورہ کے فضائل اور بھی بہت سارے ہیں اور احایث میں اس شہر کے فضائل کثرت سے مذکور ہیں، ذیل میں چند فضائل تبرک کے طور پر درج کرتے ہیں۔

❁ ...آقا مدنی ﷺ مدینہ منورہ کی مٹی سے پیدا ہوئے اور اسی شہر میں رحلت فرمانے کے بعد سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آرام فرما ہیں۔

❁ ... یہ شہر قرآن پاک کی برکت سے فتح ہوا جب کہ باقی شہر تلوار سے فتح ہوئے۔

❁ ... اس شہر کے لئے سرور کائنات ﷺ نے خصوصیت سے برکت کی دعا فرمائی۔

❁ ... مسجد نبوی کی تعمیر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے فرمائی۔

❁ ... اس شہر میں مسجد قبا واقع ہے جس میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے۔

❁ ... اس شہر مقدس کے رہنے والوں کی سب سے پہلے شفاعت ہوگی۔

❁ ... اس شہر سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔

❁ ... روضہ رسول ﷺ اور مدینہ منورہ میں موجود دیگر مقدس و متبرک مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے۔

❁ ... اس شہر میں طاعون کی وبا ہرگز نہیں آئے گی۔

❁ ... یہاں کی مٹی میں عیب جوئی کرنا منع ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے کہ جو شخص مدینہ کی مٹی کو برا کہے اسے تیس درے لگائے جائیں۔

❁ ... اس شہر کی عجوہ کھجور وہی ہے جس کے متعلق سید المرسلین اکرم الاکرمین ﷺ کا فرمان ہے کہ عجوہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔

مدینہ کی عظمت اکابر کی نظر میں

مدینہ منورہ کی عظمت شان ومکان کے بارے میں اکابر میں سے ہرایک نے اپنے جذبات بیان کئے ہیں کسی نے شعر میں، کسی نے الفاظ کی صورت میں اور کسی نے اپنے وضع قطع کے اعتبار سے، یہاں آپ کی خدمت میں کچھ الفاظ پیش خدمت ہیں:

رحمتوں کا مرکز	....	محبتوں کا محور
آرزوؤں کا گلشن	....	تجلیات کا معدن
محبوب خدا کا مسکن	....	چاہتوں کی سرزمین
امنگوں کی آماجگاہ		سیدالمرسلین ﷺ کی آخری آرامگاہ
جس کا ذرہ ذرہ دلکش		جس کا پتہ پتہ جاذب نظر

جس میں داخلہ جوش محبت اور جذبہ مسرت سے ہوتا ہے جس کو الوداع فرط محبت اور نظر حسرت سے کیا جاتا ہے۔ مگر یہ دونوں کیفیتیں سوز وگداز سے معمور اور آنسوؤں، آہوں، سسکیوں سے بھرپور ہوتی ہیں۔ مبارک اور شاد باد ہیں وہ زبانیں جو محبوب رب العالمین ﷺ کے ذکر سے تر ہیں۔ محبوب خدا ﷺ جنہیں اللہ پاک نے اپنے ابدی کلام پاک میں بڑے میٹھے اور پیارے ناموں سے یاد کیا ہے۔ فرط محبت سے جن کی عمر کی قسم کھائی ہے، جن کے مولد مکہ مکرمہ کی صرف اس لئے قسم کھائی ہے کہ حبیب خدا ﷺ وہاں رہتے ہیں۔

حضرت معصب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ مہدی جب مدینہ منورہ میں پہنچنے لگا تو شرفائے مدینہ اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر گئے جن میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جب خلیفہ مہدی کی نظر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو خلیفہ مہدی نے فوراً آگے بڑھ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ کیا جب سب سے مل چکا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ سے فرمایا۔

يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّكَ تَدْخُلُ الْاٰنَ الْمَدِيْنَةَ فَتَمُرُّ بِقَوْمٍ عَنْ يَمِيْنِكَ وَيَسَارِكَ وَهُمْ اَوْلَادُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ مَاعَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَوْمٌ خَيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا خَيْرٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ❶

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! ابھی تم مدینہ منورہ میں داخل ہوگے تو تمہارے دائیں اور بائیں سے وہ لوگ گزریں گے جو مہاجرین اور انصار کی اولاد ہیں تو تم ان کی خدمت میں سلام پیش کرو کیونکہ روئے زمین پر نہ تو اہل مدینہ سے بہتر کوئی قوم ہے اور نہ مدینہ منورہ سے بہتر کوئی شہر ہے۔

اور چونکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ مدینہ منورہ میں انتقال کرنے والے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔

پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَّاتَ بِالْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ: ''جس کی مدینہ میں موت آئے تو قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ محبوب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں سب سے پہلے میری شفاعت کے مستحق اہل مدینہ ہیں۔''

جنۃ البقیع میں موجود کسی خوش نصیب کی قبر

ایک اور روایت میں مدینہ منورہ سے محبت یوں آشکارا ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بارے میں دعا فرمائی:

''یا اللہ! میری موت مدینہ میں آئے۔''

❶ وفاء الوفاء ج1 ص 36

شہر مدینہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں موت کی دعا

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے لیکن اس کے علاوہ اپنے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو انتہائی محبت تھی اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ❶

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور مجھے موت بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر میں عطا فرما۔''

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دونوں تمنائیں اور دعائیں قبول فرمائیں، موت بھی مدینہ میں آئی اور ابولؤلؤ مجوسی کافر کے حملہ سے آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر میرے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

جب امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہتے ہوئے شہادت کی دعا کیا کرتے تھے تو لوگ تعجب کیا کرتے تھے کہ آپ امیر المومنین ہیں، لوگوں کے دلوں میں آپ کی بے حد محبت ہے، کافر حکومتیں آپ کے رعب دبدبہ سے کانپتی اور تھرتھراتی ہیں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں ان حالات میں اس طرح شہادت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا ایسی قبول فرمائی کہ فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے ابولؤلؤ مجوسی کافر نے زہر آلود خنجر سے آپ پر حملہ کیا زخم ایسا کاری تھا کہ آپ جانبر نہ ہو سکے اور یکم محرم الحرام **23**ھ کو درجہ شہادت پا کر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہو کر ہمیشہ کے لئے کامیاب ٹھہرے۔

مدینہ طیبہ کی رہائش کی برکات

مدینہ طیبہ میں رہائش کی سب سے بڑی برکت تو یہ ہے کہ سرکار مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نصیب ہوتا ہے اس کے علاوہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (نبوی) اور گنبد خضرا نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں، اگر انسان میں جذبہ صادق اور دل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو تو یہاں رہ کر شب و روز یہاں کے برکات سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔

بے شمار ایسے ایسے عاشق رسول گزرے ہیں جنہوں نے اپنا ملک، اپنا وطن، اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑ کر اس آرزو میں مدینہ کی رہائش اختیار کر لی کہ مدینہ میں میری موت آئے لیکن یہ خیال ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیے کہ یہاں رہ کر بے ادبی نہ ہونے پائے ورنہ یہاں کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے ذرا سی دیر میں وسعت و فراخی کے باوجود ایسے شخص کے لئے زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ ❷

اب عشاق کے حالات پڑھیے:

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے سوائے ایک حج کے جو فرض ہے اور نفلی حج صرف اسی واسطے نہیں کئے کہ کہیں مدینہ منورہ کے سوا کسی اور جگہ موت نہ آ جائے چنانچہ ہمیشہ مدینہ منورہ میں رہے اور وہیں انتقال فرما کر جنۃ البقیع میں دفن ہوئے۔ ❸

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تو نکلتے وقت روتے اور بار بار فرماتے۔

نَخْشٰی اَنْ نَکُوْنَ مِمَّنْ نَفَتْهُ الْمَدِیْنَةُ

ترجمہ: ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جن کو مدینہ دور کر دیتا ہے۔ ❹

❶ بخاری شریف ❷ تاریخ حرمین شریفین
❸ جذب القلوب، ص 20 ❹ مؤطا امام مالک 884

ہمارے بزرگوں کا مدینہ میں موت کے لیے قیام

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ، علماء، بزرگان دین مدینہ میں موت کی تمنا کرتے ہیں اور ہجرت کرکے مدینہ کا قیام کرتے ہیں جیسے:

مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شارح ابوداؤد شریف، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید بدر عالم میرٹھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف ترجمان السنۃ، مولانا عبد الشکور صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد الغفور صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ القرآن قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض آبادی بانی مدرسہ علوم شرعیہ برادر اکبر شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ جن کے صاحبزادے سید حبیب ہیں اور مدینہ کے بڑے رؤساء میں شمار ہوتا ہے، مولانا فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ باب جبرئیل (علیہ السلام) کے متصل تھا اور توسیع مسجد نبوی کی وجہ سے اب قریب ہی منتقل ہوگیا ہے، ان کے متعلق شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کئی مرتبہ فرمایا کہ ہندوستان کے دوستوں سے ملنے کے لئے جانے کو دل چاہتا ہے مگر بڑھاپا آ گیا ہے۔

اور وہیں انتقال فرما گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی مشائخ اور اولیاء وہیں مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ......

نسبت مدینہ کی قدر

ایک مرتبہ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے تسبیح اور جائے نماز بطور ہدیہ پیش کیا اور کہا کہ میں مدینہ سے لے کر آیا ہوں۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تسبیح کو چوما اور آنکھوں پر رکھا۔ اس کے بعد کافی دیر تک سینے کے ساتھ چمٹائے رکھا۔ کسی مرید نے کہا: حضرت! یہ تسبیح اور مصلیٰ تو پاکستان ہی کا بنا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا:

''اس کو مدینہ کی ہوا تو لگی ہے''۔

ایک مرتبہ مدینہ میں مقیم ایک شخص نے کہا: یہاں کی دہی بہت کھٹی ہے اچھی نہیں ہے، رات کو خواب میں آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہیں یہاں کی دہی اچھی نہیں لگتی اور تم عیب نکالتے ہو۔ [1]

[1] حرمین کا مسافر، ص 28

مدینہ طیبہ کے 24 آداب

جب مدینہ منورہ (اللہ تعالیٰ اس کے شرف کو اور بڑھائے) کا سفر شروع کریں تو حضور نبی کریم سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی نیت ضرور کریں اور یوں نیت کریں کہ اے اللہ! میں سرور دو عالم ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرتا ہوں، اے اللہ! آپ اسے قبول فرمالیجئے۔

اس سفر مبارک میں انتہائی ذوق وشوق، مستانہ وار اور پورے دھیان اور توجہ سے زیادہ سے زیادہ درود پاک پڑھیں، نماز میں پڑھا جانے والا درود شریف سب سے افضل ہے جب مدینہ منورہ کے مکانات نظر آئیں تو اپنے شوق دیدار کو اور زیادہ کریں اور خوب محبت وعقیدت کے ساتھ درود وسلام پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ کا احترام

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو امام مدینہ کے نام سے بھی مشہور ہیں مدینہ پاک کی محبت اور عقیدت آپ کے خون میں رچی بسی ہوئی تھی اور مدینہ پاک سے محبت اور ادب کا یہ حال تھا کہ مدینہ شہر میں سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جس شہر پاک میں حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ چلے پھرے ہوں اور آپ کے قدم مبارک جس زمین پر پڑے ہوں اس زمین پر سواری پر سوار ہو کر چلوں پھروں۔

اللہ اکبر! یہ ہے حبِ نبی اور عشق رسول ﷺ کی مثال جس کی گرد وغبار کو آج کل عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے پہنچنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

عظیم سعادت

عمرہ کے بعد سب سے افضل اور سب سے بڑی سعادت رحمۃ للعالمین ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت سے شرف حاصل کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت وہ عظیم اور آخری نکتہ ہے جس کے بغیر ایمان درست نہیں رہ سکتا لہٰذا شہر مقدس میں پہنچنے کے بعد روضہ اقدس کے سامنے خود حاضر ہو کر انتہائی عاجزی و انکساری اور غلام بن کر درود وسلام پیش کرنے کی سعادت اور اس پر ملنے والے بے شمار ثمرات وبرکات حاصل کریں جو دور سے درود وسلام پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔

80 سال پرانی مسجد نبوی ﷺ جسمیں روضۃ نبوی کے باہر گاڑیاں کھڑی نظر آرہی ہیں اب یہ جگہ مسجد کے صحن کا حصہ بن چکی ہے
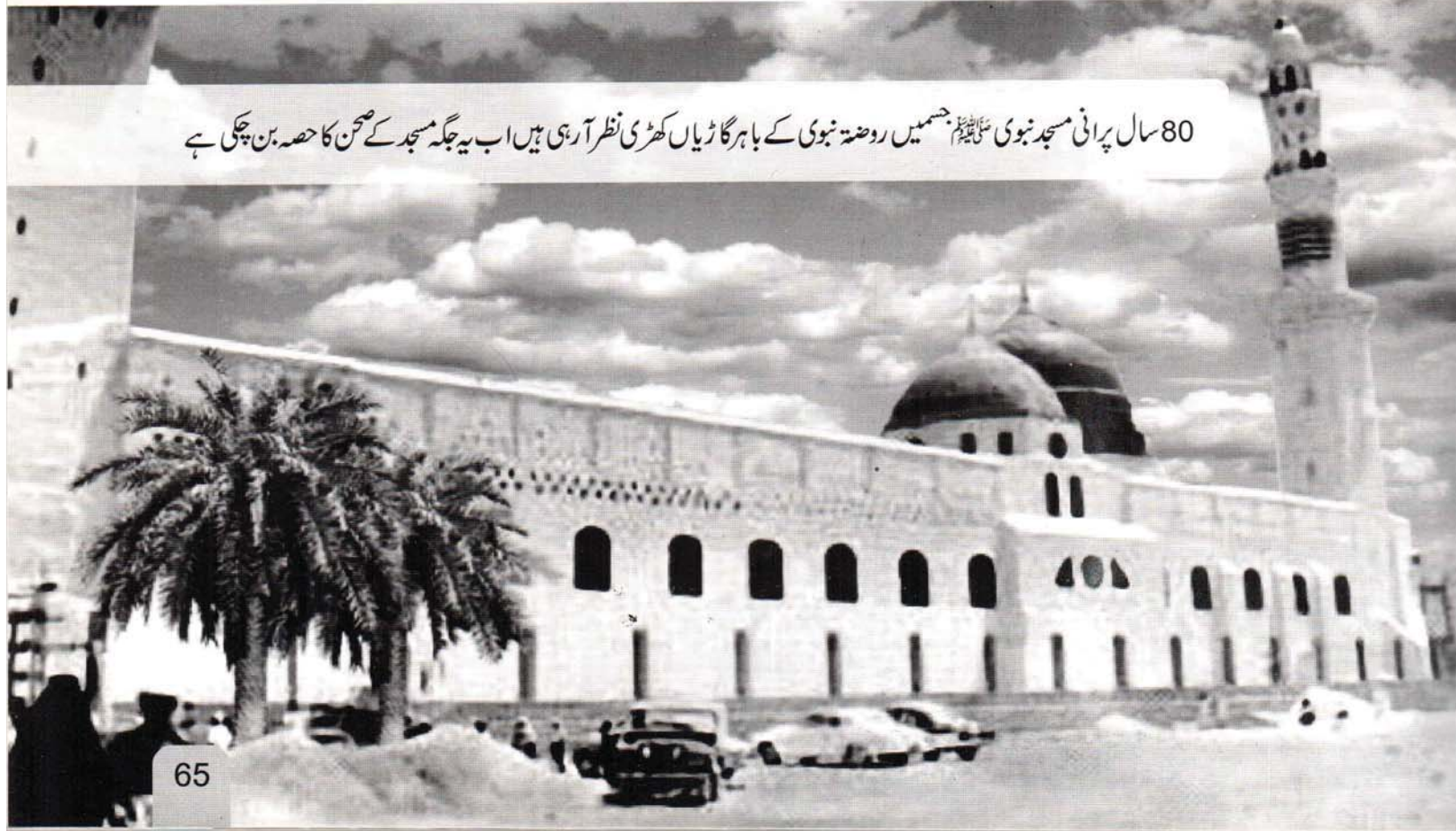
مدینہ منورہ میں قیام اور حاضری کے آداب

1 ...زائر سب سے پہلے نیت خالص زیارت اقدس کی کرے کیونکہ اسی نیت پر سارے افعال واعمال کا دارومدار ہے:

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

''جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہوگی۔'' جیسا کہ پچھلے باب میں مختصر بیان ہو چکا ہے۔

2 ... پورے راستہ میں عبادت واطاعت میں مشغول رہے خصوصاً فرائض واجبات اور سنن کا بہت خیال رکھے اور ان کو ہرگز ترک نہ ہونے دیں۔

3 ...ذکر الٰہی، تلاوت کلام پاک اور خصوصاً درود شریف کثرت سے پڑھے کیونکہ زائر جب راہ مدینہ طیبہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوا آتا ہے تو فرشتوں کا ایک گروہ جو صرف اسی کام پر مقرر ہے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کرتا ہے کہ فلاں بن فلاں زیارت کے لئے آ رہا ہے اور ان الفاظ میں صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کرتا ہے۔

4 ...حسن اخلاق، کثرت سے صدقہ وخیرات کرے۔

5 ...سیّد المرسلین آقائے کائنات ﷺ کی محبت والفت کے جذبات میں ڈوب کر، خوشی سے محبوب کی جدائی میں، تڑپ کر ملنے کے شوق اور شراب محبت کے نشے سے سرشار ہو کر جوں جوں قریب ہوتا جائے آتش شوق ومحبت کو تیز تر کردے اور جب مدینہ منورہ قریب آجائے تو ذوق اور شوق عشق ومحبت کے دریا میں غرق ہو جائے۔

قُرْبُ الدِّيَارِ يَزِيْدُ شَوْقَ الْوَالِهٖ
لَا سِيَّمَا اِنْ لَاحَ نُوْرُ جَمَالِهٖ

ترجمہ: دیار محبوب کا قریب ہو جانا غمگین عاشق کے شوق کو بڑھاتا ہے خصوصاً جبکہ اس کا نور وجمال ظاہر ہو۔

اَوْ بَشَّرَ الْهَادِیْ بِاَنْ لَاحَ اللِّقَاءُ
وَبَدَتْ عَلٰى بُعْدٍ رُؤُسُ جِبَالِهٖ

ترجمہ: یا رہنمائی کرنے والا بشارت دے کہ بے شک ملاقات کے لئے ظاہر ہوا اور دور سے وہاں کے پہاڑوں کی چوٹیاں ظاہر ہو جائیں۔

فَهُنَاكَ عِيْلَ الصَّبْرِ مِنْ ذِیْ صَبْوَةٍ
وَبَدَا الَّذِیْ يُخْفِيْهِ مِنْ اَحْوَالِهٖ

ترجمہ: تو پھر وہاں سے شوق دیدار کا صبر جاتا رہتا ہے اور عاشق کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ ❶

وَلَمَّا رَاَيْنَا مِنْ رُبُوْعِ حَبِيْبِنَا
بِطَيْبَةَ اَعْلَامًا اَثَرْنَ لَنَا الْحُبَّا

ترجمہ: جب مدینہ طیبہ میں ہم نے اپنے حبیب کی منزل کے آثار دیکھے تو انہوں نے محبت کی آگ کو بھڑکا دیا۔

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِیْ كَرَامَةً
لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رُكْبًا

ترجمہ: تو ہم اپنی سواریوں سے اتر گئے اور اس کی تعظیم وتکریم میں پیدل چلنے لگے کیونکہ یہ مناسب بات نہ تھی کہ ان کی بارگاہ میں سوار ہو کر جائیں۔

وَبِالتُّرْبِ مِنْهَا اِذْ كَحَلْنَا جُفُوْنَنَا
شَفَيْنَا فَلَا بَاْسًا نَخَافُ وَلَا كَرْبًا

ترجمہ: اور جب ادب وعقیدت سے وہاں کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنایا تو ساری بیماریوں سے شفا ہوگئی پھر نہ کسی قسم کا خوف رہا نہ تکلیف۔ ❷

محبت وعقیدت کے اظہار کیلئے زبان پر مستانہ وار یہ شعر آجاتا ہے:

جھکاؤ نظریں بچھاؤ پلکیں ادب کا اعلیٰ مقام آیا

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّد

❶ جذب القلوب ص 228، وفاء الوفاء ج 2 ص 1390
❷ زرقانی علی المواهب ج 8 ص 302

مسجد نبوی کے باہر موجود ہوٹل جسمیں زائرین حج وعمرہ آکر ٹھہرتے ہیں ان ہوٹل کے ایک دن کا کرایہ 300 سے 500 ریال ہے

6 ... جب حرم نبوی ﷺ کے مینار گنبد خضراء اور مدینہ منورہ کے در و دیوار نظر آ جائیں تو نہایت ذوق و شوق سے، محبت سے سرشار ہو کر...... اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ...... کی کثرت کرے اور سواری سے اتر جائے کیونکہ اس وقت ملائکہ میزبانی کرنے کو آتے ہیں اور رحمت و بشارت اور انوار و سرور کے ہدیے اور تحفے زائرین پر نثار کرتے ہیں اور ہو سکے تو دو نفل شکرانے کے طور پر ادا کرے۔ پھر نہایت عقیدت و محبت سے گویا سر اور آنکھوں کو قدم بنا کر روتا ہوا چلے:

یارسول اللہ بسوئے خود مرا راہ نما

تا زفرق سر قدم سازم ز دیدہ پا کنم

لَوْ جِئْتُكُمْ قَاصِدًا اَسْعٰى عَلٰى بَصَرِیْ

لَمْ اَقْضِ حَقًّا وَاَیُّ الْحَقِّ اَدَّیْتُ

اے آقا (ﷺ)! اگر میں آپ کی خدمت اقدس میں بجائے پاؤں کے آنکھوں سے چل کر حاضر ہوتا تب بھی میں حق ادا نہ کر سکتا تھا اور میں نے اور کون سا حق ادا کیا ہے جو یہ ادا ہوتا۔

7 ... جب زائر شہر اقدس میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاَنْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ

8 ... یہ بات ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے کہ یہ ایک عام شہر نہیں بلکہ پیغمبر اقدس حبیب دو عالم ﷺ کا شہر ہے اس شہر کے گلی کوچوں، میدانوں اور مکانوں میں حبیب خدا ﷺ چلتے پھرتے بیٹھتے اور آرام کرتے تھے، نا معلوم کس کس جگہ آپ کے قدم مبارک پڑے ہیں۔ لہٰذا یہاں کی ساری زمین اور یہاں کی ہر چیز قابل تعظیم ہے، تو اہل محبت کے طریقے کے مطابق وہاں کی ہر چیز کو بنظر عقیدت و محبت دیکھے۔

امام الائمہ حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاَوَّلُ اَرْضٍ مَسَّتْ جِلْدَ الْمُصْطَفٰى تُرَابُهَا اَنْ تُعَظَّمَ عَرَصَاتُهَا وَتُتَنَسَّمَ نَفَحَاتُهَا وَتُقَبَّلَ رُبُوْعُهَا وَجُدْرَانُهَا [1]

جس سرزمین کی مٹی کو حضور نبی کریم ﷺ کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے لازم ہے کہ اس کے میدانوں کی بھی تعظیم کی جائے اور اس کی ہواؤں کو سونگھا جائے اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جائے۔

امام المدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو تیس درے مارنے کا حکم دیا تھا جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا: جس سرزمین میں افضل الخلائق آرام فرما ہیں تو کہتا ہے کہ اس سرزمین کی مٹی خراب ہے تو اس لائق تھا کہ تیری گردن ماردی جائے۔ [2]

[1] شفا شریف ج 2 ص 46 [2] شفا شریف ج 2 ص: 44

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم حبیب خدا
اس خاک پر جان و دل شیدا ہے ہمارا ❶

رَأَى الْمَجْنُوْنُ فِي الْبَيْدَآءِ كَلْباً
فَمَدَّ لَهُ مِنَ الْاِحْسَانِ ذَيْلاً

ترجمہ: مجنون نے بیاباں میں ایک کتے کو دیکھا تو اس کے واسطے دامن احسان پھیلا دیا۔

فَلَامُوْهُ عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُ
وَقَالُوْا لِمَ مَسَحْتَ الْكَلْبَ نَيْلاً

ترجمہ: تو لوگوں نے اس کو اس پر ملامت کیا اور کہا کہ تو نے کیوں اس طرح ہاتھ پھیر کر کتے کو پیار کیا؟

فَقَالَ دَعُوا الْمَلَامَةَ اَنَّ عَيْنِيْ
رَاَتْهُ مَرَّةً فِيْ حَيِّ لَيْلٰى

ترجمہ: تو مجنون نے کہا رہنے دو مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ میری آنکھوں نے اس کو ایک مرتبہ لیلٰی کے کوچہ میں دیکھا ہے۔

9 ... بہتر یہ ہے کہ شہر اقدس میں داخل ہونے سے پہلے بئر علی یا کسی اور مقام پر غسل کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو شہر میں داخل ہونے کے بعد حاضری سے پہلے غسل کرے اور پاک وصاف لباس پہنے خوشبو لگائے داڑھی و سر میں کنگھی کرے غرضیکہ جتنی بھی نظافت و طہارت ہو سکے، عمل میں لائے اور پھر عاجزی وانکساری کے ساتھ بارگاہ اقدس میں نگاہیں نیچی کئے حاضر ہو۔

جس جگہ کرتے ہیں جان و روح و دل پیہم طواف
دیکھئے ہم بھی جہان عشق کا کعبہ چلیں

10 ... اگر حاضری سے پہلے کچھ صدقہ وخیرات کرے تو یہ مستحب ہے اور ذریعہ خیر و برکت اور طہارت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ سورة المجادلة

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تم رسول اکرم ﷺ سے راز و نیاز کی باتیں کیا کرو تو اس سے پہلے صدقہ دے دیا کرو یہ تمہارے لئے خیر و برکت اور طہارت کا موجب ہے اور اگر تم (صدقہ دینے کی طاعت) نہ پاؤ تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

11 ... بہتر یہ ہے کہ باب جبرائیل سے داخل ہو اور داخل ہونے سے پہلے کچھ توقف کرے اور دل میں سیّد المرسلین، خواجہ بطحاء ﷺ سے اجازت مانگے پھر اعتکاف کی نیت کرے اور دایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۔

اس دروازہ کے اندر حضور ﷺ کے روضہ مبارک کی جالیاں ہیں جسمیں آقا ﷺ اپنے دونوں جانثار صحابہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدفون ہیں

❶ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ❷ سورة المجادلة

12 ... مسجد شریف میں داخل ہو کر مسجد کی زیب وزینت نقش ونگار فرش و فانوس وغیرہ کی طرف التفات نہ کرے بلکہ نہایت عاجزی وانکسار، اپنے اوپر طاری ہیبت ووقار اور ادب واحترام کے ساتھ چلے اور حجرہ شریفہ کے پیچھے سے سیدھا سرانور کی طرف ریاض الجنۃ میں آئے اور محراب آقا ﷺ میں دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے اور قرأت میں طوالت اختیار نہ کرے بلکہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہ اَحَدْ پر اکتفا کرے۔ اگر فرض نماز ہو رہی ہو یا اس کی تکبیر ہو رہی ہو تو اس وقت تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ فرض نماز میں شرکت کرے اور اسی میں تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرے تو اس کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اسی طرح اگر ایسے وقت میں جائے جبکہ نوافل پڑھنا مکروہ ہوں جیسا کہ بعد عصر تو اس وقت بھی تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔

نیز اگر محراب آقا ﷺ میں کثرت ہجوم وغیرہ کی وجہ سے نفل پڑھنا میسر نہ آئے تو اس کے قریب یا ریاض الجنۃ میں جہاں بھی جگہ ہو پڑھ لے کہ فرمان اقدس ﷺ ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا ٹکڑا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ [1]

نماز سے فارغ ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرے کہ اس نے یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی اور اس سے سعادت دارین کے حصول اور عمرہ وحج وزیارت کے قبول ہونے کی دعا کرے اور یقین جانے کہ یہ وہ درگاہ عالی واشرف ہے کہ کوئی طالب صادق اور فقیر وسائل یہاں سے مردود و نامراد نہیں لوٹا۔

منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

13 ... تحیۃ المسجد کے بعد مواجہہ شریف کی طرف چلے، مواجہہ شریف وہ جانب ہے جو حضور نبی کریم پُرنور آقا ﷺ کے چہرہ اقدس کے سامنے ہے، اس جانب ستونوں کے درمیان تین سنہری مقدس جالیاں ہیں درمیان کی جالی مبارک میں تین سوراخ ہیں دو دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔ بائیں جانب والا حضور نبی کریم ﷺ اور دائیں جانب والا پہلا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے۔

خبردار! خبردار! وہاں سطوت احمدی اور عظمت محمدی ﷺ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی عجز وانکساری، خضوع وخشوع اور ادب واحترام کے ساتھ شرم گناہ سے لرزتے کانپتے، گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کئے عفو وکرم کی امید رکھتے ہوئے دست بستہ چلے کہ بہت بڑی اور عظیم الشان صفات کے حامل سرکار کے سامنے حاضری ہو رہی ہے۔

اُف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے سیّد المرسلین
ہاں تو کریم ہے تیری خود درگزر کی ہے
تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

[1] بخاری حدیث نمبر 1195

اور یہ اعتقاد رکھے کہ بلا شک وشبہ حضور نبی کریم ﷺ سچی حقیقی جسمانی دنیاوی حیات سے ویسے ہی زندہ وموجود ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے اور ہمارے تمام احوال کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور ہماری آوازوں کو سن رہے ہیں۔ چنانچہ امام محمد ابن حاج مکی اور امام احمد قسطلانی اور ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِأُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَآئِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَآءَ بِهٖ [1]

حضور پُرنور ﷺ کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ آپ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں اور ان کے ارادوں اور ان کے دلوں کے خیالوں کو جانتے پہچانتے ہیں اور یہ سب آپ پر ایسا روشن ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

اے مقدر یہ تیری کرم باریاں
سامنے آ گئیں وہ حسین جالیاں
جس جگہ سر تو سر روح جھکنے لگی
وہ جگہ آ گئی وہ مقام آ گیا

اب اس سوارخ کے سامنے آئے جو آپ ﷺ کے چہرہ انور و اطہر کے سامنے ہے اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ کم ازکم چار ہاتھ کے فاصلے پر آپ کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کر کے اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ لباب وشرح لباب، اختیار شرح مختار اور عالمگیری وغیرہا مستند ومعتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح موجود ہے کہ يَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جیسا کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ جالی شریف کو بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے سے بچے کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ اپنے حضور بلایا اور اپنی نگاہ کرم کے سامنے خصوصی قرب بخشا اور یہ بات دونوں جہان میں کافی ہے:

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جاؤ کہ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریمی کے در کی ہے

اب نہایت ادب وانکسار سے تعظیم وتکریم بجالائے اور معتدل آواز (نہ بلند وسخت کہ اس سے عمل ضائع ہوجاتے ہیں اور نہ نہایت نرم کہ خلاف سنت ہے) کے ساتھ سلام عرض کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر پہلے پوری آیت پڑھے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ [2]

پھر اس کے بعد ستر مرتبہ کہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

تو ایک فرشتہ کہتا ہے: اے شخص! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔ [3]

[1] مدخل ج 1 ص 215، زرقانی علی المواهب ج 6 ص 305

[2] سورۃ الاحزاب، ص 56

[3] شرح شفا ملا علی قاری، ص 1/151

14 ... صلاۃ وسلام کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے سرکار دو عالم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرے اور پیارے نبی ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے۔ دعا کے وقت منہ آپ کی طرف سے ہرگز نہ پھرے بلا شبہ آپ قبلہ کے بھی قبلہ ہیں۔ بعض لوگ وہیں چہرہ انور کی طرف پشت کر کے قبلہ رو ہو کر دعا مانگنا شروع کر دیتے ہیں یہ ادب کے سخت خلاف ہے آپ کا چہرہ انور اور ہماری پیٹھ توبہ توبہ۔

خلیفہ منصور عباسی نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ سے پوچھا: دعا کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منہ کروں یا قبلہ کی طرف؟ فرمایا:

وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُهُ اللّٰهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ ❶

حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتا ہے جب کہ وہ تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا بھی اللہ کی بارگاہ میں قیامت کے دن وسیلہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر اور آپ سے شفاعت طلب کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وہ لوگ جب آپ کے پاس بخشش مانگنے آئیں گے تو آپ ان کے لیے بخشش مانگیں۔“

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے:

اِذَا سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا يَقِفُ وَوَجْهُهٗ اِلَى الْقَبْرِ لَا اِلَى الْقِبْلَةِ ❷

کہ جب کوئی زائر نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور دعا کرے تو دعا کے وقت اس کا منہ قبر انور کی طرف ہو قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اور اگر بالفرض کسی تنگ نظر کو یہ گوارا نہ ہو کہ وہ سرکار دو جہاں ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگے تو کم از کم اتنا ضرور ہو کہ وہ آپ ﷺ کی طرف پشت کر کے بے ادبی کا مرتکب بھی نہ ہو بلکہ مبارک قدموں کی طرف ذرا آگے ہو کر قبلہ رو ہو کر دعا مانگ لے لیکن اہل ایمان ومحبت جانتے ہیں کہ جب روضہ انور کا اندرونی حصہ بیت اللہ شریف اور عرش معلیٰ وکرسی سے افضل ہے تو آپ ﷺ کی ذات اقدس کا کیا کہنا۔

بہر صورت زائر کو چاہئے کہ کثرت سے دعائیں مانگے اور حبیب خدا ﷺ کا وسیلہ پکڑے اور آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرے بلا شبہ رحمت دو عالم ﷺ کی ذات اقدس ایسی ہے کہ کوئی طالب صادق نامراد نہیں پھرا۔

ان کے طالب نے جو چاہا پالیا
ان کے سائل نے جو مانگا مل گیا
ان کے کرم سے بھر گیا دامان آرزو
اتنا ملا کہ اب کوئی حاجت نہیں رہی

❶ شفا شریف ج 2 ص 33
❷ شفاء ج 2 ص 70 زرقانی علی المواھب ج 8 ص 313

15 ... اگر کسی عزیز یا دوست نے سلام ودعا کے لئے کہا ہوتو اس کی طرف سے بھی بارگاہ اقدس میں یوں سلام عرض کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ

16 ...حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف ہوکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے پھر ایک قدم اور دائیں طرف ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے۔ پھر ان دونوں مقدس حضرات سے بھی عرض کرے کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں سفارش کریں۔

17 ......مدینہ منورہ کے قیام میں روضہ انور ﷺ پر حاضری درود شریف، تلاوت قرآن کریم، نوافل اور ذکر وفکر کی کثرت کا اہتمام رکھے۔ زیادہ سونے اور فضول کاموں اور باتوں میں یہ قیمتی اور نہایت اہم وقت ضائع نہ کرے کم از کم ایک کلام پاک ضرور ختم کرے۔

دیکھی ہیں جب سے گنبد خضرا کی جھالیاں
کچھ اور دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی

18 ......جب تک مدینہ منورہ میں رہے خصوصاً مسجد نبوی شریف میں حاضری کے وقت ہرگز شور وشغب نہ کرے اور نہ چلا کر کچھ پڑھے اور بولے اس بات کا بہت ہی زیادہ خیال رکھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ ❶

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کریم (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازیں نبی کریم (ﷺ) کے پاس پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ وپرہیزگاری کے لئے آزما لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔''

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کنکری مجھے مار کے اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور فرمایا: یہ دو آدمی جو بول رہے ہیں ان کو میرے پاس لاؤ، میں لے آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مِنْ اَیْنَ اَنْتُمَا؟ قَالَا: مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ! قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ❷

تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا: طائف کے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اسی شہر کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں بہت تکلیف پہنچاتا تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آوازیں بلند کررہے ہو؟

گویا اجنبی اور آداب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے معذور قرار دیے گئے ورنہ سزا کے مستحق تھے۔

❶ سورة الحجرات، آیت 3.2 ❷ بخاری شریف حدیث نمبر 470

جنۃ البقیع جہاں 10 ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن دفن ہیں

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب قریب کہیں کیل یا میخ وغیرہ ٹھوکنے کی آواز سنتیں۔

فَتُرْسِلُ اِلَیْهِمْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: تو کسی کو بھیج کر ان کو روکتیں اور فرماتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ ❶

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو بنانے والوں کو ہدایت فرمائی کہ شہر کے باہر بقیع کے علاقہ میں بنا کر لائیں تاکہ لکڑی کے کاٹنے یا بنانے کی آواز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث نہ ہو۔ کیونکہ اس شہر میں خالق ومخلوق کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔

19......اسی طرح مسجد نبوی شریف سے باہر ہوتے ہوئے بھی بنظر عقیدت ومحبت قبۂ اقدس پر نظر جماؤ اور درود شریف پڑھو۔

20......کوشش کرو کہ وہاں کے قیام میں کوئی نماز بغیر جماعت کے نہ ہو بلکہ ہر نماز باجماعت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو۔ یاد رکھو! بدعقیدہ وبے ادب کے پیچھے ہرگز نماز نہیں ہوتی اور فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈوانے یا حد شرع سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

21......جب کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہو تو دست بستہ کھڑے ہو کر سلام عرض کر کے آگے بڑھو بغیر سلام کے ہرگز نہ گزرو۔

حضرت ابو حازم صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ میں نے خواب میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ابو حازم سے کہہ دینا کہ تم میرے پاس سے گزر جاتے ہو اور کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے۔ اس کے بعد حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب بھی آپ کے قریب سے گزرتے کھڑے ہو کر سلام عرض کر کے آگے بڑھتے۔ ❷

22......ہو سکے تو ہر روز روضہ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد بقیع شریف میں حاضری دو کہ وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار، کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ازواج مطہرات اور بیشمار برگزیدہ ہستیاں آرام فرما ہیں۔ خبردار! وہاں بھی جوتے پہن کر نہ جاؤ بلکہ جوتے اتار کر ادب واحترام کے ساتھ جاؤ اور مزارات مبارکہ پر سلام عرض کرو۔

کچھ برس پہلے بقیع شریف کو وسیع کر کے نئی عمدہ چاردیواری بنا دی گئی ہے اور اندر پختہ فرش بنا کر زائرین کے لئے قبروں کے درمیان بہت کشادہ راستے بنا دیئے گئے ہیں۔ احتیاط اور ادب اسی میں ہے کہ ان راستوں پر ہرگز نہ چلا جائے اور مرکزی دروازے میں داخل ہو کر وہیں سے سب اہل بقیع کو سلام عرض کیا جائے۔

❶ 1حوالہ زرقانی علی المواهب 304/8 ❷ 2وفاء الوفاء ج 3 ص 1407

23......اسی طرح ہو سکے تو ہر روز ورنہ ہر پنجشنبہ کو شہدائے احد رضی اللہ عنہم کی زیارت کے لئے حاضر ہو اور وہاں حاضر ہو کر سب سے پہلے نہایت ادب واحترام کے ساتھ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار انور پر حاضری دو کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے سب چچوں میں افضل ہیں، پھر دوسرے شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات پر حاضری دو ان کے مزارات سید الشہداء کے سر انور کی جانب تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ایک چار دیواری میں ہیں، نیز جبل اُحد شریف کی بھی زیارت کرو اور اس کو بنظر عقیدت ومحبت دیکھو کیونکہ یہ پہاڑ حضور نبی کریم ﷺ کا محبّ ومحبوب ہے اور بڑی فضیلت والا ہے۔ شہدائے اُحد پر جو سلام عرض کرنا ہے جبل اُحد کے بیان میں آئے گا۔

احد پہاڑ اور احد میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام مدفن
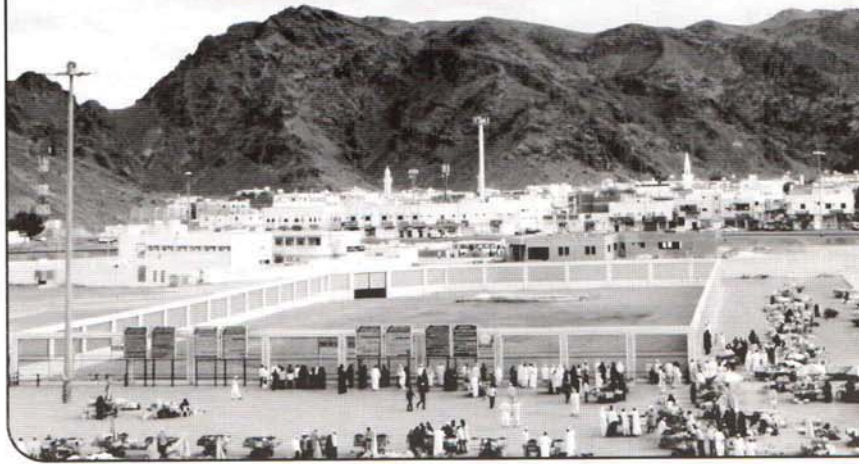
سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک کی طرف تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر وہ مقام ہے جہاں حضور نبی کریم ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا تھا اس مقام پر ایک چھوٹی سی مسجد جس پر قبہ تعمیر تھی اور مسجد قبۃ الثنایا کے نام سے مشہور تھی موجودہ حکومت نے اس مسجد و قبہ کو شہید کر دیا ہے لیکن اس کے آثار موجود ہیں ہو سکے تو وہاں بھی حاضری دو اور درود شریف پڑھو اور دعا مانگو۔

24......اختتام سے پہلے ہم عاشق مدینہ طیبہ امام دار الہجرہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ادب مدینہ طیبہ کی مثال دینا چاہیں گے۔ جب تلامذہ اور احباب کہتے تھے کہ مکہ مکرمہ چلیں تا کہ عمرہ کر سکیں تو فرماتے کہ حج کے لیے جانا ایک بار فرض تھا اس لیے مدینہ طیبہ سے باہر گیا تھا اور اب کون جانتا ہے کہ حدود حرم نبوی ﷺ سے نکلوں تو میری موت آ جائے۔ اسی لیے اپنی زندگی مدینہ طیبہ میں ہی گزار دی۔

عباسی خلیفہ محمد المہدی نے تین ہزار دینار اپنے معتمد خاص اور قاصد بر ربیع کے ذریعے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کئے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ میرے ساتھ بغداد چلیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد سے کہا: تھیلیاں اب بھی سر بمہر اسی طرح پڑی ہیں جی چاہے لے جاؤ لیکن مالک مدینہ نہیں چھوڑ سکتا اس لیے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

اَلْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ

''مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جان لیں''

پھر مہدی نے سواری بھیجی کہ اس پر سوار ہو کر بارگاہ خلافت میں آئیں حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر سواری واپس لوٹا دی کہ میں مدینہ طیبہ میں سوار ہو کر نہیں نکلتا کہ مجھے ان گلیوں سے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین نبی کریم ﷺ کے قدمین الشریفین سے مشرف ہوئی ہو اس کو میں جانوروں کے کھروں سے روند دوں۔

اور پیدل چلتے ہوئے اگر راستہ میں کسی صحابی کے مکان کی باقیات کے پاس سے گزرتے تو از راہ ادب اس قدیم وعظیم آثار صحابہ یعنی اس عمارت کو اپنے ہاتھوں سے مس کر کے گزرتے تھے اور گلیوں سے گزرتے وقت ہمیشہ گلی کے کنارے کنارے چلتے اور فرمایا کرتے تھے کہ درمیان میں اس لیے نہیں چلتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ عموماً سڑک کے وسط میں چلا کرتے تھے اور مالک کی کیا مجال کہ اس جگہ پر سے گزرے جو قدمین رسول مقبول ﷺ سے کہکشاں صفت بن چکے ہوں۔

ایسی ہی ایک اور مثال حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے کہ جب وہ حبیب خدا ﷺ کے انتقال پر ملال کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو درود وسلام کے لیے بہت ہی تھوڑی دیر مدینہ طیبہ میں قیام کیا اور یہ کہہ کر مدینہ طیبہ سے بھاگ گئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سیّد المرسلین ﷺ تو زیر زمین محو استراحت ہوں اور اویس قرنی سطح زمین سے اوپر گھومتا پھرے۔ یہ تھی عشاق رسول ﷺ اور عشاق مدینہ طیبہ کے احترام کی ایک جھلک اور ان کا انداز ادب۔

اللہ کریم ہمیں آداب مدینہ طیبہ بجالانے کی توفیق فرمائے! آمین۔

مدینہ کی بے ادبی کرنے والوں کا انجام

1 ....قاری شریف صاحب مدظلہ کا مشاہدہ:

مولانا قاری شریف صاحب لکھتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں جبہ پہنے ہوئے بڑے زور شور سے تقریر کر رہے تھے اور جوش میں آ کر فرما رہے تھے، اندر مواجہہ شریف میں جو لوگ جا کر درود و سلام پڑھتے ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں مسجد میں جہاں سے اور جیسے چاہو سلام پڑھ لو اور سلام بھی کوئی ضروری نہیں بس مسجد نبوی کی حاضری کافی ہے ایک دو روز بعد میں نے دیکھا وہ جبہ والے صاحب غائب ہیں میں نے ایک صاحب سے (جو وہیں کے باشندے تھے) دریافت کیا وہ جبہ والے صاحب نظر نہیں آ رہے تو انہوں نے بتایا: ان کو سفر کرا دیا گیا (سفر کرا دیا گیا کا مطلب شہر بدر کر دیا گیا)۔

روضہ نبوی ﷺ کی قدیم تصویر

2 ....ایک اور مشاہدہ:

1956ء کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب حج کرنے کے بعد معلم سے کہنے لگے مجھے میرے گھر بھیج دو۔ معلم نے جواب دیا آپ جس نمبر سے آئے ہیں اسی نمبر سے واپسی ہوگئی لہٰذا پہلے آپ مدینہ ہو آئیں وہ مجبوراً مدینہ جانے کے لئے بس میں سوار ہوئے لیکن مدینہ پہنچ کر ایک وقت کی نماز پڑھنے کے لئے بھی مسجد نبوی میں جانے کی سعادت حاصل نہ کر سکے ویسے ہی جدہ واپس ہو گئے۔

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدینہ میں بے ادب اور گستاخ آدمی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ یہ دو واقعات ہم نے اس لئے درج کئے کہ ہمارے مشاہدہ میں آئے تھے اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔

آقا مدنی ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں زائرین کو بالخصوص اور ہر مسلمان کو بالعموم اس بات کا انتہائی اہتمام اور خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے قول و فعل سے ان لوگوں کی دل آزاری نہ ہو، انہیں کوئی اذیت نہ پہنچنے پائے، خرید و فروخت اور لین دین میں ان سے قطعاً چالبازی یا مکر و فریب نہ کیا جائے۔ نیز اپنے وطن میں رہتے ہوئے بھی اہلیان مدینہ باسکینہ کی غیبت، عیب جوئی، بدگمانی اور انہیں بدنام کرنے کی مکروہ جسارت ہرگز نہ کی جائے ان کے ساتھ صفائی اور سچائی کا معاملہ ہونا چاہیے ورنہ مذکورہ بالا وعید کے بموجب قہر الٰہی سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

مدینہ منورہ کے باشندوں کی صحبت کو اپنے آپ پر لازم بنائیں بالخصوص علماء، صلحاء اور سادات خاندان سے۔ اور مسجد نبوی ﷺ کے خدام سے حسب مراتب محبت اور عقیدت رکھی جائے حتیٰ کہ وہاں کے عوام اور غلام جنہیں چنداں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے بھی واجب الاحترام ہیں کیونکہ انہیں جو شرف حاصل ہے وہ صرف شافع محشر سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کی وجہ سے ہے اس سے دنیا جہاں کے مسلمان محروم ہیں اگر ان کے اعمال میں کچھ نقص اور کمی ہو تب بھی وہ شرف سکونت و پڑوس رحمۃ للعالمین ﷺ کے باعث ہمارے لئے واجب التعظیم و تکریم ہیں۔

اہل مدینہ کو ڈرانے اور ان کا برا چاہنے پر شدید وعید

مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت گاہ آپ کا محبوب شہر اور آپ کا حرم ہے تو یہاں کے رہنے والے آپ کے پڑوسی ہوئے اور آپ کی نسبت سے وہ بھی قابل احترام ٹھہرے۔ مدینہ اور اہل مدینہ کی جو خصوصیات اور فضائل ہیں وہ اپنی جگہ حرم نبوی ﷺ کی نسبت سے امت کو یہ تعلیم دیتی ہیں کہ وہ یہاں کے رہنے والوں کا بھی اکرام واحترام کریں، ان کی حفاظت کا خیال رکھیں، ان کے خلاف کسی طرح کی سازش اور مکروفریب نہ کریں، جو ایسا کریں ان کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی اور پھر اللہ کی طرف سے ایسے لوگوں کی تباہی وبربادی کی خبر دی۔

اوپر اہل بدعت یا مدینہ میں انہیں پناہ دینے والوں کے لئے جو لعنت الٰہی اور عدم قبولیت اعمال کی وعید سنائی گئی وہی وعید شدید ان لوگوں کے لئے بھی بیان ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی اہل مدینہ کے ساتھ برا سلوک کریں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات پڑھیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حبیب خدا ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمَدِيْنَةُ مُهَاجَرِیْ وَمَضْجَعِیْ، فِيْهَا بَيْتِیْ، وَحَقٌّ عَلٰى اُمَّتِیْ حِفْظُ جِيْرَانِیْ

ترجمہ: ''مدینہ میری ہجرت گاہ اور میری آرام گاہ ہے، اسی میں میرا گھر ہے اور میرے پڑوسی کی حفاظت میری امت پر لازم ہے''۔ ❶

بعض امراء اور والیان سلطنت کی طرف سے اہل مدینہ کے خلاف بغاوت اور سازش کے زمانہ میں (جو واقعہ حرہ سے معروف ہے) ایک امیر مدینہ آیا ہوا تھا تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (جن کی بینائی اُس وقت جا چکی تھی) اپنے دو بیٹوں کے سہارے گھر سے نکلے اچانک ایک پتھر انہیں آ لگا جس سے انھیں سخت تکلیف پہنچی۔ کہنے لگے: وہ شخص برباد ہو جس نے رسول اللہ ﷺ کو ڈرایا۔ ان کے بیٹوں نے کہا ابا جان! رسول اللہ ﷺ کو کس طرح ڈرایا؟ وہ تو وفات پا چکے۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَدْ اَخَافَ مَابَيْنَ جَنْبِیْ

ترجمہ: جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے درحقیقت مجھے ڈرایا۔ ❷

اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ وَخَافَهُمْ فَاَخِفْهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَايُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَاعَدْلٌ

ترجمہ: ''اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو بھی اسے ڈرا اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس سے نہ فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل'' ❸

❶ تاریخ ابن ابی خیشمة بحواله: الاحادیث الوارة فی فضائل المدینة: 246/1، حدیث نمبر: 117، موئف: وهذا اسناد صحیح، رجال اسناده کلهم ثقات

❷ حواله مجمع الزوائد: 658/3، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اهل المدینة، حدیث نمبر: 5822

❸ حواله: سابق، حدیث نمبر: 5833 (مجمع الزوائد: 658/3

پیارے نبی ﷺ کا شجرہ نسب

عبد المطلب
هاشم
عبد مناف
قصي
كلاب
مرة
كعب
لؤي
غالب
فهر (قریش)
مالك
النضر
كنانة
خزيمة
مدركة
الياس
مضر
اسماعيل (عليه السلام)
ابراهيم (عليه السلام)

جویریہ بنت حارث کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے اکثر مؤرخین کے نزدیک ان کا تعلق قحطان قبیلے سے ہے جبکہ بعض مؤرخین کے نزدیک ان کا تعلق عدنان قبیلے سے ہے۔

صفیہ بنت حی بن اخطب حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

- صحابیت میں اختلاف ہے
- اولاد میں اختلاف ہے
- اہل بیت ہونے میں اختلاف ہے
- اسلام لانے میں اختلاف ہے
- پیارے نبی ﷺ کے بیٹے
- پیارے نبی ﷺ کی بیٹیاں
- پیارے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات (یعنی مسلمانوں کی مائیں)
- پیارے نبی ﷺ کے چچاؤں جنہوں نے اسلام قبول کیا
- اسلام نہیں لائے
- پیارے نبی ﷺ کی پھپھیاں
- لڑکے
- لڑکیاں
- کوئی اولاد نہیں

مدینۃ الرسول ﷺ کی چاردیواری

شیخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے وفاء الوفاء میں، علامہ الاقشہری رحمۃ اللہ علیہ نے نورالاقالیم کے حوالہ سے اور امام مطری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن خلکان کے حوالے سے مدینہ منورہ کی چاردیواری کا ذکر کیا ہے سب سے پہلے اسحٰق بن محمد جعدی نے مدینہ منورہ کے گرد **263** ھ میں دیوار بنائی یہ دیوار غزوہ خندق کے واقعہ کے پیش نظر بنوائی گئی۔

جب قرامطیوں نے **317** ہجری میں مکہ مکرمہ میں تباہی مچائی اور حجر اسود لوٹ کر چلے گئے تو ایک بار پھر اہل مدینہ پر خوف طاری ہو گیا کہ کہیں پہلی تاریخ دوبارہ دہرادی جائے۔ لہٰذا مدینہ طیبہ کے گورنر نے عباسی خلیفہ کو درخواست کی کہ شہر نبی کریم کے گرد فصیل کو دوبارہ تعمیر کروادیا جائے۔ یوں **318** ہجری میں عباسی خلیفہ نے حکم دیا کہ ایک نئی اور مضبوط فصیل تعمیر کر دی جائے جس کی تعمیل جلد ہی کر دی گئی ،عین ممکن ہے کہ نئی فصیل پرانی دیوار کی جگہ پر تعمیر کی گئی ہو اس میں بھی چار دروازے تھے۔

1.... باب البقیع....(اسے باب الجمعہ بھی کہا جاتا تھا)

2.... باب المصری....(یہ جنوب کی طرف تھا)

3.... باب الشامی....(اس کا رخ شام کی طرف تھا جو شمال میں تھا)

4.... باب الجنوبی....(اس کا رخ قباء کی طرف تھا)

تمام دروازے رات کو بند رکھے جاتے تھے اور ان پر مسلح پہرے دار ہوا کرتے تھے جن کی تعداد جنگ یا خطرے کے موقعوں پر زیادہ کردی جاتی تھی فصیل کی اس تعمیر نو نے اہلیان مدینہ طیبہ کو کافی حد تک مامون و محفوظ تو کر دیا تھا مگر اس نے مدینہ طیبہ کی عمرانی ترقی کو بری طرح محدود کر دیا تھا خطرات کے پیش نظر کوئی بھی اپنا مکان فصیل کے باہر بنانے کو تیار نہ تھا اور چارو ناچار فصیل کے اندر کئی منزلہ عمارتوں نے رواج پالیا رہائشی زمین کی قلت سے اسکی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگ گئیں۔

372 ہجری میں عضدالدولہ نے عباسی خلیفہ الطائع بامراللہ

کے دور میں اس فصیل کو مرمت کروایا جو وقت کے ساتھ ساتھ پھر شکست وریخت کا شکار ہونے لگ گئی۔ ❶

پھر جمال الدین بن ابی المنصور الاصفہانی نے اس دیوار کو مضبوط کروایا جب مدینہ منورہ کی آبادی بڑھنا شروع ہوئی اور لوگوں نے دیوار سے باہر تعمیرات شروع کر دیں اور 667ھ میں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو اہل مدینہ نے درخواست کی کہ دیوار سے باہر بسنے والے لوگوں کی حفاظت کی جائے تو اس مطالبہ پر مرحوم نے چار دیواری بنوائی پھر بعض سلاطین نے 755ء میں تجدید کی۔ 946ء میں سلطان سلیمان عثمانی نے بنوائی۔ اس وقت اس دیوار میں یہ دروازے رکھے گئے تھے... **باب قبا ... باب بصری... باب شامی... باب مجیدی... باب الجمعہ... باب الحام... باب الجدید۔**

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ نماز جمعہ کے بعد جمال الدین بن ابی المنصور کے لیے دعائیں کرتے تھے کہ اس نے مدینہ منورہ کے گرد چار دیواری کرا کے اہل مدینہ منورہ کی حفاظت کی تھی۔ ❷

❶ جستجوئے مدینہ ص 123

❷ خلاصۃ الوفاء وآثار المدینہ ص 173

مدینہ کی سالہا سال قدیم تصویر جب مدینہ کے اطراف میں حفاظت کے لیے چار دیواری بنی ہوئی تھی۔

ترکی عہد حکومت اور دیوارِ مدینہ

ترکوں کے عہد حکومت میں مدینہ منورہ کی بڑی دیوار تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر کا کام سلطان سلیم کے لڑکے سلطان سلیمان نے **937**ھ (**1533**ء) میں شروع کیا اور **948**ھ (**1544**ء) میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

سلطان سلیمان نے قلعہ سے ملحق ایک دوسرا قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ اس کا مینار شمال مغرب کی جانب جبل سلع کی چوٹی سے ہمسری کرتا تھا۔ یہ دیوار **2304** میٹر لمبی تھی۔ بعض اقوال کے مطابق اس کی لمبائی **3000** میٹر تھی۔ علامہ سمہودی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اس دیوار کی تعمیر پر ایک لاکھ دینار خرچہ آیا تھا۔ عمر ابن محمود المدنی نے اپنی کتاب تاریخ العباسی میں جعفر ابن حسین ہاشم کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دیوار کی تعمیر پر ستر ہزار دینار کے علاوہ وسیع مقدار میں لکڑی لوہا سیسہ رسی رنگ **4** ہزار پنا نے گیہوں، چاول، جو اور پھلیاں وغیرہ خرچہ آیا تھا۔

اس دیوار میں چار دروازے تھے: باب الجمعہ (البقیع کی طرف رخ والا) باب القلعہ یا باب شامی (راہ حبرف اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی سمت رہنمائی کرنے والا) باب الصغیر (مناخہ کی سمت رخ والا) اور باب المصری بھی مناخہ کی طرف رہنمائی والا۔

بعد میں اس دیوار کے اندر چار دروازے اور نکالے گئے جن میں باب المجیدی جو بیر حا کی سمت رہنمائی کرتا ہے۔ جو سلطان عبد المجید کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی۔ اس کے علاوہ تین دروازے باب الحمام جو شارع العوالی کی طرف باب بصری جو شارع الحیمی کی طرف اور باب القاسمیہ جو الشونہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں بنائے گئے۔ باب الحمام کا بافقیہ نے باب القاسمیہ کا المدنی نے افتتاح کیا تھا۔

یہ دیوار اایک رفیع الشان عمارت تھی جو پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ ایک بلند پہاڑ ہے جو شہر کی طرف نظر کئے ہوئے ہے۔

مدینہ کا ایک مشہور دروازہ

ان دیواروں میں تخفیف بھی کی گئی اور توسیع بھی، ان کو مٹی اور پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ سلطان سلیمان کی تعمیر کردہ دیوار کے غرب وجنوب کی جانب ایک دوسری دیوار بھی تعمیر کی گئی تاکہ بڑی دیوار کے باہر جو مکانات آباد تھے ان کا احاطہ کیا جاسکے۔

یہ دوسری دیوار بقیع سے شروع ہوئی تھی اور قباء العنبر یہ اور القلعہ کی جانب جنوب بڑے دیوار سے مل گئی تھی۔ اس دیوار کے پانچ دروازے تھے جن میں سے دو یعنی باب العوالی اور باب السد بقیع کی طرف تھے۔ بقیہ تین دروازے یہ تھے باب قباء جو مسجد کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ باب العنبر یہ جس کا رخ مکہ اور جدہ کی طرف تھا اور باب الکومہ جو قلعہ کے غرب میں واقع تھا۔

بعد میں عثمانی دور ہی میں **1078** ہجری میں سلطان محمد خان بن ابراہیم خان نے اس کی مرمت کروائی، مکمل ہونے پر فصیل کی لمبائی **3072** ذراع یعنی **1536** میٹر تھی۔

ایک بار پھر سلطان محمود خان نے **1162** ہجری میں اس فصیل کی مرمت کروائی مگر مکمل فصیل کی تعمیر تو ترکی سلطان عبدالعزیز کے دور میں **1285** ہجری میں ہوئی جب فصیل کی اونچائی **25** میٹر تک کردی گئی تو سلطان نے قلعے کو مضبوط کرنے پر خاص توجہ دی اور اس میں مختلف مقامات پر **40** برج تعمیر کروادیئے جن میں ہر وقت ہتھیار بند پولیس گشت کرتی رہتی تھی۔

عثمانی عہد میں آخری ترمیمات اور مرمت سلطان عبدالحمید ثانی کے دور میں **1305** ہجری میں ہوئی جس کے بعد جب شریف حسین نے ترکوں کے خلاف اعلان بغاوت کردیا تو سلطان نے بھی شمالی جانب کچھ ترمیمات کروائیں اس نے فصیل کے چاروں دروازوں پر مسلح پولیس بھی متعین کی۔

---

1 حوالہ تاریخ معالم المدینہ **254**

برطانوی جاسوس رچرڈ برٹن نے (جو **1852**ء میں مدینہ طیبہ آیا تھا) فصیل کی خاص طور پر تعریف کی ہے وہ کہتا ہے: فصیل نہایت ہی اچھی حالت میں ہے۔ اس کی دیواریں گرینائٹ اور لاوا کی چٹانوں کے بلاکوں سے بنائی گئی ہیں جن کو چونے سے پلستر کیا گیا ہے اس میں مزغل (برج) بنائے گئے ہیں جن میں لمبے لمبے سوراخ ہیں باہر سے آنے والے حملہ آوروں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے ان برجوں کے اوپر خوبصورت گول قسم کی چھتیں ہیں اور ان میں گیلریاں ہیں جن میں جھروکے رکھے گئے ہیں۔

فصیل شہر کے مغربی اور شمالی مغربی جانب ترکی روٴساء نے وسیع وعریض قطعہ ہائے اراضی خرید کر وقف عمارتیں تعمیر کر دی تھیں، مناخہ کی طرف نئی آبادکاری ممنوع قرار دے دی گئی تھی کیونکہ وہ تمام علاقہ حاجی کیمپ بن چکا تھا جہاں کاروان حجاج کرام آ کر رکتے تھے، درحقیقت یہ جگہ سوق النبی ﷺ کی جگہ تھی، ترکی دور میں اسے برالمناخہ کہا جاتا تھا۔ المناخہ کا عربی میں مطلب ایسی جگہ ہے جہاں اونٹ بٹھائے جاتے ہوں چونکہ یہ میدان مدینہ طیبہ کی فصیل سے باہر تھا اس لیے برالمناخہ کے نام سے شہرت پا گیا، اکثر وبیشتر فقراء اور وہ حجاج کرام جن کے لیے کرائے کے مکان یا کاروان سرائے میں رہنا محال تھا وہ وہاں اپنے خیمے نصب کر لیتے تھے۔ [1]

ایک عرصہ دراز تک مدینہ منورہ کے باشندے ان دیواروں کے درمیان آباد رہے۔ جب موٹر گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کا زمانہ آیا اور دیواروں کی اہمیت کم ہوگئی تو سعدی دور حکومت میں یہ دیوار اور قلعہ ہٹا دیا گیا تاکہ نئی سڑکیں تعمیر ہوسکیں اور ذرائع آمدورفت میں سہولت ہوسکے۔ اب اس دیوار کے محض نشان باقی ہیں اور قلعہ کا صرف ایک مینار باقی ہے دروازوں میں باب المصری اور باب الجمعہ کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

[1] (جستجوئے مدینہ صفحہ **145**)

مدینہ کے اطراف میں موجود دیوار جسے اب ختم کر دیا گیا ہے
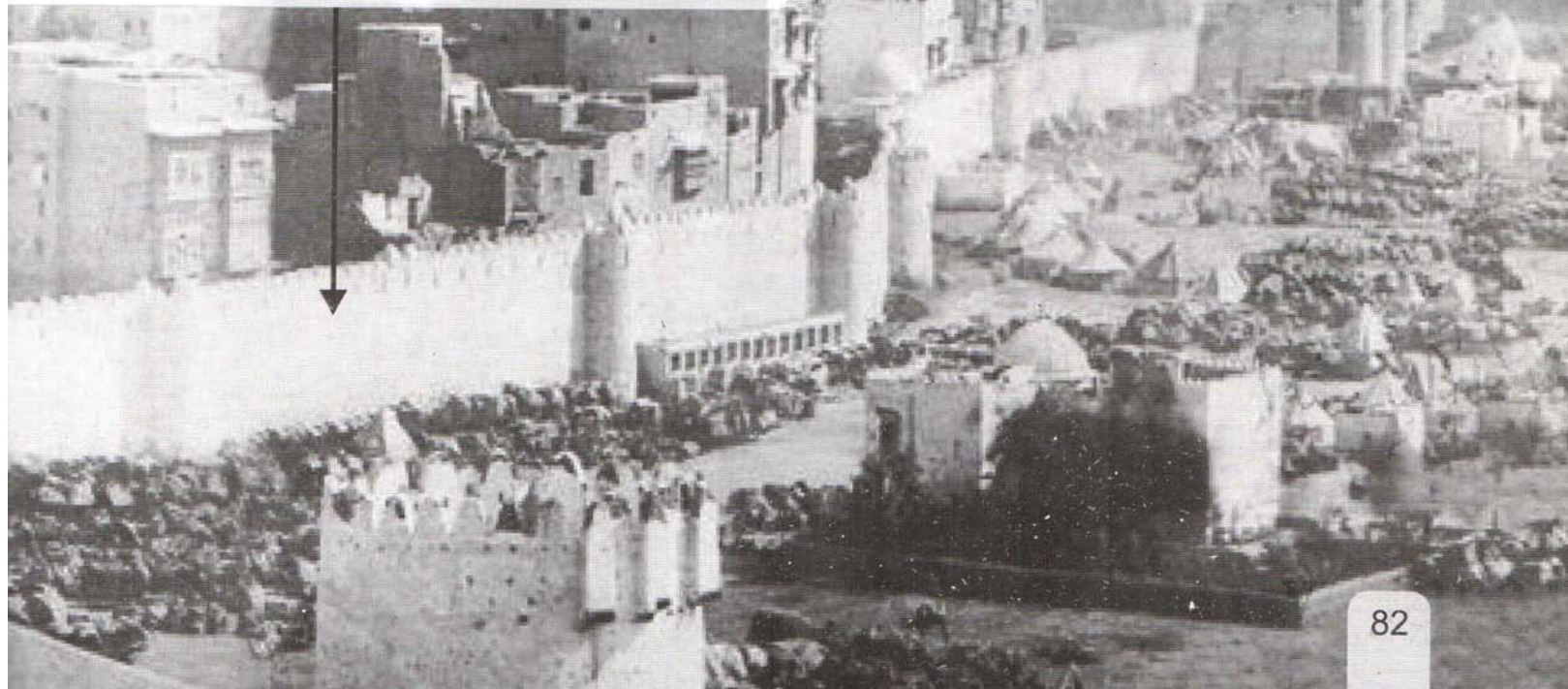
حدودِ مدینہ منورہ کہاں تک ہے

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جبل عیر اور ثور کا درمیانی علاقہ حرم مدینہ ہے۔ جو شخص یہاں بدعات اور خلاف شریعت کام کا ارتکاب کرے یا کسی بدعتی اور بے دین شخص کو پناہ دے تو اس پر لعنت ہے اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اعمال قبول نہیں کرے گا۔'' [1]

جبل عیر اور ثور کے درمیان تقریباً پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ دونوں پہاڑ جنوب و شمال میں مدینہ منورہ کی حد ہیں۔ مشرق و مغرب کی جانب حدود حرم کا تعین کرتے ہوئے نبی خاتم ﷺ نے فرمایا: میں مدینہ منورہ کے دونوں محلوں (حرہ شرقیہ اور حرہ غربیہ) کے درمیانی علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: فرشتوں اور لوگوں کی لعنت کا مقصد رحمت الٰہی سے دوری کے مفہوم کی تاکید ہے اور یہاں لعنت سے مراد اس گناہ کی سزا ہے جو کافر پر لعنت سے مختلف ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنا اور گنہگار کو پناہ دینا برابر ہے۔ [3]

واضح رہے کہ سعودی وزارت داخلہ کی ایک کمیٹی نے حرم مدینہ منورہ کی حدود کی نشاندہی کا کام مکمل کر لیا ہے اور مختلف مقامات پر **161** برج نصب کیے گئے ہیں، جس کے بعد فضائی اور بری راستوں سے حدود حرم کا تعین آسان ہو گیا ہے۔ [4]

1. صحیح مسلم حدیث نمبر **1370**
2. صحیح مسلم حدیث نمبر **1363**
3. فتح الباری 84/4
4. بحوالہ تاریخ مدینہ **8**

حدودِ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ تاریخ کے آئینے میں

مدینہ منورہ کا اگر ہم تاریخی جائزہ لیں تو سب سے پہلے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ یہ مقدس شہر کب سے آباد ہوا؟ اس سلسلے میں علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد سب سے پہلے یہی بستی آباد ہوئی۔ ❶

مدینہ منورہ کیسے آباد ہوا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کشتیٔ نوح (علیہ السلام) سے **80** افراد جس جگہ پر اترے وہ جگہ سوق الثمانین کہلائی۔ یہ لوگ وہاں پھیلے تو **72** زبانوں میں منقسم ہو گئے۔ ان میں سے ایک جماعت نے بذریعہ الہام عربی زبان وضع کی اور سرزمین مدینہ پاک میں سکونت اختیار کی۔ انہی لوگوں نے سب سے پہلے یہاں زراعت کی اور کھجور کے درخت لگائے انہیں عمالقہ کہا جاتا ہے۔

سب سے پہلے عوض کا بیٹا عبیل یثرب میں آباد ہوا (اس سے معلوم ہوا کہ یثرب اس سے پہلے تھا) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں سب سے پہلے یثرب بن قانیۃ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوض بن سالم بن نوح علیہ السلام آباد ہوا۔ اسی وجہ سے یہ یثرب کہلایا۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے اس مقدس شہر کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ ابو منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جب سید نا حضرت موسیٰ علیہ السلام حج بیت اللہ کے لئے آئے تو مدینہ منورہ سے گزر ہوا۔ اس مقام پر انہوں نے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے آثار پائے۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے وفاء الوفاء میں ایک اور روایت یہ بیان کی ہے کہ جب سیدنا موسیٰ وہارون علیہما السلام دونوں بھائی حج بیت اللہ کے لئے آئے تو دونوں نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ ان دنوں یہ شہر یہود کا مرکز تھا۔ احتیاط کے طور پر دونوں بھائیوں نے اُحد پہاڑ کی چوٹی پر قیام کا منصوبہ بنایا۔ اور پھر اُحد پہاڑ پر ہی سیدنا ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا۔

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت
"حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ"
کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر مدینۃ الرسول سے گزرا تو فرمایا:

"هٰذِهٖ دَارُ هِجۡرَةِ النَّبِيِّ اٰخِرِ الزَّمَانِ طُوۡبٰی لِمَنۡ اٰمَنَ بِهٖ"

"یہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے۔ خوش بخت ہے وہ شخص جو ان پر ایمان لایا" یہ واقعہ بھی تاریخ مدینہ پر روشنی ڈال رہا ہے۔ ❷

❶ خلاصۃ الوفاء ❷ تفسیر مظہری بحوالہ مدینۃ الرسول 53

مدینہ کا باب العنبریہ نامی دروازہ

مکہ مکرمہ کے غریب الوطن مہاجر نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں آئے تھے لہٰذا پیارے نبی ﷺ نے مہاجرین وانصار میں باہمی ہمدردی اور امدادواعانت کے لیے بھائی چارے کا ایک زبردست اوراعلیٰ معاہدہ کرادیا۔ اسی زمانے میں نبی کریم ﷺ نے یہود اور دیگر اقوام مدینہ منورہ سے امن وامان کا معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ منورہ کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ آنے پر نماز باجماعت کا اہتمام اور اذان کا حکم ہوا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے جو مسجد تعمیر کی وہ مسجد نبوی کہلاتی ہے۔

مدینہ منورہ کوایک انتہائی اعلیٰ شرف یہ بھی حاصل ہے کہ اسلام کو شان وشوکت مدینہ منورہ سے نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ جہاد کا حکم، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، غلاموں، اسیروں، دشمنان دین اور حدود وتعزیرات وغیرہ سے متعلق احکام نازل ہوئے اور دین اسلام نقطہ عروج کو پہنچ گیا۔ یہیں غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق لڑے گئے۔ یہیں سے پیارے نبی کریم ﷺ نے شاہان وقت کو دعوتی خطوط لکھے۔ مدینہ منورہ ہی سے مسلمان ذوق جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہوکر دنیا کی تسخیر کے لیے روانہ ہوئے۔

عظیم مرکز اسلام

رحلت نبوی سے لے کر خلافت اسلامیہ تک پہلا دارالحکومت **11** ھ تا **36** ھ مدینہ منورہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہاں مرکزی بیت المال قائم کیا۔ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک ہر منزل پر حفاظتی چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کرائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اہم کارنامہ بھی مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع ہے۔ انہوں نے ساری عمارت میں منقش پتھر لگوائے اور ستونوں کو سیسے سے مضبوط کیا اور عہد صدیق کے قرآن مجید کے مدون نسخے کی نقلیں کراکر مدینہ منورہ سے تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد کوفہ سے واپس آکر مدینہ کو مرکز خلافت قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرلی اور مرکز خلافت دمشق منتقل ہوگیا۔ اب مدینہ منورہ کی حیثیت ایک صوبائی شہر کی رہ گئی اگرچہ اس کی علمی اور دینی مرکزیت اب بھی باقی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دستبرداری کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں نبی کریم آقائے دو جہاں ﷺ کا مرقد مبارک ہے اور پہلے تین خلفائے راشدین اور بہت سے صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم یہاں دفن ہیں۔

مدینہ منورہ مختلف ادوار میں اموی، عباسی، عبیدی، زنگی، ایوبی، مملوک اور عثمانی سلطنتوں میں شامل رہا۔ عثمانی ترکوں نے **1908** میں دمشق سے مدینہ تک ریلوے لائن بچھائی جسے پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کے ایجنٹ شریف مکہ الحسین کے بدوفوجیوں نے تباہ کردیا۔ جنگ کے بعد شریف الحسین نے حجاز میں اپنی بادشاہت قائم کرلی۔ والی نجد سلطان عبدالعزیز بن سعود نے **1924**ء میں حجاز پر قبضہ کرنے کے بعد ملک النجد والحجاز کا لقب اختیار کرکے ملک میں امن وامان قائم کیا اور **1930**ء کی دہائی میں تیل کی دریافت اور برآمد سے ملک کی خوشحالی اور اقتصادی ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔

مدینہ منورہ کی موجودہ ترقی وخوشحالی شاہ فیصل بن عبدالعزیز اور ان کے جانشینوں شاہ خالد مرحوم اور شاہ فہد بن عبدالعزیز مرحوم اور اب شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی مرہون منت ہے جنہوں نے مسجد نبوی کی توسیع وتزئین پر کروڑوں پونڈ صرف کیے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع وتکمیل کی۔ مدینہ منورہ کی آبادی **3** لاکھ نفوس سے زائد ہے۔ ان میں ہندی (پاک وہند کے) بخاری (ترکستانی) اور شامی مہاجرین کی بھی خاصی تعداد ہے۔

① اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد **20** بحوالہ اطلس سیرت نبوی **157** تا **158**

عہد نبوت ﷺ سے اب تک مدینہ منورہ کا طول وعرض

مدینہ منورہ کا طول وعرض (پیمائش) اور اس کی آبادی عہد نبوی ﷺ سے لے کر اب تک مختلف ادوار میں حسب ذیل رہی ہے۔

ڈاکٹر صالح لمعی مصطفیٰ کہتے ہیں: مدینہ کی آبادی اور پیمائش کا اندازہ عہد رسالت میں غزوات میں نکلنے والے افراد سے اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے غزوہ بدر **2** ھ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ **313** افراد نکلے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے **628**ء میں عمرہ کے لیے نکلنے والے افراد کی تعداد **1400** یا **1600** تھی جن میں قبیلہ خزاعہ کے بدو بھی شامل ہیں۔

غزوہ بدر رمضان دو ہجری بمطابق مارچ **622** ہجری میں ہر وہ مسلمان جو فوجی کارروائی کرنے پر قادر تھا شریک ہوا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت خاندانوں کی تعداد تقریباً **200** یا **250** تھی۔ اس طرح گھروں کی تعداد **634** ھ تک **200** یا **250** تک ہی رہی۔

مذکورہ بالا مردم شماری میں خاص اور قابل توجہ بات جس کی طرف ڈاکٹر موصوف نے اشارہ نہیں کیا، وہ یہ کہ یہ مردم شماری تو فقط مسلمانوں کے مکان کی ہے۔ جب کہ اس وقت مدینہ میں یہودی بھی آباد تھے ان کے بھی مکانات تھے اور مدینہ منورہ میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی اکثریت کی علامت ان کے قلعے اور پناہ گاہیں ہیں۔ مدینہ سے ان کا خروج (جلا وطنی) غزوہ خندق کے بعد ہوا۔ جنگ بدر مسلمانوں کی طرف سے خروج جنگ کے ارادہ سے نہیں تھا بلکہ قریش کا راستہ تجارت روکنے کے لیے پہل کی گئی تھی۔

مدینہ منورہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سب سے پہلے جانشین مقرر ہوئے۔ مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا اعلان کر کے آپ کو مسلمانوں کا امیر تسلیم کیا۔ سن **11** ہجری (**633** عیسوی) میں سقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

مدینہ خلیفہ اول ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی دوست اور ہر غم اور خوشی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا مال، اپنا سب کچھ دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا میں ہی دربار نبوت سے صدیق کا لقب ملا۔ بے شمار خصلتوں اور کمالات کی وجہ سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے سب سے پہلے ذمہ دار قرار دیئے گئے اور ذمہ داری قبول کر لینے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مذہب اسلام کی جدید طرز پر حفاظت و مدافعت کی ذمہ داری قبول کی اور ان لوگوں کے خلاف اعلان جنگ کیا جنہوں نے عقائد اسلام کی تکذیب کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عرب کے اندر اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اشاعت اسلام کی غرض سے اسلامی افواج کو عراق اور شام کی طرف بھی بھیجا۔

حدود مدینہ کی نشاندہی کے لئے بنائی گئی علامت

مدینہ خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد **13** ہجری (**635** عیسوی) میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اہم کارناموں میں سے یہ ہے کہ عہد فاروقی میں اسلام کی زبردست اشاعت ہوئی اور یہ دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ اسلامی افواج نے جزیرہ نمائے عرب کی حدود پار کر کے ایران اور روم کی حکومتوں کو شکست دی۔ یہ افواج مغرب کی جانب دور تک جا کر مصر میں داخل ہو گئیں اور جہاں پہنچیں وہاں امن و آشتی، عدل و انصاف اور صلاح و تقویٰ کا پیغام سناتی رہیں۔

اہلیان مدینہ منورہ افواج اسلامی کی فتح و کامرانی کا مژدہ سننے کے منتظر رہتے تھے اور جب فتح کی خوشخبری وہاں پہنچتی تو بڑی مسرت سے اس کا استقبال کرتے اور اس خوش کن خبر کو سارے جزیرہ نمائے عرب میں پھیلا دیتے تھے۔

مدینہ منورہ کے اندر جو اس وقت تک نو آمدہ اسلامی ریاست کا دارالسلطنت بن چکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان انتظامی اور معاشی اصولوں پر مبنی حکمت عملی تیار کی جن کے تحت ریاست کا نظام جاری ہونا تھا اور یہ تمام تر اصول اسلامی تعلیمات پر مبنی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ فوجی اڈے اور قیام گاہیں پھیلتے ہوئے قصبات میں تبدیل ہو کر علم کا مرکز بن گئے جن میں کوفہ، بصرہ اور فسطاط قابل ذکر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال قائم کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلم آبادی کی مردم شماری بھی عمل میں آئی۔ اس طرح سماج کے ہر فرد کو تحفظ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی روشنی اور اعلیٰ تعلیمات کو سامنے رکھ کر ریاست کے نظم و ضبط کی وہ بہترین مثال قائم کی جس کو دیکھ کر لوگوں نے نئے مذہب کا بھرپور انداز سے استقبال کیا۔ اس مذہب کے عدل و انصاف اور رواداری سے بہرہ مند ہونے کے لئے لوگوں نے بڑے جوش کے ساتھ اس مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی افواج کو جنگی ہدایات دیں کہ وہ حملے کے وقت بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور دشمن کے راہبوں اور پادریوں کو قتل کرنے سے احتراز کریں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے افواج کو یہ بھی ہدایت دی تھی کہ وہ دشمن کی مقدس مذہبی عمارتوں اور کلیساؤں کو مسمار نہ کریں۔ یہ ہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کی پیروی میں تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ موتہ کے موقع پر انہیں جانب شمال روانہ کرتے وقت فرمائی تھیں۔

مدینہ خلیفہ سوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں

خلیفہ سوم جامع القرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے عمل میں آیا جس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے **24** ہجری (**646** عیسوی) میں اپنی وفات سے قبل نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور شمال میں بحر روم تک پھیل کر قبرص پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو **36** ہجری (**657** عیسوی) میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آپ رضی اللہ عنہ کے مکان پر باغیوں کے ایک گروہ نے شہید کر دیا۔

مدینہ شیر خدا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے عہد متابعت کر کے داماد رسول، حیدر کرار حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر دیا۔ مگر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو حالت تزلزل اور اضطراب پیدا ہوئی وہ دوسرے علاقوں تک پھیلتی چلی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد عراق میں جنگ جمل شروع ہوئی جس میں حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فوج کی قیادت کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور خوارج کے درمیان جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متبعین میں سے تھے اور اب باغی ہو گئے تھے کئی معرکے ہوئے، **40** ہجری (**661** عیسوی) میں کوفہ کے اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی متابعت کا اعلان کیا جنہوں نے مسلمانوں میں خونریزی سے بچنے کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

امویوں کی مدینہ منورہ پر قبضے کی کوشش

ایک ایسے نازک موقع پر جبکہ تمام عالم اسلام افتراق اور انتشار کا شکار تھا مدینہ منورہ اس کی لپیٹ میں آئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ عبدالملک بن مروان نے طاقت حاصل کرنے کے بعد اپنی حکومت کو مستحکم کیا اور پھر باغی ریاستوں کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرنے کی جانب توجہ مبذول کی۔ اس نے جیش ابن دلجہ کی زیر قیادت ایک لشکر مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ اور ایک دوسرا دستہ عراق میں بغاوت کچلنے کے لئے روانہ کیا۔

جیش کے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی جابر ابن الاسود حاکم مدینہ منورہ فرار ہوگیا اور اموی افواج نے مدینہ منورہ میں داخل ہوکر اپنا قبضہ جمالیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے جوان کے زیر اقتدار تھا، اموی افواج سے مقابلہ کرنے اور مدینہ منورہ پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی اور عباس ابن سہل بن سعد کی زیر قیادت کچھ مزید فوجیوں کو بھی شامل کر دیا۔

امویوں کی افواج ابن دلجہ کی قیادت میں اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی افواج عباس ابن سہل کی قیادت میں مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک ایسے مقام پر جمع ہوئیں جس کی مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت تھی۔ اس معرکے میں ابن دلجہ زید ابن سیاہ نامی شخص کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔

امویوں کو شکست فاش ہوئی اور فوجیوں کی ایک بڑی تعداد قید کرلی گئی۔ جو باقی بچے وہ شام کی طرف فرار ہوگئے، پانچ سو اموی فوجیوں نے جو مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے عباس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ جس کے بعد عباس نے ان کو قتل کر دیا۔ اہل مدینہ منورہ نے اموی فوج کے قائد کو 65 ہجری (686 عیسوی) میں قتل کر دینے کے بعد ابن سیاہ کا ایک فاتح کی طرح بڑا پرجوش استقبال کیا۔

مدینہ منورہ پر قبضے کی دوسری کوشش

عبدالملک نے مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کے بعد دوسری کوشش کی اور اپنے چچازاد بھائی عبدالملک بن حارث کو ایک دوسری فوج کی قیادت سپرد کر کے شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انتقام لینے کے بہانے مختار سے جو حاکم کوفہ تھا مدد طلب کی۔ مختار نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو امویوں کے خلاف لڑنے کے لئے ایک فوج بھیج دی۔ لیکن مختار کا اصل مقصد شہر پر قبضہ کر کے مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنا تھا تاکہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر ایک آخری اور فیصلہ کن ضرب کاری لگائی جاسکے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار کے اخلاص و وفاداری پر شک ہوگیا اور انہوں نے عباس ابن سہل کی قیادت میں مدینہ منورہ کے دفاع کے لئے ایک فوج بھیج دی۔

ابن سہل نے مختار کی فوج سے جورقیم نام کے ایک مقام پر خیمہ زن تھی ملاقات کی اور فوج کے قائد کو قتل کر کے بہت سے فوجیوں کو اسیر بنالیا۔ مختار کے ارادے کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کے بہت سے فوجی کوفے کی طرف بھاگ نکلے۔ اس طرح 66 ہجری (687 عیسوی) میں مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی دوسری کوشش بھی ناکام ہوگئی۔

مدینہ منورہ پر امویوں کا قبضہ

بالآخر عبدالملک ابن مروان اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے اور 72 ہجری (692 عیسوی) میں مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کے لئے اس نے حجاج بن یوسف کی سربراہی میں ایک بڑی فوج حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجی۔ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے یہ فوج مدینہ منورہ کے راستے سے گزری اور عراق سے جانب مشرق جانے والی ایک سڑک پر چل کر مکہ مکرمہ میں پہنچ کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرلیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنی امیہ کی افواج کا بھرپور مقابلہ کیا اور لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد اس سفاک لشکر نے ان کی لاش کو کئی روز تک صلیب پر لٹکائے رکھا۔ اہل مدینہ منورہ نے عبدالملک ابن مروان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ طلحہ ابن عبداللہ ابن عوف اس وقت حاکم مدینہ منورہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں تدفین

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج نے حکم دیا کہ ان کی تدفین یہودیوں کے قبرستان میں کی جائے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اسی مقام پر تدفین ہوئی جہاں انہیں صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔

ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے انہیں اسلامی طریقے پر غسل اور کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ ادا کر کے مدینہ منورہ پہنچایا گیا جہاں ان کو دار صفیہ بنت حیی ابن اخطب زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا گیا۔ بعد میں یہ عمارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع میں شامل کر لی گئی۔

اس کے بعد مدینہ منورہ پر امویوں کی حکمرانی جاری رہی اور ان کے پیدا کردہ استحکام کی بدولت اس شہر کی اقتصادی ومعاشرتی ترقی میں اضافہ ہوتا گیا اور مرکز علم وادب کی حیثیت سے مدینہ منورہ کو ایک نئی زندگی حاصل ہوئی۔

مدینہ منورہ عباسیوں کے عہد میں

عہد عباسی تہذیب وتمدن کی شاہکار رہی ہے اور عہد عباسی میں اسلام عرب سے نکل کر پورے عجم میں پھیل گیا اور تہذیب وتمدن کی نئی شکلیں وجود میں آئی تھی۔ ان کے عہد میں بھی مدینہ منورہ میں قبضہ کی جنگ چلتی رہی۔

امویوں کے زوال اور حکومت کے خاتمہ کے بعد **132** ہجری (**751** عیسوی) سے مدینہ منورہ پر عباسیوں کی حکومت رہی۔ مگر انہیں بھی امویوں کی طرح سیاسی اور نفسیاتی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ تزلزل اور عدم استحکام اس وقت تک جاری رہا جب تک عباسیوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن المعروف بہ نفس زکیہ کو قتل نہ کر دیا۔ اس کے بعد عباسیوں نے تمام امویوں کا مدینہ منورہ سے صفایا کر دیا۔

مدینہ منورہ میں امویوں کی موجودگی کے باعث بغض وعداوت اور انتقام کے خوف سے عباسیوں نے شہر کے ہر ایک

اموی کو قتل کر دینے کے احکام صادر کر دیئے۔ **133** ہجری (**752** عیسوی) میں بانی حکومت عباسیہ خلیفہ سفاح کے چچازاد بھائی داؤد نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مدینہ منورہ کے اندر باقی ماندہ امویوں کو بالکل صاف کر دیا۔ چونکہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد اپنے آپ کو جائز حکمران سمجھتی تھی اس لئے انہوں نے عباسیوں کی تائید وحمایت کے باوجود اپنا اثر واقتدار بحال کرنے کی جدوجہد برابر جاری رکھی۔

محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ اوران کے بھائی ابراہیم نے مدینہ منورہ سے باہر جا کر مسلمانوں سے مدد مانگی اور قوت واقتدار حاصل کرنے کے لئے قدرت کے منتظر رہے۔ عباسیوں نے انہیں گرفتار کرنے کی ناکام کوشش کی مگر انہیں اپنے حامیوں کی تائید اور تحفظ حاصل رہا۔

اس پر عباسیوں نے ایک اور حربہ یہ آزمایا کہ ان کے والد عبد اللہ کو قید کر دیا جنہوں نے تین سال قید میں گزارے۔ اس کے بعد عباسیوں نے ان کے خاندان کے دیگر افراد کو طوق وسلاسل پہنا کر عراق کے قید خانے میں مقید کر دیا جہاں ان کے اکثر بزرگ بحالت قید انتقال کر گئے۔

جب نفس زکیہ کو اپنے اہل خاندان کی مصیبت کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کی معیت میں عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔ نفس زکیہ نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں اپنی خلافت قائم کی۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی ایک آزاد ریاست قائم کر کے رجب **145** ہجری (**763** عیسوی) میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے وزیر عدل عدالت وانتظامیہ اور سپاہیوں کا انتخاب کیا۔

المنصور نے اپنے چچازاد بھائی عیسیٰ ابن موسیٰ کی سربراہی میں ایک طاقتور فوج روانہ کی جس نے مدینہ منورہ سے ایک میل دور اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں نفس زکیہ نے ایک خندق کھودرکھی تھی کہ عباسی فوج شہر میں داخل نہ ہونے پائے۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ احزاب کے موقع پر خندق کھودی تھی۔ لیکن عباسی افواج غلبہ حاصل کر کے اس

خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔اور دونوں فوجوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ یہ لڑائی صبح سے شام تک جاری رہی لیکن عباسی فوج تعداد میں زیادہ اورنہایت چالاک اور مستعد تھی۔

جب نفس زکیہ کو اپنے فوجیوں میں تفرقہ اور فرار کا ارادہ نظر آیا تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلے کے لئے آگے بڑھا اور چند حامیوں کے ساتھ لڑتے رہے وہ عیسیٰ ابن موسیٰ کے بہت سے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر بہت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے آخر ماہ رمضان المبارک **145** ہجری (**763** عیسوی) میں خود بھی قتل ہو گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم نے بھی بصرہ میں عباسیوں کے خلاف سرکشی کی مگر وہ بھی لڑتے ہوئے مارے گئے۔

کہتے ہیں کہ نفس زکیہ کو جبل سلع کے مشرق اور عین الزرقاء کے شمال کی جانب دفن کیا گیا۔بعض روایتوں کے مطابق ان کے بھائی اور بہن نے انہیں البقیع میں دفن کیا۔

اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ میں پھر استحکام آیا اور اس شہر نے حیات تازہ حاصل کی۔ یہ امن واستحکام کی حالت عباسیوں کے زوال تک باقی رہی۔

عہد عباسیوں کے دیگر اہم کارناموں میں سے ایک اہم تاریخی کارنامہ عباسی خلیفہ مہدی کے ہاتھوں مسجد نبوی کی توسیع بھی ہے۔

خلافت عباسیہ کا خاتمہ

عباسی حکومت کے آخری ایام میں خلافت کے اندر تفرقہ وانتشار پیدا ہوگیا اور بغداد میں خلیفہ کے ہاتھوں سے قوت واقتدار جاتا رہا۔صوبوں کی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔صرف ایک طاقتور مطلق العنان حاکم ہی ان صوبوں پر حکومت کر سکتا تھا۔ جو طاقت کے ذریعے اپنے احکام پر عمل درآمد کرانے کی اہلیت رکھتا ہو۔مصر، شام، اردن یہاں تک کہ حجاز وحلب بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔

مدینہ منورہ پر اس وقت حسینی اشراف (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد) کا اثر واقتدار تھا۔ **335** ہجری (**948** عیسوی) میں عباسی حکومت کا ضعف وزوال اپنی انتہا پر پہنچ گیا اور خلافت عباسیہ بھی عروج وزوال کے قانون سے ہمکنار رہا۔❶

موجودہ مدینہ منورہ

موجودہ مدینہ ایک گول شکل کا شہر ہے جس کا مرکز مسجد نبوی ہے۔مسجد کے گرد ایک سڑک بنی ہوئی ہے جسے مدینہ کا پہلا رنگ روڈ کہا جاتا ہے۔اس سے چھ سات کلومیٹر کے فاصلے پر دوسری رنگ روڈ ہے جو مدینہ شہر کا ایک چکر لگاتی ہے۔ اس سے مزید فاصلے پر تیسری رنگ روڈ ہے جو شاہ خالد کے نام سے موسوم ہے۔اگر آپ کسی بھی رنگ روڈ پر سفر کریں اور کسی جانب نہ مڑیں تو آپ گھوم پھر کر اسی مقام پر آجائیں گے جہاں سے چلے تھے۔

تیسری رنگ روڈ حرم مدینہ کی باونڈری لائن ہے۔اسی روڈ سے مشرقی سمت ریاض، شمالی سمت تبوک، مغربی سمت بدر اور جنوبی جانب مکہ اور جدہ جانے والی ہائی ویز نکلتی ہیں۔دوسرا رنگ روڈ موجودہ مدینہ کی آبادی کی باونڈری لائن ہے اور پہلا رنگ روڈ مسجد نبوی کی۔ مسجد نبوی سے مختلف سمتوں میں سڑکیں دوسرے اور تیسرے رنگ روڈ تک جاتی ہیں۔ان کے نام مختلف صحابہ کرام جیسے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کے نام پر رکھے گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا مدینہ موجودہ شہر کے سیکنڈ رنگ روڈ کے دائرے میں آباد تھا۔ اس دور میں مختلف خاندانوں کی الگ الگ بستیاں تھیں جو اس پورے علاقے میں ایک دوسرے وقفے وقفے سے پھیلی ہوئی تھیں۔موجودہ ٹاؤن پلاننگ میں یہ پورا علاقہ شہر کے اندر آ گیا ہے۔اپنے تقدس سے ہٹ کر بھی یہ شہر عمدہ ٹاؤن پلاننگ اور فطرت کے حسن کا شاہکار ہے۔

میقات ذوالحلیفہ کے قریب ہی سیکنڈ رنگ روڈ طریق الہجرہ کو کراس کرتا ہے۔ یہاں سیاہ رنگ کے قلعے کا ایک ماڈل موجود ہے۔ ہم نے یہاں سے بائیں جانب گاڑی موڑی، تھوڑی دور جاکر عمر بن خطاب روڈ کا ایگزٹ تھا۔ یہاں سے دائیں مڑ کر ہم تھوڑی دور چلے تو فرسٹ رنگ روڈ کا سگنل تھا جس کے دوسری طرف مسجد نبوی اپنی بہاریں دکھا رہی تھی۔یہ مسجد کی جنوب مغربی سمت تھی اور گنبد خضرا یہاں سے صاف نظر آرہا تھا۔ یہاں سے اگر سیدھے چلے جائیں تو دو راستے ہو جاتے ہیں ایک مسجد کے اردگرد کی گلیوں میں جاتا ہے اور دوسرا مسجد کی بیسمنٹ میں۔❷

❶ ابواب تاریخ مدینہ منورہ، ص16 تا 23

❷ قرآن اور بائبل کے دیس میں، ص86

مدینہ میں یہودی قبائل کیسے آئے؟

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ❶

ترجمہ: ''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ ان میں بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

الحدیث:... رسول اللہ ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں:

1. یہود کو عرب سے باہر نکال دو۔
2. وفود کی رہنمائی کرو اور انہیں زادِ راہ دو۔
3. قرآن کے متعلق۔ (قرآن کو مضبوطی سے تھامو) ❷

مدینہ منورہ میں موجود یہودی قبائل

مدینہ منورہ میں تین بڑے یہودی قبیلے آباد تھے:

1. بنو قینقاع۔
2. بنو نضیر۔
3. بنو قریظہ۔

ان کی ذیلی شاخیں بیس سے زیادہ اور جملہ تعداد پانچ ہزار سے اوپر تھی۔ ہر قبیلہ میں سات سو لڑنے والے افراد تھے قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ بنو قینقاع کو جب بنو نضیر اور بنو قریظہ نے نواحی بستیوں سے بھگا دیا تو شہر کے اندر خاص محلوں میں رہنے لگے۔

وہ عرب قبائلی سرداروں کی حمایت میں چین سے رہتے اور بدلے میں سالانہ خراج ادا کرتے۔

یہود آسمانی شریعت کے حامل تھے۔ تورات میں اپنی مرضی کی تبدیلی کرتے رہتے، ان کے اپنے مدارس تھے۔ عبرانی اور سریانی کے علاوہ عربی سے بھی واقف تھے۔ عبادت اور تعلیم میں سریانی اور روزمرہ کے کام کے لئے عربی استعمال کرتے لیکن اس میں عبرانی زبان کی آمیزش کرتے۔ دینی احکام کو مانتے اور مخصوص قوانین پر عمل کرتے تھے۔ یوم عاشورہ پر روزہ رکھتے، اپنی عیدیں الگ مناتے۔ عہد جاہلیت میں کسی عرب عورت کے لڑکا زندہ نہ ہوتا تو وہ نذر مانگتی کہ بچہ زندہ رہا تو یہودی بنا دے گی۔ اس طرح بہت سے عربی یہودی بن گئے۔

یہودی قبائل مالی اعتبار سے مستحکم، سودی کاروبار میں مشہور اور دولت پر جان دیتے تھے۔ کسانوں کو فصل پر قرض دے کر زراعت میں خوب حصہ بٹورتے تھے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی گروی رکھتے۔ منڈیوں میں خرید و فروخت میں من مانی کرتے۔ مصنوعی قلت پیدا کرنا ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری ان کی فطرت تھی۔ میٹھے پانی کے کنوؤں کا پانی اپنی ڈولوں کے حساب سے فروخت کرتے اکثر اوس و خزرج کے قبائل کو عیاری سے آپس میں لڑا کر مالی منفعت حاصل کرتے۔ یثرب میں یہود کے علاوہ نصرانی (عیسائی) بھی رہتے تھے۔ ❸

یہودیوں کی زبان بھی عربی ہوگئی

مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے اور آپس میں میل جول کی وجہ سے یہودیوں کی زبان رفتہ رفتہ عربی ہوگئی تھی اور وہ اسی زبان میں روزمرہ کا کام کرتے تھے۔ عبرانی ان کی مذہبی اور تعلیمی زبان تھی۔

یہودیوں کے علاوہ مدینہ میں عیسائی بھی موجود تھے۔ مدینہ میں دو قبیلے اوس اور خزرج بڑے مشہور تھے اوس مدینہ منورہ کے جنوب و مشرق میں اور خزرج وسطی اور شمالی علاقے میں آباد تھے۔ یہود ہمیشہ اپنی چالبازی سے ان دونوں قبیلوں کو لڑاتے رہتے تھے تاکہ وہ ان کا استحصال کرتے رہیں۔ اوس و خزرج کے درمیان آخری لڑائی جنگ بعاث تھی جو ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔ مدینہ میں کئی بازار تھے جن میں سب سے اہم سوق بنی قینقاع تھا جو سونے اور چاندی کے زیورات و مصنوعات اور کپڑوں کا خاص بازار تھا۔ مدینے کے بعض گھروں کے ساتھ باغ بھی تھے۔ بیٹھنے کے لیے کرسی بھی استعمال ہوتی تھی۔ عورتوں میں کپڑا بننے اور کاتنے کا عام رواج تھا۔ ❹

---

❶ سورہ مائدہ، آیت 51 ❷ صحیح بخاری 2، حدیث 130 و 1557 ❸ نشانات نبوی، ص 242
❹ حوالہ اردو دائرہ معارف جلد 20

مدینہ منورہ سے یہودیوں کی جلاوطنی

ویسے تو یہودی ابتداء ہی سے مسلمانوں کے خلاف تھے، مگر جنگ بدر میں عظیم الشان کامیابی کے بعد ان کی دشمنی میں بہت اضافہ ہوگیا اور وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ مثلاً بنونضیر کے سردار سلام بن مِشکم نے کفار کے سردار ابوسفیان کو **200** جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخلہ کے سلسلہ میں مدد دی۔ اس کی مہمانی کی اور مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے اپنے آدمی بھی بھیجے۔ ابوسفیان نے اس کے ہاں ایک رات گزاری، پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے مسلمانوں کے ایک باغ پر حملہ کیا، وہاں دو انصاریوں کو شہید کیا اور دوسرے باغوں میں آگ لگا کر واپس بھاگ گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے ان کے تعاقب میں کچھ مسلمان بھیجے مگر ابوسفیان اور اس کے ساتھی اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ جلد بازی میں انہوں نے اپنی سواریوں پر لدے ہوئے بہت سے ستو راستے میں ہی گرادیئے جو مسلمانوں کو بطور غنیمت حاصل ہوئے۔ یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں ''غزوہ سَویق'' کے نام سے مشہور ہے۔

سلام بن مشکم کی اس غداری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی سزا دی نہ بنونضیر پر حملہ کیا۔ کیونکہ آپ یہودیوں کے ایک اور قبیلہ بنوقینقاع کی شرارتوں کے سدباب میں مصروف تھے۔ ❶

ابوالقاسم الزجاجی فرماتے ہیں کہ

مدینہ منورہ میں پہلے پہل آباد ہونے والا شخص یثرب بن قانیہ مھلائیل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام تھا اور اسی مناسبت سے بستی کا نام یثرب مشہور ہوا۔ ❷

شہر مدینہ **2200** قبل المسیح میں معرض وجود میں آیا تھا کیونکہ **2189** ق م میں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شیرخوارگی کے عالم میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ جاتے ہیں تو قبیلہ بنوجرہم بھی وہاں آکر آباد ہوتے ہیں اور اسی زمانہ کے قریب عمالقہ میں سے یثرب بن قانیہ نے یہ شہر آباد کیا تھا۔

اہل مدینہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں

عمدۃ المؤرخین امام سید شہاب الدین بن عباس احمد السمہودی المتوفی **911** ھ لکھتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کشتی نوح سے اترنے والے افراد کی تعداد **80** تھی۔ بابل کے اطراف میں جس جگہ یہ لوگ آباد ہوئے اس بستی کا نام سوق الثمانین (**80** لوگوں کا بازار) مشہور ہوا۔ ان میں مختلف بہتر زبانیں بولی جاتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی کا فہم وادراک عطا فرمایا اور وہ عربی بولنے لگے جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو انہوں نے نمرود بن کنعان بن حام کو اپنا بادشاہ مقرر کردیا۔ ان ہی میں سے عاد اور عبیل بھی تھے جو عوض بن ارم بن سام کے بیٹے تھے جبکہ عبیل کے بیٹے یثرب نے یہ شہر آباد کیا تھا۔ ❸

امام ابوالجعفر محدم بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشی البغدادی المتوفی **245** ھ لکھتے ہیں کشتی نوح علیہ السلام سے اترنے کے بعد ان لوگوں نے **80** مکانات رہائش کے لئے بنالئے پھر جب ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو انہوں نے ''بابل'' شہر آباد کرلیا جو **96** مربع کلومیٹر میں تھا۔ ان کی افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ ایک لاکھ آبادی ہوگئی پھر انہوں نے نمرہ بن کنعان بن سحاریب بن نمرود بن کوش بن حام بن نوح کو اپنا بادشاہ مقرر کرلیا۔

یہودیوں کی کتاب تورات کا قدیم نسخہ جس میں مدینہ اور آپ ﷺ کا ذکر باکثرت ہے
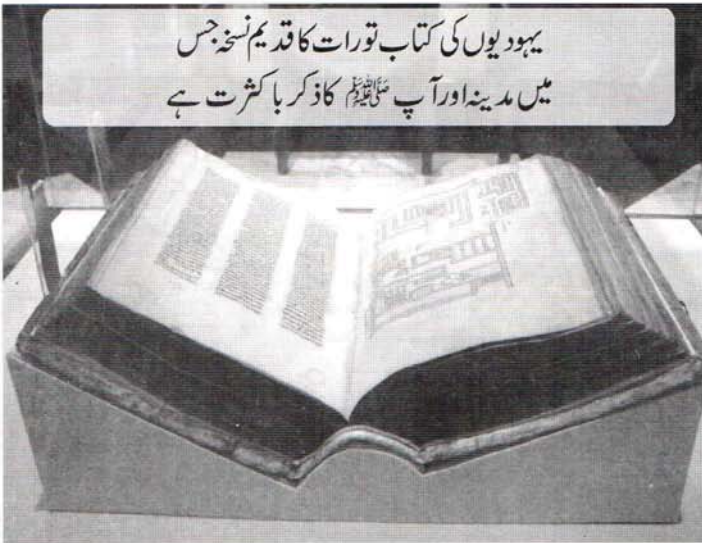
❶ حوالہ تاریخ مدینہ منورہ 60 تا 61 ❷ وفاء الوفاء: ج 1، ص 109، 110 ❸ وفاء الوفاء: ج: 1

یہودیوں کی ابتدائی زبان

ابتداء میں ان کی زبان سریانی تھی۔ پھر **72** مختلف زبانیں بولی جانے لگیں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی زبان کا فہم بھی نصیب فرما دیا اور سب سے پہلے عاد اور عبیل نے عربی زبان میں کلام کیا۔ یہ دونوں عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اسی طرح ان قبائل میں ثمود اور جدلیس جاثر بن ارم بن سام کے بیٹے عملیق، طسم اور امیم، لوذ بن ارم بن سام کے بیٹے تھے۔ جب یہ لوگ بابل سے نکل کر متفرق مقامات پر آباد ہوئے تو بنو عاد ''شحر'' کے مقام پر قیام پذیر ہوئے جو بعد میں اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں ہلاک ہو گئے۔ ''بنوعبیل'' مدینہ منورہ کے مقام پر آباد ہوئے۔

بعد ازاں عمالیق بنوعبیل کو مدینہ منورہ سے بے دخل کر کے خود وہاں قابض ہوئے۔ بنوعبیل وہاں سے نکلنے کے بعد ''**الجحفة**'' کے مقام پر آباد ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد سیلاب میں غرق ہو گئے۔ اسی بناء پر اس مقام کا نام ''**الجحفة**'' مشہور ہوا۔ [1]

مدینہ منورہ میں قوم عمالقہ کے یہودیوں کی آمد

مؤرخین کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ **1600** بعد المسیح اور **2200** قبل المسیح کے درمیانی زمانہ میں قوم عمالقہ نے آباد کیا تھا۔ [2]

قوم عمالقہ کا اصل وطن یمن کا شہر صنعا تھا۔ جب ان میں متعدد زبانیں بولی جانے لگیں تو وہ مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ کچھ قبائل مکۃ المکرّمہ میں آباد ہوئے اور بہت سی قوموں کو تباہ و برباد کر کے علاقہ پر قبضہ جما لیا۔ ان ہی میں سے یثرب، خیبر اور گرد و نواح کا بادشاہ تھا۔ [3]

بعض روایات کے مطابق قوم عمالقہ اور جرہم یمن میں آباد تھے جہاں شدید قحط میں مبتلا ہونے کی وجہ سے پانی، چارہ اور سرسبز شاداب علاقوں کی تلاش میں تہامہ کی طرف چلے گئے۔ ان ہی کے چند خاندان ''یثرب'' میں آباد ہوئے تھے۔ [4]

مدینہ میں بیت المقدس کے یہودیوں کی آمد

علامہ احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی **279**ھ/ **898**ء لکھتے ہیں کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تاخت و تاراج کر دیا اور بنی اسرائیل میں سے بعض کو جلا وطن پابند سلاسل کر دیا تو جلا وطن بنی اسرائیل کی ایک جماعت حجاز میں وادی القریٰ، تیماء اور یثرب میں آباد ہو گئی۔ یثرب میں جرہم اور عمالیق پہلے سے آباد تھے جن کا پیشہ کھیتی باڑی اور باغبانی تھا۔ بنی اسرائیل بھی ان کے ساتھ رہنے لگے اور ان سے شیر و شکر ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھتی گئی اور جرہم و عمالیق کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ بالآخر انہیں بزور شہر سے نکال کر بنی اسرائیل قابض ہو گئے۔ [5]

عمالقہ جیسی قوی ہیکل اور ناقابل تسخیر قوم پر بنی اسرائیل نے کیسے غلبہ حاصل کیا۔ اس کی تفصیل امام ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

قوم عمالقہ مختلف شہروں میں پھیل گئی اور مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور حجاز کے دیگر شہروں میں سکونت اختیار کر لی۔ پھر یہ لوگ سرکشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ اسی اثناء میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون پر فتح عطا فرمائی تو انہوں نے شام پر لشکر کشی کی۔ وہاں بھی فتح و کامرانی نے آپ کی قدم بوسی کی۔ اس کے بعد حجاز میں مقیم قوم عمالقہ کی سرکوبی کے لئے بھی ایک لشکر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ بادشاہ اور رعایا سب کو تہ تیغ کر دیں۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر اسرائیلی فوج نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا، یہاں تک کہ عمالقہ کے بادشاہ الارقم بن الارقم کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔

البتہ شاہی خاندان کے ایک نوجوان کی قابل رشک جوانی اور حسن و جمال کو دیکھ کر اسے قتل کرنے میں توقف کیا اور طے پایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس کے متعلق مشورہ کیا جائے اگر وہ اس پری پیکر نوجوان کو قتل کرنے کا بھی حکم دیں تو قتل کر دیا جائے گا۔

---

1. کتاب المجر: **384،385**
2. کتاب العبر، ج: **2** ص: **82**
3. تاریخ ابو الفداء ج: **1**، ص: **98**
4. مروج الذهب ذکر مکه و اخبارها: ج: **2**، ص: **46**
5. فتوح البلدان

تورات کا قدیم نسخہ جس میں حضور ﷺ اور مدینہ کے فضائل موجود ہیں جسے یہودی چھپاتے پھرتے ہیں۔

جب یہ لشکر فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ ملک شام واپس لوٹا تو اس وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام رحلت فرما چکے تھے۔ تاہم ان کی کامرانی اور ظفریابی کے باعث لوگ بڑی خوشی اور گرم جوشی سے ان کے استقبال کو نکلے لیکن جب فوج نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ایک خوبصورت نوجوان شہزادے کے قتل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر موقوف رکھا گیا ہے تو یہ سنتے ہی قوم غصہ ہوگئی اور سخت برہم ہوکر کہنے لگی کہ تم نے نبی کے حکم کی صریح نافرمانی کی ہے لہٰذا تمہیں اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی۔ قوم کی ہٹ دھرمی سے مجبور ہوکر وہ لوگ حجاز کی طرف لوٹ گئے اور اپنے مفتوحہ علاقوں میں جاکر آباد ہوگئے۔

چونکہ بنی اسرائیل علم تورات سے بہرہ یاب تھے جس میں انہوں نے خاتم النبیین رحمت عالم ﷺ کے دارالہجرت کے اوصاف میں یہ بھی پڑھا تھا کہ وہ سرسبز وشاداب شہر ہوگا۔ اس لئے ان کی ایک جماعت نے پہلے تیماء میں قیام کیا لیکن جب اسے مذکورہ اوصاف کے مطابق نہ پایا تو کچھ لوگ وہاں مقیم رہے اور باقی خیبر میں آباد ہوگئے لیکن وہاں بھی ان اوصاف کا فقدان پاکر ایک جماعت یثرب چلی گئی جس کا محل وقوع تورات کی تصریحات کے مطابق سبزہ نخلستان اور حروں کے درمیان دیکھ کر یقین کرلیا کہ یہی مقصود کائنات رحمت ﷺ کا دارالہجرت ہوگا۔

یہ نووارد لوگ قریظہ اور نضیر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے یثرب میں سکونت اختیار کرکے زراعت اور باغبانی کے کام کو فروغ دیا۔ بنونضیر وادی مذینب میں اور بنوقریظہ وادی مہروز میں آباد ہوئے۔ ❶

امام ابوالفرج الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ ذَالِكَ الْجَيْشُ اَوَّلَ سُكْنَى الْيَهُوْدِ الْمَدِيْنَةَ

اور یہ یہود کا پہلا لشکر تھا جو پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں آباد ہوا۔

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

وہ لوگ زمانہ دراز تک مدینہ منورہ میں عیش وعشرت اور امن وسکون کی زندگی گزارتے رہے۔ انہوں نے کئی قلعے بنالئے جاگیریں بنائیں اور زراعت کو فروغ دیا۔ پھر جب شاہ روم نے بنی اسرائیل کی شان وشوکت کو ملیامیٹ کردیا، یہودیوں کے ملک شام پر قبضہ کرلیا، بنی اسرائیل کو بے دردی سے قتل کردیا اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنالیں تو لٹے پٹے بنی اسرائیل کے قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوبہدل ذلیل و خوار ہوکر کسمپرسی کے عالم میں......

هَارِبِيْنَ مِنْهُمْ اِلٰى مَنْ بِالْحِجَازِ مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ

یعنی رومیوں سے بھاگ کر حجاز میں مقیم بنی اسرائیل کے پاس جاکر پناہ لی۔ وہاں کی سبزہ زار زمین اور لہلہاتے باغات دیکھ کر منہ میں پانی آگیا۔ اس طرح بنونضیر اور ان کے ہمنوا لوگ بطحان اور بنوقریظہ، بنوبہدل اور ان کے ساتھی وادی مہروز میں آباد ہوگئے۔ ❷

❶ اخبار مدینہ: 12 تا 14

❷ کتاب الاغانی ج: 19، ص: 95

اوس وخزرج کی مدینہ منورہ میں آمد

اوس وخزرج کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے:
حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ بن ماذن بن عبداللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔ ❶

امام عبدالکریم بن ابوبکر السمعانی المتوفی 562ھ/1166ء لکھتے ہیں اوس وخزرج اور اہل یمن کا سلسلہ نسب قحطان سے جاملتا ہے اور وہ سب یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل میں سے تھے۔ ❷

اوس وخزرج کے قبائل بھی متعدد بڑے بڑے خاندانوں پر مشتمل تھے اور ہر ایک قبیلہ کثیر التعداد افراد پر مبنی پانچ پانچ خاندانوں پر مشتمل تھا۔

اوس کے پانچ قبائل حسب ذیل تھے:

1. عوف بن مالک
2. عمرو بن مالک اوراسی کو النبیت کہا جاتا تھا
3. مرہ بن مالک
4. جشم بن مالک
5. امرؤ القیس بن مالک

ان سب کی والدہ ہند تھی جو اوس کے بھائی خزرج کی بیٹی تھی۔ ❸

خزرج بھی پانچ بڑے قبائل پر مشتمل تھے:

1. عمرو بن الخزرج
2. عوف بن الخزرج
3. جشم بن الخزرج
4. کعب بن الخزرج
5. الحارث بن الخزرج ❹

اوران کی نسلیں بھی عظیم خاندانوں میں منقسم ہوچکی تھیں۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ملک یمن میں ''سدمآرب'' ایک عظیم الشان ڈیم تعمیر کیا گیا تھا جس سے قوم سبا کے باغات اور کھیت سیراب ہوتے رہے اور بے پناہ پھل وغلہ کی پیداوار تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ عمرو مزیقیا بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس بن مازن بن الازد بن غوث بن مالک بن زید کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے بند کی دیوار میں چوہے کو سوراخ کرتے دیکھا جس پر اسے بند کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے جان و مال کی حفاظت کے پیش نظر اس نے خفیہ طور پر ہجرت کرنے کی تیاری شروع کردی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ اپنی آل و اولاد کے ساتھ یمن سے چل نکلا اور قبیلہ آرزو بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ یہ لوگ عک، نجران اور پھر مکہ مکرمہ میں جاکر آباد ہوئے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں قوم جرہم آباد تھی۔ پھر معاش کی تنگی کے باعث ثعلبہ بن عمرو مزیقیا بن عامر اپنی اولاد حارثہ اور اس کے بیٹوں اوس و خزرج اور دیگر لوگوں کے ہمراہ یثرب میں آگیا۔ جہاں یہود آباد تھے۔ یہ لوگ شہر کے باہر اقامت گزین ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد میں افزائش بخشی اور انہیں عزت سے سرفراز کیا۔ ان کی طاقت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ انہوں نے اپنی قوت بازو سے یہود کو شہر سے نکال دیا اور خود قابض ہوگئے۔ ❺

اوس وخزرج اگرچہ مشرک اور بت پرست تھے مگر یہود کے ساتھ میل جول کی وجہ سے آسمانی کتب اور نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات گرامی کے تذکرہ سے آشنا تھے۔ یہود سے رقابت وعداوت کے باوجود ان کے علمی فضل وکمال کے قائل تھے۔ یہود کا جب کبھی اوس وخزرج سے جھگڑا ہوتا تو وہ دھمکی دیتے کہ عنقریب نبی آخر الزماں ﷺ مبعوث ہونے والے ہیں۔ پھر ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قوم عاد وارم کی طرح تباہ وبرباد کردیں گے۔

امام زین الدین مراغی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
اوس وخزرج کے درمیان ایک سو بیس سال تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ ❻

---

❶ كتاب الاغاني: ج 13، ص: 105
❷ الأنساب للسمعاني رديف: ق: 444
❸ جمهرة انساب العرب 232
❹ جمهرة انساب العرب: 346
❺ فتوح البلدان تاريخ يعقوبي: ج: 1، ص: 165
❻ معالم دار الحجرة: 24

اوس وخزرج کے قبائل

مدینہ منورہ میں اوس وخزرج کے قبائل کی تعداد بہت زیادہ تھی
جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

قبائل الأوس

1 بنو جشم
2 بنو حارثة
3 بنو ظفر
4 بنوعوف
5 بنو غنم
6 بنو عبدالأشهل
7 بنو مرة
8 بنوعمرو بن عوف
9 بنوامرؤ القيس
10 بنو مالک
11 بنو عمرو
12 بنو واقف
13 بنو معاوية
14 بنو كلفة
15 بنو زعوراء
16 بنو خطمة
17 بنو عمر النبيت
18 بنومرة الجعادرة

قبائل الخزرج

1 بنو عمرو
2 بنو مازن
3 بنو زيد مناة
4 بنو دينار
5 بنوجشم
6 بنو زريق
7 بنو سالم
8 بنو سلمة
9 بنو الحارث
10 بنو النجار
11 بنو ساعدة
12 بنو حرام
13 بنو بياضة
14 بنو عوف
15 بنو كعب
16 بنو عدی
17 بنو غنم
18 بنو مالك
19 بنو طريف

مدینہ کے مشہور یہودی قبیلے

مدینہ منورہ میں مصر اور بیت المقدس سے بہت سے یہودی قبائل آ کر آباد ہوئے ان میں سے چند مشہور قبیلوں کا تعارف یہ ہے۔

1 قبیلہ بنوقینقاع

قینقاع کے لفظی معنی سنار کے ہیں اور یہی ان کا پیشہ تھا۔ ان کے محلے میں سونے چاندی کے زیورات کا سب سے بڑا بازار تھا۔ بڑے مالدار تھے اور سودی لین دین بھی کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کی حفاظت اور اس میں بسنے والے قبائل کے حقوق و فرائض کے معاہدے میثاقِ مدینہ پر تینوں یہودی قبائل نے دستخط کیے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکمران تسلیم کیا۔ غزوۂ بدر کے لئے ابھی مسلمان مدینے سے باہر تھے کہ بازار قینقاع میں ایک مسلمان خاتون کی بے عزتی کی گئی، اس پر فساد ہوا۔

مسلمان بدر سے واپس ہوئے یہودیوں کی شرارت کا علم ہوا تو انہیں سوقِ (بازار) قینقاع میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سمجھایا کہ اگر مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ نہ روکا گیا اور صلح کے معاہدے پر عمل نہ کیا گیا تو پھر قریش کی طرح کہیں سزا کا نشانہ نہ بن جاؤ۔ یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں قریش کی طرح کمزور نہ سمجھا جائے۔ ہم سے پالا پڑے گا تو بتا دیں گے کہ لڑائی کیا ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر معاہدے کا کاغذ واپس کر دیا۔ [1]

یہ لوگ قریش سے ساز باز رکھتے تھے اور خفیہ اطلاعیں انہیں پہنچاتے تھے۔ اب عہد شکنی پر اتر آئے تو جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ [2]

15 شوال **2** ہجری کو مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا جو **15** دن تک جاری رہا، بالآخر ہتھیار ڈال دینے اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرنے پر راضی ہو گئے۔ ان کے سب مردوں کو باندھ دیا گیا۔ [3]

بنوقینقاع کے سرداروں کے عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) سے گہرے روابط تھے نیز درس گاہ صفہ کے صدر مدرس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی ان کے تعلقات تھے ان کی سفارش پر آپ ﷺ نے انہیں فیصلہ کا اختیار دیا، انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر فیصلہ دیا کہ تین دن میں مدینے سے نکل جائیں۔ گھریلو اشیاء ساتھ لے جا سکتے ہیں، اسلحہ نہیں لے جا سکتے۔ [4]

رسول اللہ ﷺ چاہتے تو انہیں غدار اور جنگ کی دھمکی پر قتل بھی کر سکتے تھے۔ وہ اپنے گھریلو مال و اسباب کے ساتھ شام کے علاقے میں چلے گئے۔ مال غنیمت میں بہت سا اسلحہ اور زمینیں ملیں۔ اس موقع پر سورہ مائدہ کی آیت **15** نازل ہوئی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا، مال غنیمت میں خمس نکال کر بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے گئے۔ غزوہ بدر کے بعد حاصل ہونے والا یہ پہلا خمس تھا۔ [5]

مقام بنوقینقاع

1. تاریخ طبری (سیرت النبی ﷺ) جلد اول ص **207** محمد بن جریر طبری مترجمہ محمد ابراھیم
2. تاریخ ابن خلدون جلد اول ص **95** (اردو)
3. اصح السیرۃ ص **116** عبد الرؤف دانا پوری
4. تاریخ طبری(سیرت النبی ﷺ) جلد اول ص **208** (اردو)
5. تاریخ اسلام: ص **151** اکبر شاہ خان نجیب آبادی، بحوالہ نشانات نبوی **241**

2 قبیلہ بنونضیر

مسلمانوں اور یہودیوں میں معاہدہ ہو چکا تھا اس میں صراحت تھی کہ اگر مسلمان یہودیوں سے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو یہودی مدد کرنے کے پابند ہوں گے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کسی دیت میں تعاون کے سلسلہ میں بنونضیر کے ہاں تشریف لے گئے جس کے وہ پیارے نبی ﷺ کے ساتھ معاہدے کی رو سے پابند تھے۔ انہوں نے منصوبہ بنایا کہ جس گھر کے سائے میں پیارے نبی ﷺ تشریف فرما ہوں گے اس کی چھت سے ایک بھاری پتھر آپ پر گرا کر آپ کو شہید کر دیں۔ میرے آقا ﷺ کو بذریعہ وحی خبر ہو گئی۔ پیارے نبی ﷺ جلدی سے اس گھر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو ان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے علاقے میں پہنچے تو وہ اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے کچھ باغات بھی جلا دیئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول پھر ان کا سفارشی بن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ان کی معافی کا مطالبہ کیا کیونکہ یہ بھی اس کے حلیف تھے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے انہیں نکلنے کی اجازت دے دی بشرطیکہ وہ اسلحہ یہیں چھوڑ جائیں اور ایک ایک اونٹ پر جو کچھ لاد سکیں، لے جائیں۔ وہ جو کچھ لے جا سکتے تھے لے گئے اور شام کے علاقے میں چلے گئے۔ اس طرح مدینہ منورہ ایک اور یہودی قبیلہ سے نجات پا گیا۔ یہ ربیع الاول 4ھ کی بات ہے۔ [1]

[1] حوالہ الرحیق المختوم 328

مقام بنونضیر کی موجودہ تصویر

مدینہ کے اطراف میں موجود 200 سال پرانی قدیم دیوار کی 90 سال قبل کھینچی گئی تصویر

غابہ
مجمع الاسیال
العقیق
الاصغر
رومہ کنواں
جبل احد
جبل عینین
(جبل رماۃ)
جرف
بنوحارثہ
وادی قناۃ
عرصہ
نذادکنواں
عبیت
سافلہ
اطم الشیخین
عبدالاشہل وزعوراء
(اوس)
حرہ واقم
(لابۃ الشرقیہ)
ثنیۃ الوداع
ثنیہ نور
جبل
ذباب
بنوسلمہ
(خزرج)
بدائع
بنوظفر (اوس)
بضاعہ کنواں
بنوحارث بن خزرج اصغر
(اوس)
السنح
حاءکنواں
مدینہ منورہ
حرہ وبرہ
(لابۃ الغربیہ)
راس ثنیہ
حسیکہ
جبل سلع
بنونجار
مسجد نبوی
(مالک ومازن
اور
دینار وعدی)
البقیع
بنومعاویہ
(اوس)
بنوزریق
بنوواقف
وادی بطحان
خربی
بنوساعدہ
بنوبیاضہ (خزرج)
بنی عبید پہاڑ
بنوحارث
بنوقینقاع
وادی مہزور
یثرب
اوس (زید) مناۃ
بعاث
بنوقریظہ
بئر سقیا
بنوحبلی
(خزرج)
وادی مذینب
بنوامیہ بن زید (اوس)
بنوجحجبا
العالیہ
وادی عقیق
جبل حُمادات
قواقلہ
عوسا
بنونضیر
غرس کنواں
قلعہ کعب
بن اشرف
اریس کنواں
غرس کنواں
بنوعوف بن خزرج
بنوسالم بن عوف
(خزرج)
عصبہ
بنوعوف بن مالک
بن اوس
جعادرہ (سعد العشیرہ)
وادی رانوناء
اطم ضحیان
قباء
بنوزید بن مالک
(اوس)
مسجد قباء
بنوانیف
(بلیٰ)
جبل عَیر
مدینہ کے اہم قبائل، مساکن اور مساجد
مساکن اوس
مسجد
مساکن خزرج
جبل/پہاڑ
مساکن یہود
کنواں
پہاڑیاں
باغ

بیت المقدس سے مدینہ کی طرف جانے والے راستے

مدینہ کی حدود کی نشاندہی کے لیے سعودی گورنمنٹ کی طرف سے بنائی قرآنی رحل

جدہ سے مکہ معظّمہ کو جاتے ہوئے اس رحل نما خوبصورت یادگار سے حدود حرم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے آگے غیر مسلموں کا جانا ممنوع ہے۔

3 قبیلہ بنوقریظہ

بنونضیر مدینہ سے جلا وطن ہوئے تو ان کا ایک وفد قریش کے پاس گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف برسر پیکار ہونے پر برانگیختہ کیا وہ مان گئے پھر وہ وفد قبیلہ غطفان کے پاس گیا وہ بھی تیار ہو گئے۔ اس کے نتیجہ میں قریش اور غطفان تقریباً دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ کی طرف چلے۔

جب نبی رحمت ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب بنوقریظہ کے پاس گیا اور انہیں لڑائی پر ابھارا یہاں تک کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑنے پر رضامند ہو گئے، کفار نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایسی تدبیر فرمائی کہ ان میں باہمی اختلاف پڑ گیا اور ان کی جمعیت ٹوٹ گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی بھیجی جس نے ان کے قدم کو ڈگمگا دیا، وہ خود ٹک سکے نہ ان کا کوئی خیمہ برقرار رہا، آخر وہ راتوں رات بھاگ نکلے۔

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خندق سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے بنوقریظہ پر چڑھائی کر دی اور پچیس دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ خود کرنے کے بجائے انہی کی تجویز پر ان کے حلیف سیدنا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں اور بچے غلام بنا لئے جائیں۔ فیصلے پر عمل ہوا، چنانچہ مرد قتل کر دیئے گئے، ان کی عورتیں بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اس طرح مدینہ منورہ یہودیوں کے آخری قبیلہ سے بھی پاک صاف ہو گیا۔ یہ غزوہ ذوالقعدہ 5ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ ❶

❶ حوالہ الرحیق المختوم 426 تا 429

مقام بنوقریظہ کی موجودہ تصویر

انصار مدینہ کے بعض قبائل

1 بنونجار

بنونجار نبی اکرم ﷺ کا ننھیال قبیلہ ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کے پردادا جناب ہاشم نے بنونجار کی خاتون سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی۔ آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب انہی کے فرزند ہیں۔ بنونجار کے لئے اس سے بڑھ کر سعادت کیا ہوگی کہ پیغمبر آخرالزماں ﷺ کا خاندانی تعلق ان سے ہے۔

آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر طرف سے مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند ہو رہی تھی لیکن آنجناب ﷺ بنونجار کے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرما ہوئے، چونکہ حکم الٰہی کے مطابق اونٹنی یہیں آکر بیٹھی تھی۔

بنونجار قبیلے کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

☆ بنونجار کی زمین پر ہی مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔

☆ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بنونجار کے ایک فرد تھے جنہوں نے مسجد نبوی شریف کے اردگرد اپنی مملوکہ زمین نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی کہ اپنی ازواج مطہرات کے مکانات بنائیں اور بقیہ مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیں۔

☆ شاعرِ رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی بنو نجار میں سے تھے۔

☆ اسی قبیلے میں سے حضرت ام بُردہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا، اور وہ انہی کی گود میں فوت ہوئے۔

☆ انصار کے اولین مبلغ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی قبیلے سے تھا جو بقیع میں سب سے پہلے دفن ہوئے۔

☆ بنونجار کا اطلاق ان مشہور قبائل اور ان کی اولاد پر ہوتا ہے: بنوعدی، بنو مالک، بنو مازن اور بنو دینار۔

☆ بنونجار کی خدمات کے پیش نظر پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انصار میں سب سے افضل بنونجار ہیں پھر بنوعبد الاشہل، پھر بنوحارث اور پھر بنوساعدہ ہیں جبکہ بنونجار کو بحیثیت عمومی تمام انصاری قبائل میں فضیلت حاصل ہے۔ ❶

2 بنوحارث

بنوحارث کو بلحارث بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی آبادی عوالی میں سخ مقام پر قربان کے قریب تھی۔ انصار کے قبائل میں فضیلت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر تھے۔ اس قبیلے کی بھی چند خصوصیات ہیں:

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو انہی کے ہاں قیام کیا اور نبی کریم ﷺ نے اسی قبیلہ کے حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی شادی مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی۔ روانگی کی بابت روایت ہے کہ اسی قبیلے میں ان کے قیام کے دوران ہوئی۔ ❷

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی قبیلے کی خاتون حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو وہ حاملہ تھیں پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا نامی بچی پیدا ہوئی۔

☆ اسی قبیلے کے حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو جانے کے بعد گفتگو کی۔

☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اسی قبیلے کے چشم و چراغ تھے، شاعرِ رسول ﷺ تھے، غزوۂ موتہ کے امیر تھے وہیں شہید ہوئے۔

❶ صحیح بخاری: حدیث نمبر 5300
❷ صحیح بخاری: حدیث نمبر 3894

مقام بنوحارثہ

☆انہی میں سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو آخری وقت میں فرمایا: اے ابی بن کعب! نبی اکرم ﷺ کو میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا: جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرًا اور میری قوم کو سلام کہنا اور پیغام دینا کہ: خدارا! بیعت عقبہ کی رات نبی اکرم ﷺ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا۔ اللہ کی قسم! تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اگر تم میں ایک فرد بھی زندہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچے۔

☆انہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ ﷺ سے میراث کی بابت پوچھنے آئیں تو ''سورۃ النساء'' آیت نمبر **11** اور بعد والی آیات نازل ہوئیں۔

تبلیغِ اسلام کا حکیمانہ انداز

اوس قبیلے کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنو عبدالاشہل کے چشم و چراغ تھے۔ ایک دن بڑے غضبناک ہو کر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت تبلیغ سے روکنے کے لئے آئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا بیٹھ کر ہماری بات سن لیں، اگر آپ کو اچھی لگے تو قبول کرلیں ورنہ ہم آپ کے علاقے سے چلے جائیں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! تم نے اصول کی بات کی ہے۔ پھر آپ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے انہیں قرآن کریم سنایا اور اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہوگئے۔ اور اپنے قبیلے میں واپس آکر فرمایا: اے بنو عبدالأشہل! میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ جواب ملا: تم ہمارے سردار ہو اور سردار زادے ہو اور ہم میں سب سے افضل رائے رکھتے ہو۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بول چال حرام ہے تا آنکہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ یہ سن کر سب نے اسلام قبول کرلیا، سوائے ایک شخص اُصیرم کے جو جنگ احد والے دن مسلمان ہوئے اور انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی کہ شہید ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہی حضرت اُصیرم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ عمل تھوڑا کیا اور اجر بہت زیادہ پا گیا۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: سعد کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا۔

3 بنوساعدہ

بنوساعدہ خزرج کا مشہور قبیلہ ہے۔ ان کی آبادی مسجد نبوی شریف کی شمال مغربی سمت تھی۔ اس میں ایک جگہ سقیفہ بنی ساعدہ تھی جس کا محل وقوع اب مسجد نبوی کی دوسری سعودی توسیعی عمارت سے **206** میٹر کے فاصلے پر موجود باغیچہ میں ہے۔

اس قبیلے کی بھی چند خصوصیات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

☆ پیارے نبی ﷺ اس سقیفہ میں تشریف لائے، پانی پیا اور نماز پڑھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی کے سائے میں بیٹھتے تھے۔ پیارے نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہاں جمع ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد منتخب کیا۔

☆اسی سقیفہ کی شمالی جانب کچھ فاصلے پر بنوساعدہ کا کنواں تھا جس کا تذکرہ احادیث شریفہ میں بئر بضاعہ کے نام سے آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا پانی استعمال کیا۔

☆ بنوساعدہ کے سربراہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے سخی اور بہادر تھے۔ انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی۔

☆ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا، رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد میں ان کو اپنی تلوار عطا فرمائی، اور انہوں نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے بنوساعدہ کو انصار کے چار افضل قبائل میں شمار کیا۔

☆بنوساعدہ کی تین شاخیں درج ذیل ہیں جو مشہور و معروف ہیں:

بنوعمرو بن ساعدہ، بنوثعلبہ بن ساعدہ، بنوطریف بن ساعدہ

مقام بنوساعدہ

مدینہ کے انصار اور مہاجرین کے درمیان بامثال محبت

انصار صحابہ انہیں کہا جاتا ہے جو پہلے سے مدینہ میں رہتے تھے اور مہاجر صحابہ انہیں کہا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان مؤاخات اور بھائی چارہ قائم کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ اس مؤاخات کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کے دلوں سے غریب الوطنی کی وحشت ختم ہو جائے۔ گھر بار اور قوم و قبیلہ کی جدائی کے اثرات زائل ہوں اور مسلمان باہم مل کر ایک دوسرے کی کمزوری دور کریں۔ پھر جب اسلام کو غلبہ حاصل ہونے لگا، مسلمانوں کا شیرازہ بندھنے لگا اور وحشت ختم ہوگئی تو وراثت ختم کر دی گئی اور سب مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا اور یہ آیت اتری:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

''بلاشبہ تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''[1]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے خصوصاً ہم مہاجرین و انصار کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

''رشتہ دار (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔''[2]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: ''بات یہ تھی کہ ہم مہاجر لوگ جب مدینہ آئے تو ہمارے پاس کوئی مال نہیں تھا۔ ہم نے انصار کو بہت اچھے بھائی پایا۔ ہم جب ان کے بھائی بنے تو انہوں نے ہمیں اپنا وارث بنایا اور ہم نے ان کو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بھائی بنے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فلاں انصاری کے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بنو زُرَیق بن سعد میں سے ایک انصاری کے (بعض مؤرخین نے کسی اور کا نام بھی لیا ہے) اور میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا۔ میں ان کے پاس آیا تو ان کے پاس بہت زیادہ اسلحہ تھا۔ اللہ کی قسم! اگر ان دنوں وہ فوت ہو جاتے تو میرے سوا کوئی ان کا وارث نہ بنتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت اتار دی تو پھر ہم اپنی اصل وراثتوں کی طرف لوٹ گئے۔''[3]

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تو انہوں نے پیش کش کی کہ ''مجھ سے نصف اہل و مال لے لیں۔''

مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت فرمائے (میں نہیں لوں گا) بس آپ مجھے بازار کا پتہ بتا دیجئے۔ میں وہاں تجارت کروں گا۔''

چنانچہ انہوں نے تجارت شروع کی تو انہیں کچھ پنیر اور گھی منافع میں حاصل ہوا۔ چند دن بعد نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان پر زرد خوشبو کے آثار تھے۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ''عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہر کیا دیا؟'' انہوں نے کہا: ''سونے کا نواۃ (جو ایک سکہ تھا)''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا! ولیمہ ضرور کرنا اگرچہ ایک بکری ہی میسر ہو۔''[4]

اس واقعہ سے اس پاکیزہ روحانیت کا اظہار ہوتا ہے جس کے مطابق انصار نے مہاجرین سے سلوک کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخوت اخلاص اور مضبوطی کے لحاظ سے نسبی اخوت سے بھی بڑھ کر تھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین مال و زر سے بے نیاز رہے اور انہوں نے انصار کی فیاضی کو غنیمت نہیں جانا بلکہ مہاجرین نے انصاف کے اس حسن سلوک کو نہ صرف یاد رکھا بلکہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ انہیں یہ خوف دامن گیر رہا کہ کہیں انصار ہمارا سارا ثواب حاصل نہ کر لیں۔

[1] سورۃ الحجرات: 10 [2] سورۃ الاحزاب: 6 [3] تفسیر ابن کثیر، سورۃ الاحزاب، آیت 6
[4] صحیح بخاری، حدیث: 3937، صحیح مسلم، حدیث: 1427

مکہ کے قبرستان جنۃ المعلی میں موجود عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مہاجرین نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنے میزبانوں جیسے لوگ کبھی نہیں دیکھے۔ ان کے پاس زیادہ مال ہو تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ مال کم ہو تو بھی بہترین ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہمیں کام کاج نہیں کرنے دیتے لیکن پیداوار میں شریک کر لیتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں سارا ثواب وہی نہ لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، جب تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لیے دعائیں کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں بھی پورا پورا اجر دے گا۔''

ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ

مدینہ منورہ آنے کے بعد مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ معروف صحابی سید عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: ''جب میں ہجرت کے لیے نکلی تو میں حاملہ تھی بلکہ مدت حمل قریب الاختتام تھی۔ میں مدینہ پہنچی اور قباء میں اتری تو میں نے عبداللہ بن زبیر کو جنا، میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور منگوا کر اسے چبایا پھر اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا۔ اس طرح بچے کے منہ میں سب سے پہلے داخل ہونے والی چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھجور کی گھٹی دی، پھر اس کے لیے برکت کی دعا کی۔ اور یہ (ہجرت کے بعد مہاجرین) مسلمانوں کے گھر میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ تھا۔''

جنۃ المعلی میں واقع حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک

❶ مسند احمد 204/3

❷ صحیح بخاری، حدیث 3909، صحیح مسلم، حدیث 2146

مدینہ طیبہ اور تاریخی حادثات

مدینہ سے پراسرار آگ کا نکلنا

مدینہ طیبہ میں حوادثات اور فتنوں کے متعلق سرور کونین ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبردار کیا تھا کہ مدینہ طیبہ پر مختلف قسم کے حوادث زمانہ اور فتنے نازل ہونگے جن میں سے پراسرار آگ کا نکلنا بھی ہوگا۔ اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ نکلے گی جو مقام بصری میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زمینوں کو سرزمین حجاز کہتے ہیں اور بصری ملک شام کا ایک شہر ہے جو دمشق سے چند منزل کی دوری پر ہے۔

اس آگ کے نکلنے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ پراسرار آگ نکل چکی ہے کہ نہیں؟

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ وہی آگ ہے جو حشر کے لیے لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی۔ اس کی ابتداء یمن سے ہوگی اور قوت حجاز میں ہوگی۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔

شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حشر کی آگ ہے بلکہ یہ قیامت کی ایک نشانی ہے اور یہ آگ ہمارے زمانے میں **654** ہجری میں مدینے کے مشرق جانب حرہ کے پیچھے سے نکلی اور دوسرے ملکوں کے لوگوں کو متواتر اس کا علم ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ آگ نکلنے کی پیشگوئی **654** ہجری میں ظاہر ہو چکی ہے۔ جس کا تفصیلی واقعہ آپ آگے پڑھیں گے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آگ سے پہلے تین ماہ تک مدینہ منورہ میں زلزلے آتے رہے خوفناک آوازیں پیدا ہوتی رہیں۔ زلزلوں کی شدت کا یہ عالم تھا کہ مسجد نبوی شریف کے مینار بھی ہل گئے۔

حجاز کی آگ

حجاز کی آگ سے متعلق آتا ہے کہ **3** جمادی الآخرۃ **654**ھ کو مدینہ منورہ میں اچانک ایک گھر گھراہٹ کی آواز سنائی دینے لگی پھر خوفناک زلزلہ آیا اور اس زلزلے کے جھٹکے تھوڑے وقفہ کے بعد دو دن تک محسوس کئے جاتے رہے۔ پھر اچانک قبیلہ قریظہ کے قریب میں ایک ایسی خوفناک آگ نمودار ہوئی جس کے شعلے اتنے بلند تھے اور مدینہ سے ایسے نظر آرہے تھے گویا یہ آگ مدینہ منورہ کے گھروں میں لگی ہوئی ہے پھر یہ آگ بہتے ہوئے نالوں کی طرح سیلاب کے مانند بہتی ہوئی پھیلنے لگی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ پہاڑ آگ کی ندی بن کر بہتی چلی جارہی ہیں۔

اور پھر اس کے شعلے اتنے بلند ہوگئے کہ آگ کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا اور آگ کے شرارے فضاؤں میں اڑنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی مکہ معظمہ میں بھی نظر آنے لگی اور تمام اہل مدینہ اس ہولناک منظر سے گھبراہٹ اور دہشت کے عالم میں توبہ واستغفار کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس جمع ہوگئے اور ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک یہ آگ چلتی رہی اور پھر خود بخود بجھ گئی اور ایسی بجھی کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔

اس آگ کی شدت کے بارے میں علامہ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آگ جلتے وقت سورج اور چاند دونوں کی روشنی ماند پڑ گئی تھی۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آگ کا مشاہدہ تیما اور بصری میں کیا گیا۔ قاضی القضاۃ صدرالدین حنفی اپنے والد گرامی صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آگ حجاز میں بھڑکی اور اس کی روشنی بصری میں دیکھی گئی اور کئی لوگوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس عظیم معجزہ کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جس کی خبر سید کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کئی عرصہ پہلے فرما دی تھی، حجاز کے ان ہیبت ناک شعلوں کو دیکھ کر مدینہ منورہ کا امیر عزیز الدین حنیف اہل مدینہ کو لے کر دربار گوہر بار میں حاضر ہوا۔ حاضرین کی کیفیت یہ تھی:

کَانُوْا یَتَضَرَّعُوْنَ وَیَبْکُوْنَ کَاشِفِیْنَ رُءُ وْسُھُمْ مُقِرِّیْنَ بِذُنُوْبِھِمْ مُسْتَجِیْرِیْنَ بِنَبِیِّھِمْ [1]

وہ آہ و زاری اور روتے ہوئے کھلے ہوئے سروں کے ساتھ گناہوں کا اعتراف کر رہے تھے اور اپنے پیغمبر کے حضور پناہ لے رہے تھے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

اسی زمانہ کے ایک اور بزرگ علامہ قطب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ فرماتے ہیں: مجھے ایک معتمد شخص نے بتایا ہے کہ میں نے حرہ کے پتھروں میں سے ایک بہت بڑا پتھر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس کا بعض حصہ حرم مدینہ کی حد سے باہر تھا۔ آگ اس کے صرف اس حصہ میں لگی جو حد حرم سے خارج تھا اور جب پتھر کے اس حصہ پر آگ پہنچی جو حد حرم میں داخل تھا تو بجھ گئی اور ٹھنڈی ہوگئی۔ یہ پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک اور معجزہ ہے کہ اتنی بڑی آگ حرم مدینہ میں داخل نہ ہوسکی، حتیٰ کہ ایک پتھر کا جو حصہ حرم سے باہر تھا اسے آگ نے جلا دیا اور جو حصہ اندر تھا وہاں پہنچ کر آگ خود ٹھنڈی ہوگئی۔ [2]

فائدہ: ...حدیث میں جس آگ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کچھ اس قسم کی ہوگی۔

1. ایک بہت بڑے آگ اونچے شعلوں والی۔
2. اس کی روشنی سینکڑوں میلوں تک دکھائی دے گی۔
3. وہ مشرق سے برآمد ہوگی۔
4. وہ لوگوں کو دھکیل کر مغرب میں لے جائے گی۔
5. وہ پانی کی طرح چلنے والی آگ ہوگی... یعنی آبادیوں اور جنگلوں کو صاف کرتی ہوئی چلی جائے گی۔

بعض جدید مفسرین نے اس آگ کو متوقع ایٹمی جنگ سے تعبیر کیا ہے لیکن ہمارا قیاس مختلف ہے۔ حدیث کے الفاظ سے جنگ کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا... اس کے علاوہ اس آگ کے نکلنے کا زمانہ قیامت کے انتہائی قریب بتایا گیا ہے۔ جب کہ پہلے ہی جنگ و جدال اور فتنوں کے نتیجے میں بہت تھوڑے لوگ روئے زمین پر باقی ہوں گے۔

یہ آگ دراصل زمین سے نکلنے والی یا آتش فشاں کے پھٹنے سے پیدا ہونے والی آگ ہوگی۔ اس وقت تبدیلیاں واقع ہوں گی۔ زمین کئی مقامات سے شق ہو جائے گی پہاڑوں سے لاوا بہہ نکلے گا۔ اس طرح ایک قسم کی آگ نکلے گی جو مشرق کے زرخیز اور آباد علاقوں سے لوگوں کو مغرب کے غیر آباد اور بنجر علاقوں کی طرف لے جائے گی۔ جب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں گے تب مکمل تباہی اور قیامت کا نقارہ بجا دیا جائے گا۔

---

[1] خلاصہ 55 [2] فتح الباری

عاقول ڈیم حجاز کی آگ کا مقام ہے

وادی عاقول اہلیان مدینہ منورہ کی اہم تفریح گاہ ہے شارع مطار کے دیار سے ریاض روڈ پر تین کلومیٹر کے فاصلے پر دائیں طرف مڑیں تو مزید تین کلومیٹر کے فاصلے پر وادی عاقول اور ڈیم نظر آئے گا۔ یہاں بارش کے بعد وادی قناۃ بہتی ہے تو یہاں پانی جمع ہوجاتا ہے اور تاحد نظر پانی ہی پانی نظر آتا ہے، جس کی مقدار کروڑوں مکعب میٹر ہوتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ عاقول میں زیر زمین پانی کا محفوظ ذخیرہ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ ہے شاید اکثر لوگوں کو عاقول ڈیم کی تاریخی حیثیت، حجاز کی آگ سے اس کا تعلق اور اس میں پنہاں دروس وعبرت کی تفاصیل معلوم نہیں۔

یادرہے کہ اس آگ کے ظاہر ہونے کی خبر محبوب خدا ﷺ نے دی تھی جو **654**ھ میں نمودار ہوئی اور جلے ہوئے پتھر وادی کے راستہ میں یوں جمع ہوگئے کہ وادی قناۃ کا پانی رک کر ڈیم کی شکل اختیار کر گیا۔ **690**ھ میں پانی کے مسلسل دباؤ نے پتھروں میں سے راستہ بنالیا اور وادی بہنے لگی۔ ان پتھروں کی بڑی مقدار تاحال بن لادن ڈیم کے قریب موجود ہے، نیز عاقول ڈیم کے اردگرد موجود کالے پتھر اسی آگ کے لگنے کی علامت ہے۔

آگ اور قانون قدرت

آگ کے بارے میں فطری قانون تو یہ ہے کہ آگ سے گرمی ہو اور آگ جلائے مگر قدرت یہ ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ گل گلزار ہوجاتی ہے۔ قانون تو یہ ہے کہ بچہ ماں باپ کے جنسی ملاپ سے پیدا ہوتا ہے مگر قدرت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ہر پہلے جاندار کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ قانون تو یہ ہے کہ زہر آدمی کو ہلاک کردے مگر قدرت یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ زہر پی کر بھی محفوظ رہے۔ قانون یہ ہے چھری کاٹے مگر قدرت یہ ہے کہ چھری پتھر کو تو چیر دیتی ہے مگر ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بال نہیں کاٹ سکی۔

اسی طرح یہ بھڑکتے شعلے پتھروں کو پگھلا رہے ہیں ان کی گرمی سے تباہی ہو رہی ہے مگر جب یہ آگ مدینہ منورہ کے قریب آئی تو:

- اس آگ سے اہل مدینہ کو ٹھنڈی ہوا محسوس ہوئی۔
- یہ آگ اہل مدینہ کے لیے دیوار ثابت ہوئی اس آگ کے باعث باہر کے بدوں کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔
- اس آگ کے ظہور سے مدینہ منورہ میں آپس کی لڑائیاں جھگڑے رک گئے۔
- یہ آگ بدعقیدہ لوگوں کے لیے تنبیہ کا سبب ثابت ہوئی کہ یہ آگ پتھروں کو جلا رہی تھی مگر لکڑی نہ جلاتی تھی۔
- امیر عزیز الدین کہتے ہیں ہم آگ کے قریب گئے مگر گرمی محسوس نہ ہوئی۔ یہ آگ سمندر کی موجوں کی طرح تھی اس سے سرخ اور نیلی نہریں نکل رہی تھیں۔
- اس آگ کی لمبائی چار فرسنگ، چوڑائی چار میل، گہرائی قریباً آٹھ فٹ تھی۔ [1]

[1] مرقاۃ، ص **175** ج ا تاریخ المدینہ **92**

وادی عاقول میں موجود ڈیم
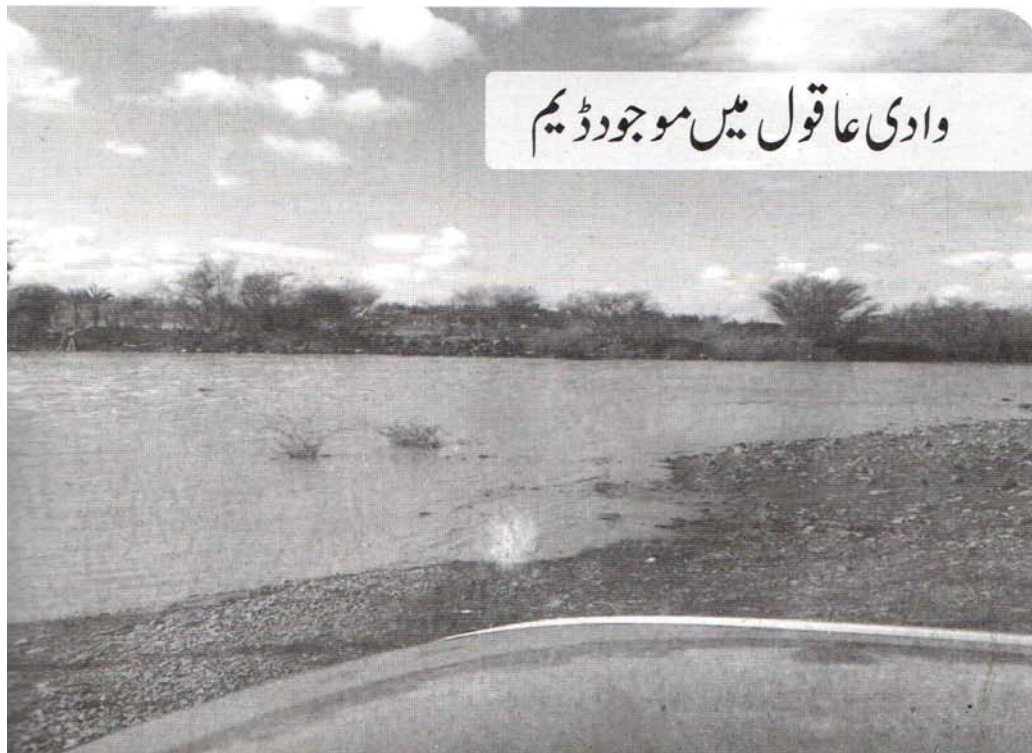
❁ اس آگ کے بعد اسی سال دجلہ میں زبردست طغیانی آئی ہزاروں مکانات زمین بوس ہوگئے۔

❁ دو سال بعد بغداد میں قیامت کا نقشہ بپا ہوا تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا اور تباہی مچائی یہاں تک کہ عباسی خلیفہ کو بھی ہلاک کردیا گیا۔ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ یہ آگ چھ جمادی الثانی **653**ھ جمعہ کو شروع ہوئی اور **27** رجب المرجب **654**ھ اتوار تک رہی قریباً **52** دن اس کے شعلے بھڑکتے رہے۔ ❶

امام جمال مطری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آگ کی شدت کو دیکھ کر انسان کو حیرانی آتی ہے جو پہاڑوں کو بھسم کررہی ہے مگر حرم مدینہ میں اس کی شدت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس سے مدینہ منورہ کی عظمت آشکارا ہوتی ہے۔ ❷

قیامت سے قبل مدینہ ویران ہوجائے گا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِنَةِ وَفَتْحُ الْقُسْطُنْطِنَةِ خُرُوجُ الدَّجَالِ ❸

بیت المقدس کا (بربادی کے بعد) آباد ہونا مدینہ کی ویرانی ہے اور مدینہ کی ویرانی جنگ عظیم کا نکلنا ہے اور جنگ عظیم کا نکلنا قسطنطنیہ کا فتح ہونا ہے اور فتح قسطنطنیہ دجال کا نکلنا ہے۔

تشریح: حدیث کا خلاصہ اور مطلب یہ ہے کہ ان تمام واقعات کا ظہور یکے بعد دیگرے آگے پیچھے ہوگا اور قیامت سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی آبادی ویران ہوجائے گی۔ چنانچہ اس بارے میں طبرانی کی ایک حدیث ہے کہ مدینہ کی آبادی بڑھ کر سلع پہاڑ تک پہنچ جائے گی پھر مدینہ منورہ میں ایسا وقت بھی آئے گا کہ مسافروں کی جماعت اس شہر کے اطراف سے گزرے گی تو یہ کہے گی کہ کبھی اس جگہ کوئی آبادی تھی۔ کیونکہ عرصہ دراز تک ویران ہونے کی وجہ سے اس کے نشانات و آثار مٹ چکے ہوں گے۔ ❹

یہ نشانی ابھی تک عالم وجود میں نہیں آئی۔

❶ خلاصة الوفاء، جذب القلوب ❷ حرم مکی ❸ ابوداؤد 2/242 ❹ حجة الله البالغه 2/843

قیامت سے قبل مدینہ کی مساجد کی حالت اور ویرانی

قیامت سے پہلے مدینہ منورہ کی مساجد ویران ہوجائیں گی اور اس حالت کی منظر کشی حضور اکرم ﷺ نے کی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَرْکَنُ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَحْسَنِ مَاکَانَتْ حَتّٰی یَدْخُلَ الْکَلْبُ فَیَغْذِی عَلٰی بَعْضِ سَوَارِی الْمَسْجِدِ اَوْعَلَی الْمِنْبَرِ

مدینہ کو اچھے حالت میں چھوڑ دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ کتا یا بھیڑیا مسجد میں داخل ہوگا اور کسی ستون یا منبر پر پیشاب کرے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس زمانے میں مدینے کے پھل کس کے کام آئیں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پرندے اور درندے کھائیں گے۔

مدینہ وحشی جانوروں سے بھر جائے گا

مدینہ منورہ کی مساجد ویران ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی گلیاں اور بستیاں وحشی جانوروں سے بھر جائے گی۔ یہ حالت بھی حضور اکرم ﷺ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مدینہ منورہ کو خیر اور بھلائی پر چھوڑ جاؤ گے پھر (آخری وقت میں ایسا اجڑا بیابان ہوگا کہ) وہاں وحشی جانور درندے اور چرندے بسنے لگیں گے (قیامت کے قریب) قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ منورہ میں اپنی بکریاں لینے آئیں گے تو وہاں (بکریوں کے بجائے) سب کے سب وحشی جانور ہی پائیں گے (چنانچہ واپس پلٹ جائیں گے) جب ثنیۃ الوداع کی گھاٹی میں پہنچیں گے تو (وحشت کی وجہ سے یا قیامت قائم ہونے کی وجہ سے) منہ کے بل گر پڑیں گے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح البخاری میں نقل کیا ہے۔[1]

جب قسطنطنیہ فتح ہوگا تو دجال کا خروج ہوگا

فتح قسطنطنیہ اور دجال کا خروج ایک ساتھ ہوگا، اس بارے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کے آباد ہونے سے مدینہ کی بربادی شروع ہوجائے گی مدینہ کی بربادی کے بعد ایک عظیم معرکہ شروع ہوجائے گا۔ وہ معرکہ شروع ہوا تو قسطنطنیہ فتح ہوجائے گا۔

جب قسطنطنیہ فتح ہوگیا تو پھر جلد ہی دجال کا خروج ہوگا۔

[1] كتاب فضائل المدينة المنوره باب من رغب عن المدينة

حضرت مہدی سے مقابلہ کرنے والوں کا زمین میں دھنس جانا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خلیفہ کی وفات پر اختلاف ہوگا۔ خاندان بنی ہاشم کا ایک شخص (اس خیال سے کہ کہیں لوگ مجھے خلیفہ نہ بنادیں) مدینہ سے مکہ چلا جائے گا۔ لوگ (اسے پہچان کر کہ یہی مہدی آخر الزمان ہیں) گھر سے باہر نکال لائیں گے اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں گے (ان کی بیعت خلافت کی خبر سن کر) شام سے ایک لشکر ان سے مقابلے کے لئے روانہ ہوگا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سفیانی کا خروج شام (موجودہ دور کا اردن، فلسطین، اسرائیل، لبنان) میں ہوگا۔ پھر وہ کوفہ کی جانب روانہ ہوگا تو مدینہ منورہ کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں لڑائی کریں گے جب تک اللہ چاہے گا حتیٰ کہ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

یہ لشکر مدینہ منورہ میں تین دن تک لوٹ ماری کرے گا پھر یہ لشکر مکہ مکرمہ کی جانب جائے گا جب یہ بیداء کے مقام پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس لشکر کے دھنسانے کا حکم دیں گے۔

فائدہ: حدیث میں لفظ مدینہ سے مراد اگر مدینہ منورہ ہے تو وفات پانے والا حکمران سعودیہ کا ہی ہوگا جس کے بعد اس کے جانشین پر اختلاف ہوگا اور حضرت مہدی مدینہ منورہ سے مکہ آجائیں گے (اختلاف سے بچنے کے لئے) یا لفظ مدینہ سے مراد بادشاہ کا شہر ہے۔

فائدہ: ایک بیداء شام میں اور ایک اردن میں ہے۔ لیکن شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہاں بیداء سے مراد مدینہ منورہ والا بیداء ہے جو ذوالحلیفہ کے قریب ہے۔

دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شہر میں دجال آئے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ اس کے ہر دروازے پر فرشتے صف باندھے ہوئے حفاظت کر رہے ہوں گے۔ پھر مدینے میں زلزلہ کے تین جھٹکے محسوس ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر کافر و منافق کو مدینے سے نکال دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مشرق کی طرف سے آئے گا وہ مدینہ پر قبضہ کرنا چاہے گا اور جبل احد کے عقب میں پڑاؤ ڈالے گا اور ایک روایت میں ہے کہ مقامِ جرف میں آ کر ٹھہرے گا تو فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔ [1]

اور مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ دجال وادی قناۃ کی گزرگاہ تک آئے گا اس سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ [2]

قیامت سے قبل مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عنقریب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا محاصرہ کیا جائے گا یہاں تک کہ آخری مورچہ سلاح میں ہوگا اور سلاح ایک مقام ہے خیبر کے قریب۔ [3]

فائدہ:... خیبر مدینہ منورہ سے ساٹھ میل دور ہے۔ اس وقت امریکی فوجیں مدینہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہیں۔

حضرت محجن ابن ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) لوگوں سے خطاب کیا چنانچہ تین مرتبہ یہ فرمایا: یوم الخلاص

کسی نے پوچھا: یہ یوم الخلاص کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دجال آئے گا اور اُحد کے پہاڑ پر چڑھے گا پھر اپنے دوستوں سے کہے گا: کیا اس قصر ابیض (سفید محل) کو دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد کی مسجد ہے۔ پھر مدینہ منورہ کی جانب آئے گا تو اس کو ہر راستے پر ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ایک فرشتہ نظر آئے گا۔ چنانچہ اپنی جگہ کی جانب آئے گا اور اپنے خیمے پر ضرب لگائے گا پھر مدینہ منورہ کو تین جھٹکے لگیں گے۔ جس کے نتیجے میں ہر منافق مرد و عورت اور فاسق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر اس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ اس طرح مدینہ (گناہگاروں سے) پاک ہو جائے گا۔ اور یہی یوم الخلاص (چھٹکارے یا نجات کا دن) ہے۔

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر 1379، 2943 [2] تاریخ مدینہ 20 [3] مشکوۃ باب الملاحم رواہ ابو داؤد

فائدہ: ... دجال جب مسجد نبوی کو دیکھے گا تو اس کو قصرا بیض یعنی سفید محل کہے گا۔ جس وقت پیارے نبی ﷺ یہ بات بیان فرمارہے ہیں اس وقت مسجد نبوی بالکل سادہ مٹی اور گارے کی بنی ہوئی تھی اور اب مسجد نبوی کو اگر دور سے یا کسی اونچی جگہ سے دیکھا جائے تو یہ دیگر عمارتوں کے درمیان بالکل کسی محل کی مانند لگتی ہے۔

نیز ایک دوسری روایت جس میں دجال کے آنے کے وقت میں مدینہ منورہ کے سات دروازوں کا ذکر ہے تو سات دروازوں سے مراد شہر میں داخلے کے سات راستے بھی ہو سکتے ہیں اور اس وقت بھی مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے سات بڑے راستے ہیں۔

1. جدہ سے آنے والا
2. مکہ مکرمہ سے آنے والا
3. رابغ سے آنے والا
4. ایئرپورٹ سے شہر میں آنے والا
5. تبوک سے آنے والا
6. دو راستے جو مضافاتی علاقوں سے آتے ہیں۔ اہل ایمان کے لئے انتہائی غور و فکر کا مقام ہے۔

اسی طرح ایک طویل حدیث میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے نبی رؤف الرحیم ﷺ کو اپنے سمندری سفر کا ایک واقعہ سنایا کہ میں نے ایک جزیرہ میں دجال کو بندھا ہوا دیکھا خلاصہ یہ کہ اس نے کچھ چیزوں کے بارے میں سوالات کئے اور پھر کہا: کہ اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں، میں مسیح (دجال) ہوں عنقریب مجھے نمودار ہونے کی اجازت ملے گی، پھر میں نکلوں گا اور زمین کا دورہ کروں گا اور چالیس دنوں کے اندر ہر ہر بستی میں جاؤں گا سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ میں ان میں داخلہ سے محروم کر دیا گیا ہوں اور جب بھی میں کسی ایک میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو ایک فرشتہ تلوار سونت کر مجھے روک دے گا اور ان کی ہر گھاٹی پر فرشتے محافظ بن کر کھڑے ہوں گے۔ [1]

[1] تاریخ مدینہ 20 تا 22

اہل مدینہ پر ظلم کی رقت انگیز داستان! جنگ حرّہ

اہل مدینہ نے کبھی بھی یزید کو اپنے دل سے خلافت کا حقدار نہیں سمجھا تھا کیونکہ ان سے بیعت ان کی مرضی کے خلاف جبر و اکراہ سے لی گئی تھی، تاریخ کے قاضی نے روز اول سے ہی اپنا فتویٰ صادر کر دیا تھا کہ وہ طریق کار جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی العہد نامزد کروانے میں استعمال کیا تھا وہ نہ تو ان کے پیشرؤں یعنی خلفائے راشدین کے معمول کے مطابق تھا اور نہ ہی حالات اس کا تقاضا کر رہے تھے جس کے نتیجے میں اسلامی سیاسی نظام پٹڑی سے اتر گیا اور خلافت کی جگہ خاندانی ملوکیت نے لے لی پھر یکے بعد دیگرے مدینہ طیبہ کو مختلف حوادث نے آن گھیرا، چند ہی سال گزرے ہوں گے کہ دمشق سے ایک اور بلائے عظیم معرکہ کرب و بلا کی شکل میں پیدا ہو گیا اور اس ناگہانی آفت نے تو امت مسلمہ کے نشیمن کو جلا کر خاکستر کر دیا، شہزادگان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اجساد طاہرہ کا خون ناحق بنوامیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کر چپک گیا، مدینہ النبی میں ایسے لگتا تھا جیسے کوئی بھونچال آ گیا ہو، پورے حجاز میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، اہلیان مدینہ طیبہ مختلف سیاسی حوادث سے پہلے ہی پریشان تھے کہ عثمان ابن محمد بن ابوسفیان (جو کہ یزید کا چچیرہ بھائی تھا) کو مدینہ طیبہ کا گورنر لگا دیا گیا جس کے ظلم و ستم نے رہی سہی کسر نکال دی اور اہل مدینہ طیبہ کا جینا دوبھر ہو گیا۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے مکہ مکرمہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ ایسے میں مدینہ طیبہ کے شہری بھلا کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔ سید امیر علی کے الفاظ میں: مدینہ طیبہ میں جذبات اتنے بھڑک اٹھے تھے کہ یزید نے افراتفری میں اپنا ایک خاص آدمی مدینہ پر مسلط کر دیا تاکہ حالات کو قابو میں لایا جاسکے۔ اس کے کہنے پر چند عمائدین مدینہ طیبہ کا ایک وفد دمشق روانہ کیا گیا، وہ وفد یزید کی بدکرداری اور رویے سے متنفر ہو کر مدینہ واپس لوٹ آیا۔ اس سعی لا حاصل سے دلبرداشتہ ہو کر مدنیوں نے اپنے گلے سے یزیدی بیعت کے طوق کو اتار پھینکنے کا تہیہ کر لیا۔ انہوں نے اس کے گورنر کو نکال باہر کیا۔ اس خبر پر یزید غم و غصے سے آپے سے باہر ہو گیا اور شامیوں کا ایک لشکر جرار تیار کر کے مسلم بن عقبہ (جسے مسرف بن عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بعض مورخوں نے اسے ملعون قاتل کا نام دیا ہے) کی زیر کمان مدینہ طیبہ روانہ کر دیا۔

یزید نے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت عمائدین شہر میں صاحب الرائے تھے اور مدنی معاشرے میں ایک بلند مقام رکھتے تھے دمشق طلب کیا اور انہیں اپنی بیعت یاد دلائی، تاہم یزید کے سخت رویے اور بدتمیزی نے الٹا اثر دکھایا اور جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کا غیض و غضب آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑا اور انہوں نے علی الاعلان یزید کی بیعت سے خلع اور چھٹکارا کر لیا۔ **63** ہجری میں ان کے اتباع میں مدنیوں نے بھی یکے بعد دیگرے یزید کی بیعت کا طوق گلے سے اتار پھینکا۔

ایک فاسق و فاجر، شرابی اور تارک صلوٰہ کا مسلم امت کا خلیفہ رہنا ناقابل برداشت تھا۔ لوگوں نے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی اور تھوڑے ہی عرصے میں مدینہ طیبہ میں ہر طرف علم بغاوت لہرانے لگ گیا۔ لوگ جوق در جوق حضرت عبداللہ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر رہے تھے اور یوں سول نافرمانی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ بنی امیہ کے مقرر کردہ گورنر کو برطرف کر دیا گیا اور انصار اور مہاجرین کے دونوں گروہوں نے الگ الگ اپنا ایک ایک امیر چن لیا۔

حضرت عبداللہ ابن حنظہ رضی اللہ عنہ انصار کی نمائندگی کرتے تھے اور قریش کے امیر حضرت عبداللہ ابن مطیع العدوی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت معقل بن سنان الاشجعی رضی اللہ عنہ (یہ وہ اصحابی تھے جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ فتح مکہ میں اپنے قبیلے کے علم بردار ہونے کا شرف حاصل تھا) مہاجرین کی طرف سے امور مدینہ چلانے کے لیے چنے گئے تھے۔

مدینہ کے لوگوں کا یزید سے اعلان بغاوت

❁ ... یزیدی فوجیوں نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو جبراً شہید کیا اور صرف آپ کے قتل پر بس نہیں کیا بلکہ آپ کے سات بیٹوں کو بھی قتل کیا۔ اندازہ کریں، کسی کے سات بیٹے قتل کر دیے جائیں تو کیا حال ہوگا؟

مصنف ''تذکرۂ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھتے ہیں:

مسلم نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجا اور تین دن تک لوٹ مار اور شر و فساد کا وہ بازار گرم رکھا کہ **الامان والحفیظ**۔

اسی طرح اس کی سفاکی و بربریت کا ایک واقعہ اور لکھا ہے کہ ایک عورت نے مسلم بن عقبہ سے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ میں تیری لونڈی ہوں مگر میرا بیٹا تیری قید میں ہے۔ تو مسلم کے حکم سے اس کی گردن اڑا کر اس کا سر اس کی فریادی ماں کو دے کر کہا: تجھے یہ پسند نہیں کہ تو قتل ہونے سے بچ گئی۔

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے قرآن وسنت کے مطابق بیعت لینے کو کہا تو ان کو اسی وقت شہید کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کا بیعت یزید سے انکار

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بیعت سے انکار کیا اور اس کو معلوم ہوا تو ایک آدمی کو ان کے بلانے کے لیے بھیجا۔ آپ نے لوگوں کے سامنے یزید کے خلاف حق باتوں کا اظہار شروع کر دیا۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے اپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ منورہ بھیجا تا کہ وہ اہل مدینہ کو بیعت یزید پر آمادہ کر کے یزید کے پاس بھیجے، جب یہ لوگ یزید کے پاس سے واپس آئے تو سبھوں نے یزید کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور اس کی بے دینی، شراب نوشی اور اس کے اوصاف ذمیمہ کا خوب چرچا اور پروپیگنڈا شروع کر دیا اور بیعت توڑ دی۔ ان لوگوں سے یزید کے حالات سن کر دوسرے لوگوں نے اس سے بیعت کا ارادہ فسخ کر دیا۔

اہل مدینہ کو جب یزید کے فسق و فجور کا پورا علم ہو گیا تو انہوں نے اس سے بیعت توڑ دی اور منبر پر چڑھ کر بیعت توڑنے کا اعلان کر دیا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے۔

عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی رضی اللہ عنہ نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر فرمایا: اگرچہ یزید نے مجھے کافی صلہ اور انعام دیا ہے اور میری کافی امداد کی ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ وہ دشمن خدا دائمی نشہ باز ہے، میں نے اس کی بیعت کا طوق ایسے اتار دیا جیسے عمامہ سر سے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے لوگ اٹھے اور انہوں نے اپنے پاؤں سے جوتے نکالے اور یزید کی بیعت توڑنے کا اعلان کیا، حتیٰ کہ وہ مجلس عماموں اور جوتوں سے بھر گئی۔

یزیدی لشکر کے ہاتھوں مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی

ان مفسدین نے مسجد نبوی ﷺ کے تقدس وحرمت کا بھی کوئی خیال نہ کیا اور مسجد شریف میں گھوڑے دوڑائے، حتیٰ کہ ریاض الجنۃ جو منبر شریف اور روضہ آقا ﷺ کے درمیان والا حصہ ہے اور جس کے متعلق حدیث میں فرمایا گیا ہے:

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ

''میرے گھر اور منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

اس میں گھوڑے باندھے گئے اور ان کی لید و پیشاب سے مسجد شریف کو نجس و ناپاک کیا۔

اہل سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ اس شورش کی زمانہ میں مدینہ منورہ لوگوں سے بالکل خالی ہوگیا اور وہاں کے پھل فروٹ بجائے انسانوں کے چوپایوں کے کھانے میں آئے اور مسجد نبوی کو کتوں اور دوسرے جانوروں نے اپنا مسکن بنالیا اور پیارے نبی ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہوکر رہی۔ یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میری مسجد میں کتوں، بھیڑیوں کا تصرف نہ ہوجائے۔ اگر کوئی مسجد کے دروازے سے گذرتا ہوا نماز پڑھنی چاہے گا تو نہ پڑھ سکے گا۔''

یزیدی لشکر کے قتل عام کی وجہ سے مسجد نبوی میں صرف ایک نماز

ایک طرف تو بلوائیوں نے مسجد نبوی ﷺ کی اتنی بے حرمتی کی کہ اس کے سننے اور پڑھنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، دوسری طرف سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (جو جلیل القدر تابعی ہیں اور بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں) اُن کا بیان پڑھ کر طبیعت میں سرور اور ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

جب واقعہ حرہ پیش آیا تو اُن ایام میں پورے مدینہ اور مسجد نبوی ﷺ میں بلوائیوں کا راج تھا اور مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ مفسدین جب مسجد میں داخل ہوتے تو مجھے دیکھ کر کہتے تھے، یہ دیوانہ بوڑھا یہاں کیا کرتا ہے؟

مگر آپ کا مسجد میں قیام کرنا اور بلوائیوں کے ظلم سے محفوظ رہنا سب قدرت کی طرف سے تھا تاکہ آپ وہاں کی حالت و کیفیت کو بیان کرسکیں اور وہ تاریخ کا ایک روشن باب بن جائیں۔ اگر آپ کا قیام وہاں نہ رہتا تو یہ کیفیت ہم تک کیسے پہنچتی؟ روضہ مبارک ﷺ سے پنج وقتہ اذان وتکبیر کی آواز تھی اور میں اسی آواز پر اپنی نمازیں ادا کیا کرتا تھا۔

اس حیرت انگیز واقعہ کو مولانا سید بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف ''ترجمان السنۃ'' میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتَنِیْ لَيَالِیَ الْحَرَّةِ وَمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِیْ وَمَا يَاتِیْ وَقْتُ صَلٰوةٍ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ [1]

''جنگ حرہ کے زمانے میں میرے سوا اور کوئی (مسجد نبوی ﷺ میں) نہ تھا جب نماز کا وقت آتا تو میں ہر نماز کے لیے قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا تھا۔

جلد چہارم میں تو صرف اذان کا ذکر ہے اور جلد سوم میں اذان ونماز دونوں کا ذکر ہے، فرماتے ہیں:

لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ الْحَرَّةِ [2]

ترجمہ: ''جنگ حرہ کے ایام میں اذان اور اقامت ہمیشہ پیارے نبی ﷺ کی قبر مبارک سے سنا کرتا تھا۔''

---

[1] ترجمان السنة ج 4 ص 480
[2] ترجمان السنة، ج 3 ص 304

یزید نے مسلم بن عقبہ بد بخت کو اپنے اس لشکر کا سالار مقرر کر دیا تا کہ باغیان مدینہ کو سبق سکھایا جا سکے۔ ان لشکریوں سے ہر طرح کے وعدے وعید بھی کیے گئے۔ اس لشکر میں شامل ہونے کے لیے روانگی سے پیشتر ہی ان کو ایک ایک سو دینار بھی دیئے گئے اور یہ لالچ دی گئی کہ وہ فتح پانے پر ڈھیروں مزید انعامات کے مستحق ٹھہریں گے۔

اہلیان مدینہ طیبہ نے نہایت پامردی اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ وہ خندق جو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں غزوہ احزاب کے موقع پر کھدوائی تھی اس کو نئے سرے سے کھودا اور مرمت کیا گیا۔ تزویری (Strategic factors) نقطہ نگاہ سے اس کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ راتج سے مسجد الاحزاب (مسجد الفتح) تک اس کی نگرانی قریشی کر رہے تھے جن کے امیر فتح مکہ کے ایک صحابی یعنی حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ تھے، وہاں سے لے کر بنی سلمہ کے علاقے تک انصاری تعینات تھے جن کی کمان حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے اور باقی کا حصہ دیگر مدنی حضرات کر رہے تھے جن کی کمان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت محمد رضی اللہ عنہ کر رہے تھے جبکہ حضرت عبدالرحمٰن ابن زہیر بن عوف رضی اللہ عنہ (جو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے) کو پوری خندق کی عمومی نگاہداری سونپی گئی تھی۔

یزیدی افواج نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا، مروان نے اپنے آپ اور اپنے ساتھیوں کو چھڑوانے کے لیے عام معافی کی ایک چال چلی اور سادہ لوح مدنی اس کے جال میں پھنس گئے اور ان سب کو رہا کر دیا۔ اس نے یزیدی افواج سے خفیہ رابطہ رکھ کر ان کو حرہ واقم کی جانب سے خندق میں خفیہ راستے کی خبر دے دی جہاں سے یزیدی فوج اندر آ گھسی اور یوں اہلیان مدینہ طیبہ بے خبری کے عالم میں مارے گئے۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ مدنیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر یزیدی فوجوں کی عددی برتری اور مفاجاتی شب خون کے حربے نے ان کا بس نہ چلنے دیا۔ مدنیوں کے تینوں امیر یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے پنج وقتہ نمازیں اپنے وقت پر پڑھنے کے لیے یہ سبیل فرما دی، چنانچہ روضہ آقا ﷺ سے اذان کی آواز سن کر ہر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

مروان بن حکم اور برطرف گورنر (عثمان محمد بن ابوسفیان) کو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمرو کے ساتھ ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا اور ان کے ایک ہزار سے بھی زیادہ ساتھیوں کو شہر کے مرکز سے دور (البرکہ اور الجرف کے درمیان) ایک محظورہ علاقے میں محصور کر دیا گیا جو کہ وادی العقیق میں واقع تھا۔ جب یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ ہزار شامیوں کا ایک لشکر تیار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ ان کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ مری الغطفانی تھا، جو ایک نہایت ہی سفاک اور پیشہ ور مجرم تھا جو اپنی چالاکی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا منظور نظر ہو چکا تھا کیونکہ اس نے یزید کی نامزدگی اور بیعت میں بہت نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

یزیدی لشکر کے ہاتھوں صحابہ رضی اللہ عنہما اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی شہادت

سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ پھر ان کے آٹھ فرزندوں نے بھی جام شہادت نوش فرمالیا۔ پھر دوسرے امیر حضرت عبداللہ ابن مطیع رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھ فرزندوں کی ہمراہی میں شہید ہوگئے۔ اسی طرح ایک ایک کر کے صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میدان کارزار میں کام آتے رہے، تابعین میں سے مشہور اسماء جو تہہ تیغ ہوئے وہ یہ ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالملک بن جابر بن مالک النجاری رضی اللہ عنہ، (ان کی والدہ مشہور صحابی حضرت اسعد ابن زرارہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں)، حضرت یزید بن ابی الیاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن زہیر بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت یحییٰ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چند شخصیتیں جن کو اپنی جانیں اس فتنے کی نذر کرنا پڑیں وہ یہ تھے۔ حضرت فضل بن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ، (جو حضرت عبداللہ ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی تھے)، حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ عنہ (جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار اور اصحاب صفہ میں سے تھے)، حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ ابن الحارث الانصاری رضی اللہ عنہ، حضرت افلح رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، اور حضرت یزید بن عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ، ابو سلمہ بن عبداللہ بن زمعہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعۃ، عمیر اور عمر و پسران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابوبکر بن عبیداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عبداللہ وسلیمان پسران عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل بیت طاہرہ سے اور آل ابی طالب سے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جعفر بن محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، بنو ہاشم سے دیگر شہداء میں عبداللہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور عباس بن عتبۃ بن ابی لہب وغیرہ شامل تھے۔ سرکردہ عمائدین کے بریدہ سروں کو یزید کے پاس دمشق روانہ کردیا گیا۔

طاقت کے نشے میں چور یزید نے اپنی افواج کو حکم دیا ہوا تھا کہ جونہی شہر کا سقوط ہو اس کے لشکری جس گھر میں چاہیں گھس جائیں، لوٹ مار مچائیں اور جو چاہیں کریں اور آئندہ بغاوت کے امکان کو یکسر مٹانے کے لیے ان کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ ہر بالغ مرد کو تہہ تیغ کردیں۔ استثناء تھا تو صرف اہل بیت طاہرہ میں سے حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہ (حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات اور ان کے اہل بیت کے لیے تھا کہ ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس معاملے سے قطع تعلق کرلی تھی اور وقتی طور پر آپ ینبع چلے گئے تھے اور مدنیوں پر جو قیامت ٹوٹی تھی وہ ان کی غیر حاضری میں تھی (البتہ ان کے فرزند ارجمند جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے تھے۔ یہ دلفگار واقعہ مورخہ **28** ذوالحج **63** ہجری کو ہوا تھا۔

نہتے مدنی حرہ واقم کی طرف جمع ہوگئے تھے جو مسجد نبوی شریف سے تقریباً ایک یا ڈیڑھ کلومیٹر دور تھا پیر و جواں، مہاجر و انصار، صحابی اور تابعی اب کسی کی کوئی تفریق و تمیز باقی نہیں رہ گئی تھی، یزیدیوں کی خون آشام تلواریں سب پر یکساں برس رہی تھیں۔ یزیدی افواج نے فتح میں چور ان نہتے مدنیوں کا قتل اتنی درندگی اور بربریت سے کیا کہ لکھتے وقت قلم کانپ جاتا ہے۔ ان کی تیغ ستم کش سے صرف وہ مدنی بچ سکے تھے جو یا تو بہت ہی عمر رسیدہ یا اپاہج تھے یا وہ لوگ تھے جنہوں نے وقتی طور پر پاگلوں کا سا روپ دھار لیا تھا یا پھر وہ لوگ تھے جنہوں نے بھاگ کر مدینے کے مضافات میں غار و کوہ میں پناہیں ڈھونڈ لی تھیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی امان پا گئے جنہوں نے اپنے آپ کو اس فتنہ سے دور رکھا ہوا تھا اور یزید کی بیعت کا خلع نہیں کیا تھا۔

جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے گھر میں وہ لوگ دوبارہ گھس آئے تھے۔ پہلے ہلے میں جو کچھ ان کے ہاتھ لگ سکا وہ سب کچھ لے گئے اور دوسری بار جب وہ آئے اور انہیں لوٹنے کیلئے کچھ نہ مل سکا تو اس صحابی جلیل رضی اللہ عنہ کو مارا پیٹا گیا اور ان کی ریش مبارک کے بال تک نوچ لیے گئے۔ مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں لاشوں کے انبار لگ گئے تھے جدھر نگاہ جاتی موت ہی موت رقص کناں نظر آتی تھی، شہیدوں کو کفنانا تو ایک طرف کسی کو دفن کرنے والا کوئی نہیں رہ گیا تھا، کٹے ہوئے سر چوراہوں میں آویزاں تھے۔ کچھ عمائدین شہر کے بریدہ سر دمشق میں اموی شہنشاہ کی خدمت میں روانہ کردیئے گئے تھے اور باقیوں کو بہت مدت بعد اجتماعی قبروں میں دفن کیا گیا تھا، بقیع الغرقد کے وسط میں اجتماعی قبر آج بھی اسی بربریت کی یاد تازہ کرتی ہے۔

مدینۃ النبی مسلم افواج ہی کے ہاتھوں ظلم و بربریت پر نوحہ کناں تھا۔ وہ شہر نبی جو نبی الرحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا پیارا تھا کہ آپ حضور ﷺ اس کے لیے رحمت و برکت کی دعائیں کیا کرتے تھے آج بد بخت یزیدی افواج کے ہاتھوں خون میں لت پت پڑا سسکیاں لے رہا تھا۔ امان صرف اس کو ملتی تھی جو یزید کی غیر مشروط بیعت کے علاوہ یہ اقرار کرتا تھا کہ وہ اس کا غلام بے دام بن گیا ہے (فرق واضح ہے کہ وہ لوگ جو کل کے آقا تھے اب یزید کی غیر مشروط غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے پر مجبور تھے) حضرت یزید بن عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے جب مسرف بن عقبہ کے سامنے لایا گیا تو اس نے پوچھا: ''کیا بیعت کرتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ہاں مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب برحق اور سنت رسول مقبول پر! اتنا سا جواب بھی اس فرعون کا ناپسند گزرا اور فوراً انہیں تہہ تیغ کر دیا گیا۔

یزیدی فوجیں مسلسل تین دن تک مدینہ منورہ کو لوٹتی رہیں۔ چوتھے دن امن ہوا۔[1]

[1] تاریخ اسلام، ص 372

1700 صحابہ اور اولیاء کا قتل عام

مدینہ منورہ کے علاقہ حرہ واقم میں یہ واقعہ پیش آیا۔ ایک ہزار سات سو جلیل القدر مہاجرین و انصار کو شہید کیا گیا۔ دس ہزار مختلف حضرات شہید ہوئے۔ یہ تعداد بچوں اور عورتوں کے علاوہ ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس دردناک اور خونیں کردار کا پہلو یہ بیان کیا ہے کہ یزیدی فوج کے گھوڑے مسجد نبوی شریف اور ریاض الجنہ کے خطہ میں باندھے گئے جہاں انہوں نے لید کی اور پیشاب کیا۔ (والعیاذ باللہ) کتے مسجد نبوی شریف کے اندر داخل ہو کر مقدس ستونوں کے ساتھ پیشاب کرتے انہیں کوئی نکالنے والا نہ تھا۔ ❶

یزیدی فوج کے مظالم سے سرزمین مکہ بھی محفوظ نہ رہی۔ کعبہ انور پر توپوں سے گولہ باری کی گئی، غلاف کعبہ کو جلایا گیا۔ یزیدی دور کے بدترین کارناموں میں یہ تین کام سرفہرست ہیں۔

1. سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قتل
2. مدینۃ الرسول پر فوج کشی اور قتل و غارت
3. کعبہ انور کو جلانا۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو حرام اور جائے امن و امان قرار دیا تھا۔ مگر یہ بلد الامان آج خود زبان حال سے امان کا فریادی تھا۔ ہر طرف الامان الحفیظ کی پکار تھی۔ حرم مدنی کا تقدس پامال کیا جا رہا تھا۔ شقی القلب یزیدی لشکر مدینہ طیبہ کی گلی گلی منہ اٹھائے ہر ذی روح کی (جو بچ گیا تھا) تضحیک کر رہے تھے۔ سب سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت ان عفت مآب اور باپردہ خواتین مدینہ طیبہ کی تھی جن کی کھلے بندوں آبروریزی کی جا رہی تھی اس لیے کہ ان کی لاج اور عزت کے رکھوالے سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔

ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے اپنی افواج کو کھلی چھوٹ دے رکھی تھی کہ تین دن تک وہ جو چاہیں کریں۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کریں اور مال غنیمت کے طور پر جو بھی چاہیں لوٹ لیں۔ ان ظالموں کے ہاتھوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی نہ بچ سکے تھے۔ وہ درندے اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی شریف کے اندر باندھا کرتے تھے اور چونکہ دروازے کھلے رہتے تھے مسجد شریف میں بلیاں اور دیگر جانور آزادی سے اندر آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ جو مدینہ طیبہ کے سات جلیل القدر تابعین اور فقہاء میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں:

میں نے حرہ کی راتیں دیکھی ہیں۔ میرے علاوہ کوئی بھی مسجد نبوی شریف میں نہ ہوتا تھا شامی گروہ در گروہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور میری تضحیک کرتے اور کہتے۔ دیکھو اس بڈھے دیوانے کو! کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت آتا اور میں (حجرہ اطہر سے) قبر مبارک سے اذان کی آواز نہ سنتا۔ پھر میں آگے بڑھتا اور اقامت صلوٰۃ کہتا جس کے بعد میں نماز پڑھا کرتا تھا میرے علاوہ مسجد نبوی میں کوئی دوسرا فرد نہ ہوتا تھا۔ ❸

کعبہ کا غلاف جسے یزیدی فوجیوں نے جلا دیا تھا

❶ خلاصۃ الوفاء صفحہ 49
❷ خلاصۃ الوفاء صفحہ 52
❸ خلاصۃ الوفاء صفحہ 51

مرتبے اور عمر کا لحاظ تو درکنار ان درندوں نے جو بھی عورت ذات ہاتھ لگی اس کی عزت لوٹ لی۔ کٹے ہوئے سر چوراہوں پر ایک ہولناک منظر پیش کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر مدینہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا کہ ان کی نظر ایک کٹے ہوئے سر پر پڑ گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نامراد ہے وہ شخص جس نے اس کو قتل کیا ہے۔ جب وہ کچھ آگے گئے تو فرمانے لگے: میں اس کی بدقسمتی ہی کہہ سکتا ہوں، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: اگر کوئی آدمی میری امت کے کسی فرد کو قتل کرنے کے در پے ہو جائے تو یہ کہنا چاہیے کہ جو قاتل ہے وہ جہنم میں جائے گا اور جو مقتول ہے وہ جنت میں جائے گا۔

مورخین نے اکثر و بیشتر ان روح فرسا واقعات کی تفصیل میں جانے سے احتراز کیا ہے مگر مجموعی طور پر تفاصیل ضرور مہیا کی ہیں۔ مجموعی طور پر حرہ واقم میں 12,497 سے زیادہ افراد شہید ہوئے

مقام حرہ واقم! جہاں 1700 جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہید کیا گیا

تھے۔ ان میں سے اکثریت کی لاشیں اجتماعی قبروں میں حرہ میں ہی دفنائی گئی تھیں مگر کچھ کو بعد میں بقیع الغرقد میں اجتماعی قبر میں دفنایا گیا تھا وہ جگہ آج بھی مشہد شہدائے حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ صرف عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قبر الگ ہے جو ان کے چچا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس فتنے کی وجہ سے شہید ہونے والوں کے اعداد و شمار کچھ یوں تھے:

مہاجرین، انصار اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین	1700
بے گناہ عامۃ الناس	10,000
حفاظ کرام	700
قریش	97
کل تعداد	12,497

البدایہ والنہایہ نے مہاجرین اور انصار شہداء کی تعداد سات سو اور عامۃ الناس کی تعداد دس ہزار بتائی ہے۔ مہاجرین و انصار میں سے **306** شدید زخمی ہوئے تھے۔

یزیدی لشکر پر خدائی انتقام

جیسا کہ ہم نے اہل مدینہ کی دفاعی تدابیر کے ضمن میں بیان کیا کہ خندق کھود کر یزیدی لشکر کا مقابلہ کیا گیا اور کانٹوں کی باڑھ لگا دی اور دشمنوں پر تیر اور پتھروں کی بارش کر کے دشمن کے منہ پھیر دیے گئے، اسی افراتفری میں مسلم بن عقبہ نے بھاگ کے حرۃ کے ایک کونہ میں چھپ کر اپنی جان بچائی مگر خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے، مشہور مقولہ کے مطابق مسلم بن عقبہ کا چھپنا کام نہ آیا، آدمی کتنے ہی جتن کر لے موت ہر جگہ آ کر رہتی ہے، ارشاد رب العالمین ہے:

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ

ترجمہ: ”تم کہیں بھی ہو موت تمہارا ٹھکانا پا کر رہے گی، اگر تم اونچے اور مضبوط قلعوں کے اندر (چھپے ہوئے) ہو جب بھی اس کی پکڑ سے بچنے والے نہیں۔“ [1]

مسلم بن عقبہ کا عبرتناک انجام

مسلم بن عقبہ نے یزید کے حق میں بیعت لینے کے لیے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین، علماء اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہم پر جو مظالم ڈھائے، انہیں شہید کیے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کیا، ابھی اس نے اطمینان کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ خدائی انتقام کی گرفت میں آ گیا۔

خاندان قریش کے ایک صاحب نے یزید کی بیعت ان الفاظ میں قبول کی: میں کسی گناہ کے کام کے لیے بیعت نہیں کر رہا ہوں۔

یزید کے وکیل (مسلم بن عقبہ) نے اُن کی یہ بیعت قبول نہیں کی اور ان کو قتل کرا دیا، ان مقتول کی والدہ نے قسم کھائی، اگر مجھے موقع مل گیا تو یزید کے وکیل کو زندہ یا مردہ کسی بھی حال میں جلا کر اپنا دل ٹھنڈا کروں گی، چنانچہ مدینہ میں قتل و غارت اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کے بعد مکہ معظمہ اس خیال سے روانہ ہوا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی کام تمام کر دوں لیکن مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہی بیمار ہو گیا اور وہیں موت نے آ پکڑا، بیماری نے ایسی قابل عبرت صورت اختیار کی کہ جلندر یعنی پیٹ زرد پانی اور پیپ سے بھر گیا اور تڑپ تڑپ کر جان نکلی۔

اس کے بعد مورخین نے لکھا ہے کہ جس عورت نے اس کے جلانے کی قسم کھائی تھی وہ اپنے چند غلاموں کو ساتھ لے کر مسلم بن عقبہ کی قبر پر پہنچی، تاکہ اس کی لاش قبر سے نکال کر اس کو جلا کر اپنا دل ٹھنڈا کرے، قبر کھولی تو عجیب بھیانک منظر دیکھا کہ ایک اژدہا اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی چوس رہا ہے، یہ منظر دیکھ کر سب لوگ ڈر گئے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے اعمال کی سزا دے دی اور تمہاری طرف سے اس سے بدلہ لے لیا ہے، اس لیے اس کو یہی سزا کافی ہے، لیکن اس عورت نے کہا: میں نے قسم کھائی ہے اس لیے میں اس کو ضرور پورا کروں گی۔

ان صاحبہ نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی:

اے اللہ! تو جانتا ہے میرا غصہ تیری رضا کے لیے ہے، تو مجھ کو اتنا موقع اور قدرت دے دے کہ میں اس کو قبر سے نکال کر جلا دوں، اس کے بعد ان صاحبہ نے ایک لکڑی سانپ کی دم پر ماری تاکہ وہ قبر سے نکل جائے، چنانچہ وہ سانپ ہٹ گیا اور اس کو قبر سے نکال کر جلا دیا۔

یہ ہے خدائی مدد کی ایک مثال اور اہل مدینہ پر ظلم و ستم کا انجام اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کی صداقت، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی بھی مدینہ کے ساتھ بدسلوکی کا ارادہ کرے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔

مسلم بن عقبہ نے اپنی موت سے پہلے حصین بن نمیر کو یہ کہہ کر اپنا نائب مقرر کیا کہ امیر المومنین (یزید) نے میرے بعد تجھے والی مقرر کیا تھا، اس لیے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے میں تاخیر نہ کر اور مکہ مکرمہ پر منجنیق سے حملہ کر دے، اگر اہل مکہ بیت اللہ میں پناہ لیں تو اس پر بھی گولہ باری سے گریز نہ کرنا۔ چنانچہ ان بدبختوں نے مکہ مکرمہ کا **64** دن محاصرہ کر رکھا اور خونریزی کی۔ **3** ربیع الاول سنیچر کے دن کعبہ مشرفہ پر بھی سنگ باری کی۔ ایک اور بدبخت نے ایک نیزے پر آگ کی ایک چنگاری رکھی جو ہوا سے اڑ کر بیت اللہ پر آ گری اور بیت اللہ شریف جل گیا، ربیع الآخر کا چاند نظر آتے ہی یزید کی موت کی اطلاع ملی (ان فسادات کی ابتداء یوم الحرہ سے لے کر اس کی موت تک تین ماہ کا عرصہ رہی)۔

---

[1] سورۃ النسآء آیت 78

یزید کی موت

مسلم بن عقبہ کی موت جس عبرتناک طریقہ پر ہوئی وہ ہم ابھی بیان کر چکے، ابھی اس کی موت کو تین ماہ کا عرصہ گذرا تھا کہ 15 ربیع الاول 64 ہجری کو یزید بھی نمونیہ اور گردن توڑ بخار کا شکار ہو کر اپنے اقتدار کی تمنا دل میں لیے موت کی نیند سو گیا۔

مصنف ''جذب القلوب'' لکھتے ہیں:

حرہ کا واقعہ بروز بدھ ذی الحجہ 63 ہجری کو پیش آیا، مسلم بن عقبہ کی موت ابتداء محرم 64 ہجری میں ہوئی اور مکہ معظمہ میں جنگ اور بیت اللہ پر پتھراؤ اور منجنیق کا استعمال شنبہ 3 ربیع الاول کو پیش آیا اور واقعہ حرہ کے بعد یکم ربیع الثانی کو یزید اپنی تمنائیں دل میں لیے ہوئے موت کی نیند سو گیا۔ ❶

حرۃ الوبرہ کا محل وقوع اور پس منظر

حرۃ الوبرہ کا علاقہ مدینہ منورہ کے مغربی جانب واقع ہے جو مسجد عنبریہ کے اس پار سے شروع ہو کر وادی عقیق تک چلا گیا تھا۔ آتش فشانی لاوے والی سرزمین کا یہ علاقہ شہر کے دیگر علاقوں میں اس لیے الگ حیثیت کا حامل تھا کہ یہاں کی زمین کہیں بہت اونچی تھی اور کہیں پر بہت نیچی تھی یہاں چھوٹے چھوٹے ٹیلے بھی تھے۔

مسجد نبوی کی توسیع کے بعد بہت سے اہل بیت یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اس لیے اس علاقہ کو اہل بیت کا علاقہ بھی کہا جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں خودرو جھاڑیوں اور درختوں سے اٹا ہوتا تھا جس کی وجہ سے یہ مدینہ طیبہ کی قریب ترین اور آسان چراگاہ کا کام دیتا تھا۔ ایک بار عرب کے کسی قبیلے کے چند افراد نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں کو چرانے والے غلامان مصطفیٰ ﷺ کو شہید کر کے حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنیوں کو ہانک کر لے جانے کی سعی لاحاصل کی تھی۔ جب وہ بدطنیت افراد پکڑے گئے تو سرکار دوعالم ﷺ حرہ وبرہ یعنی حرہ غربیہ تشریف لے گئے اور ان کو موت کی سزا سنائی جس پر عملدرآمد بھی اسی حرہ غربیہ میں کسی مقام پر کیا گیا۔ ❷

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ بھی اسی حرہ غربیہ سے متعلق ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ تھا کہ ایک بھیڑیا ایک بھیڑ کو لے کر چلتا بنا۔ چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کیا اور اس سے اپنے جانور کو چھڑا لیا، اس پر وہ بھیڑیا ان سے مخاطب ہوا۔ اس دن اس ریوڑ کی رکھوالی کون کرے گا جب کہ یہاں وحشی جانوروں کا راج ہو گا اور میرے (یعنی خونخوار بھیڑیئے) کے علاوہ کوئی ان کا نگہبان نہ ہو گا؟

فتح الباری کے مطابق یہ واقعہ جس میں قرب قیامت کی ایک علامت کا ذکر ہے اسی حرہ غربیہ میں کسی مقام پر ہوا تھا۔

حرہ شرقیہ کی طرح حرۃ الوبرہ یا حرہ غربیہ کی زمین کو بھی ہموار کر کے وہاں آبادکاری کر لی گئی ہے اور وہاں مدینہ طیبہ کی چند خوبصورت عمارات بن چکی ہیں۔ تاہم ریلوے اسٹیشن کی غربی جانب اب بھی ایک قدیم آبادی ہے جو کہ ''حارۃ غربیۃ'' کہلاتی ہے۔ جس کی اکثر زمین ابھی تک ناہموار ہے۔ اس علاقے میں تاریخی مقامات میں سے مسجد منارتین اور سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جس کی باقیات کھنڈرات کی شکل میں ملتی ہیں۔ ❸

حرۃ الوبرہ

❶ تاریخ حرمین شریفین 60 تا 86

❷ حوالہ ابواب تاریخ مدینہ ❸ جستجوئے مدینہ

العوالی اور اس کا محل وقوع

سطح مرتفع کے لحاظ سے مدینہ طیبہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک علاقہ اونچائی پر واقع ہے جہاں سے ندی نالے ڈھلوان کی طرف بہتے ہیں اور اسی نسبت سے اس علاقہ کو العالیہ یا عوالی کہا جاتا ہے۔ دوسرا علاقہ زیریں ہے اور اسی طرف سارے ندی نالے بہہ کر آتے ہیں۔ اس علاقہ کو السافلہ کہا جاتا ہے۔ احادیث میں العالیہ اور السافلہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ العوالی کے علاقہ میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات تھے جن میں سے بعض کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔ اسی طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باغات بھی اسی علاقہ میں تھے کیونکہ وادیوں کی وجہ سے یہ علاقہ بہت زرخیز تھا اور مدینہ طیبہ کی زیادہ تر زراعت اسی علاقہ میں ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا باغ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا باغ اسی علاقہ میں واقع تھا۔ اس طرح تاریخی مشہور کنویں بئر غرس اور بئر عین بھی اسی علاقے میں تھے۔ قباء کا علاقہ بھی ارضیاتی لحاظ سے اسی العوالی کے تحت شامل تھا۔

مقام العوالی کا فضائی منظر

مدینہ منورہ بطور حرم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے مدینہ کے اس تمام علاقے کو، جو دو آتش فشانی لاوا سے بنے سنگلاخ علاقوں (حروں) کے درمیان ہے، حرم قرار دے دیا ہے لہٰذا اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر یہ اس کی قدر جانیں، کوئی اس کو ناپسندیدگی سے نہیں چھوڑے گا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مدینہ کو اس کا نعم البدل دے دیگا اور جو بھی یہاں کی سختی اور تنگی صبر سے جھیلے گا روزِ محشر میں اس کا شفیع و شاہد ہوں گا۔ ❶

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا میں مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان والے علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں۔ (اس علاقے میں) کوئی درخت نہ کاٹا جائے اور نہ ہی کسی جانور کا شکار کیا جائے۔ ❷

لغوی لحاظ سے ''حرم'' کے معنی ایک ایسا بقعہ ارض ہے جس میں بعض وہ اعمال اور افعال بھی منع ہیں جن کی دوسری جگہوں پر اجازت ہے، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک مدینہ طیبہ کی طرف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ ارض حرم ہے اور جائے امن و امان ہے۔ ❸

حدود حرم میں کسی قسم کا ناحق خون بہانا جائز نہیں، نہ ہی کوئی درخت کاٹا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہاں کے چرند پرند کا شکار کیا جا سکتا ہے۔ مضرت رساں موذی جانوروں (یعنی سانپ، بچھو یا جنگلی درندے) کے علاوہ کسی چرند پرند کے حدود حرم میں شکار کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو اجازت نہیں کہ خونریزی کے لیے حدود حرم میں ہتھیار لے کر آئے۔ ❹

یہاں پر جائے امان ہونے کے ناطے کسی آدمی کو ایذا نہیں دی جا سکتی سوائے ان جرائم کی سزا کے جو حدود یا دیگر شرعی قوانین کے تحت ضروری ہو۔

حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت المہری رضی اللہ عنہ کے غلام تھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور اس طرح وہ ارض حرم ہوگئی اور میں مدینہ میں دو پہاڑوں کے درمیان والی جگہ (جبل عیر اور جبل ثور) کو حرم قرار دیتا ہوں۔ یہاں نہ کوئی خونریزی ہونی چاہئے اور نہ ہی کوئی (اس غرض کے لیے) ہتھیار لے کر چلے گا۔ جانوروں کے چارے کے علاوہ درختوں کے پتے بھی نہیں کاٹے جائیں گے۔ اے اللہ! ہمارے اس شہر کو بابرکت بنادے۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت دے۔ اے اللہ! ہمارے مد میں برکت دے (صاع اور مد ناپنے کے پیمانے تھے)۔ اے اللہ! ہمارے شہر کو برکت دے۔ اے اللہ! ہمارے اس شہر کو مزید دوگنا برکت دے (یعنی مکہ سے بھی دوگنا زیادہ۔ جیسا کہ باقی احادیث مبارکہ کے الفاظ سے ظاہر ہے)۔ مجھے قسم ہے اس رب ذوالجلال کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مدینہ طیبہ کے درے اور پہاڑی راستوں پر دو دو فرشتے کھڑے کر دیئے گئے ہیں تاکہ ان کی حفاظت کی جا سکے۔ ❺

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل احد کی طرف نظر مبارک اٹھائی اور ارشاد فرمایا: یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں ان دونوں سیاہ سنگلاخ علاقوں کے درمیان علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں۔ ❻

''حرم'' کے معانی اور مضمرات پر ایک اور حدیث مبارکہ سے مزید روشنی پڑتی ہے جو کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

❶ صحیح مسلم، ج:2، نمبر 3154 ❷ صحیح مسلم، ج:2 نمبر 3153 ❸ صحیح مسلم، ج:2 نمبر 3177
❹ مسند امام احمد، 3.336 تا 393 ❺ صحیح مسلم، ج:2، نمبر 3172
❻ المؤطا امام مالک، ج: 2، نمبر 1645، صحیح بخاری، ج:9، نمبر 433

ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے علاوہ اور کچھ نہیں اور اس صحیفے کے علاوہ جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا جس میں یہ لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ جبل عیر سے فلاں مقام تک حرم ہے اور جو کوئی بھی اس میں کوئی بدعت کا ارتکاب کرے یا اس میں کسی جرم کا ارتکاب کرے یا کسی ایسے شخص کو پناہ دے جو بدعت کا ارتکاب کرے وہ اللہ کے غضب کا سزاوار ہوگا اور فرشتے اور عامۃ الناس کی لعنت ہو اس پر۔ اور اس کے فرائض اور نوافل قبول نہیں ہوں گے۔ [1]

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ایک دوسری حدیث مبارکہ میں آیا ہے: اس (حرم) میں اگر کوئی کسی کی گری ہوئی (گمشدہ) چیز اٹھالے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے مالک کو ڈھونڈنے کے لیے اس کا اعلان کرائے، اور خونریزی کی غرض سے حرم میں کوئی ہتھیار لے کر نہ آئے اور اس کے درختوں کو سوائے اپنے اونٹوں کے چارہ کے لیے اور کسی مقصد کے لیے نہ کاٹا جائے۔ [2]

ان تمام احادیث مبارکہ اور احکام سے فقہاء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں شمالاً جنوباً جبل ثور اور جبل عیر اور شرقاً غرباً حرہ شرقیہ اور حرہ غربیہ کا درمیانی علاقہ حرم کا علاقہ ہے۔ [2]

جبل ثور مدینہ طیبہ کے شمال میں جبل احد کے اس پار ایک چھوٹا سا مخروطی شکل کا پہاڑ ہے جب کہ جبل عیر جنوب میں قبلہ کی جانب میقات کی طرف ایک کافی بڑا پہاڑ ہے۔ ہمیں ایسی روایات بھی ملتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی حدود حرم کے تعین کے لیے ان مقامات پر نشان نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حدود حرم میں واقع تمام اشجار (درختوں) کو بھی حرم کا حصہ قرار دیا گیا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے ذات الجیش، مشیرف، اشراف اور تیم پر بھیجا تاکہ میں حدود حرم کے نشانات لگادوں۔ [4]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تاکہ میں حرم مدینہ کی حد بندی کرکے آؤں۔ لہٰذا میں نے المشیرف میں ذات الجیش اور حفیہ میں ماخد، ذوالعشیرہ اور تیم میں حرم کے نشانات نصب کئے۔ [5]

[1] صحیح بخاری، ج:3، نمبر 403، صحیح مسلم، ج:2 نمبر 3601 [2] سنن ابی داؤد 10۔ 2030
[3] خلاصۃ الوفاء، باخبار دار المصطفیٰ، 1972، ص 51 [4] ابن نجار، الدر الثمینہ فی تاریخ المدینہ، ص 91
[5] خلاصۃ الوفاء، ، ص: 49

مدینہ منورہ کے قدیم بازار اور تجارت وصنعت

تاجدار مدینہ حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت مبارکہ سے پہلے مدینہ طیبہ میں مختلف مقامات پر بہت سے بازار ہوا کرتے تھے جن میں ہر قسم کے سامان کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی۔ [1]

بنوقینقاع کے مشہور بازار کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے بازار تھے مثلاً ''سوق زبالہ'' جو یثرب کے گاؤں کے پاس جبل احد کے قریب تھا، یا اصبع کا بازار یا بقیع الخیل کے نزدیک کا بازار یا سوق الزوراء۔ ابن ماجہ کی ایک روایت کے مطابق یہاں ایک بازار ''سوق نبطی'' بھی تھا۔ ان بازاروں کے علاوہ کچھ ایسے بازار اور منڈیاں بھی لگتی تھیں جو موسمی ہوا کرتی تھیں اور ان کو ''کارواں بازاروں'' کا نام دیا جاتا تھا۔ [2]

کبھی کبھار وادی العقیق میں بھی بازار لگ جایا کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سوداگر اپنا مال مسجد نبوی شریف کے سامنے آکر بیچتے جہاں پر انہیں دن میں پانچ مقررہ اوقات میں بہت سارے گاہک میسر آجاتے تھے۔ [3]

بقیع الخیل کو عرف عام میں ''بطحاء'' کہا جاتا تھا جہاں بنوسالم کے لوگ گھوڑوں، اونٹوں اور دیگر مویشیوں کی خرید وفروخت کرتے تھے۔ یہ جگہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس ہی ہوا کرتی تھی۔ [4]

اس کو ایک عام تجارتی مرکز کے بجائے نیلامی منڈی کہنا زیادہ مناسب ہوگا جہاں دور دور سے تاجر اپنا مال مویشی لاکر بیچا کرتے تھے اور اسی وجہ سے لفظ ''بطحاء'' زبان زد خاص و عام ہوگیا اور ہوتے ہوتے مدینہ طیبہ سے باہر بسنے والے لوگ مدینہ طیبہ کے لیے بھی اکثر یہی نام استعمال کرلیا کرتے تھے۔

[1] صحیح بخاری، ج:3 نمبر 263 [2] صحیح بخاری، ج:3 نمبر 278 [3] صحیح بخاری، ج:2، نمبر 11

[4] ابن شبه، تاريخ المدينة المنوره، ج:1، ص306

مسجد نبوی کے اطراف کا علاقہ جہاں دور نبوی میں بازار لگا کرتا تھا۔

بنو قنیقاع کا بازار

سب سے اہم تجارتی مرکز ''سوق بنو قینقاع'' ہوا کرتا تھا جہاں ہر قسم کا کاروبار ہوتا تھا، زرگروں سے لے کر لوہار اور اشیائے خوردونوش تک اور غلاموں کی خرید و فروخت اور ہتھیاروں کی دکانوں سے لے کر ریشمی کپڑوں کی دکانیں تک وہاں موجود ہوتی تھیں، الغرض ہر قسم کا تجارتی لین دین وہیں پر ہوا کرتا تھا۔ ہر قسم کے مشروبات، اونٹنیوں کا دودھ، لبن اور پنیر بھی وہیں مل جایا کرتا تھا۔ جب تک شراب کی ممانعت نہیں ہوئی تھی تو خمر (شراب) اور خمر سے بنے مشروبات بھی وہیں فروخت ہوا کرتے تھے۔ فضیخ جو اس وقت کا مرغوب ترین مشروب تھا اور کھجوروں کے گودے سے کشید کیا جاتا تھا وہ بھی وہیں بکتا تھا۔

نام سے تو ایسے لگتا ہے کہ یہ بازار شروع میں بنو قینقاع کے یہودیوں نے آباد کیا ہوگا مگر آہستہ آہستہ اس میں دیگر قبائل کے یہودی بھی کاروبار کرنے لگ گئے تھے اور یوں اس بازار پر زیادہ تر اجارہ داری یہودیوں کے ہاتھ میں تھی، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسرے لوگ وہاں کاروبار نہیں کرتے تھے۔ گو وہاں دیگر عرب تاجروں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی مگر وہاں تقریباً ہر رنگ و نسل اور مذہب کے لوگ کاروبار کیا کرتے تھے۔ ہجرت مبارکہ کے بعد مسلمانوں نے بھی وہاں اسٹال لگانے شروع کر دیئے تھے اور چند ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو تھوڑی ہی دیر میں وہاں اپنا نام پیدا کر لیا تھا۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اسی بازار میں العجوہ کھجوروں کا اسٹال لگایا کرتے تھے۔

مکۃ المکرّمہ کے زیادہ تر لوگوں کا پیشہ تجارت تھا جب کہ مدینہ طیبہ کے باسیوں کی اکثریت کا پیشہ زراعت تھا۔ لہٰذا جب ہجرت مبارکہ ہوئی تو مہاجرین نے کاروبار کی طرف زیادہ توجہ دی اور دیکھتے ہی دیکھتے بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کاروباری حلقوں میں اپنا منفرد مقام بنا لیا تھا۔ انہوں نے اپنا کاروبار اسی سوق بنو قینقاع سے شروع کیا تھا۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابتدائی مرحلے میں وہیں کاروبار کیا کرتے تھے اور رسول عربی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھار وہاں کا دورہ فرما لیا کرتے تھے۔ ❶

حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: '' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ اور خیرات دینے کا حکم دیا تو ہم بازار جایا کرتے تھے اور مزدوری کیا کرتے تھے تاکہ ایک آدھ درہم کما سکیں (اور یوں ہم صدقہ خیرات کر سکیں) مگر اب یہ حالت ہے کہ ہمارے پاس لاکھوں درہم یا دینار ہیں۔ ❷

اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے پورے جوش و خروش سے وہاں تجارتی کارروائیاں شروع کر دی تھیں جس کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سدھر گئی اور دوسری طرف وہ بہت ہی کامیاب سوداگر بن کر ابھرے۔

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سوق بنو قینقاع وادی بطحان کے پُل کے پاس واقع ہوا کرتا تھا (یعنی مسجد نبوی شریف کے جنوب مشرق کی طرف) حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق اس بازار کا موجودہ محل وقوع وادی بطحان میں بیر المشرفیہ کے درمیان کہیں واقع تھا۔

زمانہ قبل از اسلام میں ان تمام بازاروں میں ہر طرح کی تجارتی بے قاعدگیوں اور برائیوں کا دور دورہ تھا یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا زمانہ تھا۔ مگر قدیم اصول پوری طرح نافذ العمل تھا۔ اگرچہ زیادہ تر کاروبار '' مال کے بدلے مال'' کی بنیاد پر ہوتا تھا مگر اس میں تمام قسم کے دھندے ہوا کرتے تھے، مثلاً آڑھت، دلالی، کمیشن، ساہوکارہ، پیسوں کا لین دین اور سب سے بڑھ کر ربا اور سود در سود کی قبیح ترین شکلیں بھی رائج تھیں جو اس وقت کی تجارت کا معمول کا حصہ بن چکی تھیں۔

وادی بطحان جہاں 1400 سال قبل دور نبوی میں بنو قینقاع کا بازار لگتا تھا۔

❶ صحیح بخاری، ج:3، نمبر 264 وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ج:2، ص 757 ❷ صحیح بخاری، ج:3 نمبر 473

آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ طیبہ میں پہلے اسلامی بازار کا سنگ بنیاد رکھتے ہیں

وقت کا کارواں دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا اور مسجد نبوی شریف نے مدینہ طیبہ میں ایک مرکزی حیثیت حاصل کر لی۔ اس کے بعد آبادی اتنی تیزی سے بڑھنے لگی کہ زمین کم پڑ گئی اور نو واردوں کو جبل سلع کے دامن میں بسانا پڑا۔ مسلمانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافے سے اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہونے لگی کہ ان کا اپنا ایک بازار ہونا چاہیے۔ یوں تو سوق بنو قینقاع عرصہ دراز سے مدینہ طیبہ کی ضرورتوں کو پورا کر رہا تھا، مگر وہاں تجارت کے ساتھ ساتھ دیگر دھندے بھی ہوا کرتے تھے جو اسلام کی روح کے منافی تھے۔ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تصور تجارت یہود و نصاریٰ سے یکسر مختلف تھا اس لیے میرے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ طیبہ میں ایک ایسا بازار بنانا چاہتے تھے جہاں بیرونی تجارت سے پاک خالصتاً اسلامی قوانین کے مطابق کاروبار ہو سکے۔ اس لیے سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی امت کے لیے ایک الگ بازار کی بنیاد رکھی جس کے لیے ایک نہایت ہی موزوں اور مرکزی جگہ کا انتخاب کیا گیا۔

مدینہ کا جدید بازار

حضرت عطاء بن یسار رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے: جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ بازار بنانے کا فیصلہ فرمایا تو پہلے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سوق بنو قینقاع تشریف لے گئے اور پھر سوق مدینہ (یعنی اس جگہ جہاں اس دن کے بعد مدینہ طیبہ کا بازار قائم ہوا) تشریف لے آئے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے قدم مبارک زمین پر زور سے مار کر فرمایا کہ: یہ رہا تمہارا بازار، اس کا رقبہ کم نہ کیا جائے اور نہ ہی اس پر کوئی خراج (یعنی محصول چنگی) عائد کیا جائے۔ [1]

پہلے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بنی ساعدہ تشریف لے گئے اور اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ آپ اس حصے پر جو ان کے گاؤں اور حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے گھر کے درمیان واقع تھا (جہاں اس دور میں بنی ساعدہ کا قبرستان بھی ہوا کرتا تھا) ایک بازار قائم فرمانا چاہتے ہیں۔ جب ان صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہاں بازار بنانے کا حکم فرمایا۔ ابن زبالہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے مطابق اس بازار کا رقبہ شمالاً جنوباً ثنیات الوداع کے پاس بنی ساعدہ کے کنویں سے لے کر مسجد الغمامہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کا مشرقی کونہ حضرت عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے گھر سے ملتا تھا جو کہ الزوراء میں تھا (یعنی مشہد حضرت مالک بن سنان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا علاقہ جو کہ اب مسجد نبوی شریف کے احاطے کے اندر آ چکا ہے)۔

1400 سال قبل مدینہ طیبہ کے تمام بازار کھلے آسمان کے نیچے لگتے تھے البتہ اتنا ضرور تھا کہ اس کے گرداگرد باڑ لگوا دی گئی تھی اور اس کا ایک دروازہ بھی ہوا کرتا تھا جیسا کہ ابن زبالہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے جس میں انہوں نے حضرت حبیب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وہاں سے "باب معمر" کے پاس سے گزرے اور آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے دیکھا کہ ایک بڑا برتن دروازے پر پڑا تھا تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے اسے اٹھوائے جانے کا حکم دیا کیونکہ لوگوں کو آنے جانے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی اور مزید یہ کہ آپ نے حکم دیا کہ کوئی آدمی وہاں کوئی پتھر یا کوئی اور ایسی چیز نہ رکھے اور نہ ہی اس جگہ کا دعویٰ کرے۔ [2]

وہ بازار جو شروع میں سوق المدینہ اور بعد میں آنے والے وقتوں میں (خاص طور پر عثمانی دور میں) سوق المناخہ کے نام سے جانا جاتا تھا، یہ وہی بازار تھا جو کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دست شفقت سے معرض وجود میں آیا تھا۔ [3]

[1] ابن شبہ، ج: 1 ص: 304 [2] خلاصۃ الوفاء [3] وفاء الوفاء، ص: 748

تاجدار مدینہ ﷺ اکثر اس بازار میں تشریف لے جاتے تھے ۔ وہ حدیث مبارکہ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: ''جو دھوکہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' ایسے ہی ایک معائنے کے دوران ارشاد کی گئی تھی جو کہ سوق النبی میں ہوا تھا جس کا پس منظر کچھ یوں ہے ۔ ایک مرتبہ جب آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے ایک تاجر کو غلہ بیچتے دیکھا جو کہ ایک بوری میں پڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس بوری کے اندر تک ڈال دیا اور انکشاف ہوا کہ وہ غلہ اندر سے کچھ گیلا تھا جبکہ سطح سے خشک نظر آرہا تھا۔ استفسار پر اس نے بیان کیا کہ یارسول اللہ! ایسا بارش کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کی سرزنش فرمائی اور فرمایا کہ کچھ بھی ہو مگر اس نے گاہک کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے (دکھانا کچھ اور بیچنا کچھ اور)۔ اسی موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا ''جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

اس حکم مبارک سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عزم کر رکھا تھا کہ آپ ہر قسم کی برائی کو ختم کر کے دم لیں گے۔ یہ اسی عزم کا ثمرہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام کاروباری بداعتدالیاں ایک ایک کر کے رخصت ہوگئیں اور استحصال اور ملاوٹ سے پاک معاشرہ وجود میں آگیا۔ قرآنی احکام کی روشنی میں ان تمام لین دین کی بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا، مثلاً سود اور ربوٰ جن کی جگہ صدقہ اور خیرات نے لے لی تھی اور ساتھ ہی ساتھ قرض حسنہ کا تصور اجاگر کر کے معیشت کو راہ راست پر لایا گیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

''اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آیا کوئی ناشکرا بڑا گناہگار۔'' ❶

حرام اشیاء کی خرید و فروخت ممنوع قرار دے دی گئی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی شریف میں تلاوت فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ الکحل کی خرید و فروخت اور استعمال حرام قرار دے دی گئی ہے۔ ❷

حلال چیزوں کو معیشت اور کاروبار میں رائج کرنے کے لیے ضروری اقدام اٹھائے گئے۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری (خاص طور پر کتاب البیوع) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول کے پیمانوں کی پوری طرح پاسداری کرنے کے احکام دیئے اور ساتھ ہی ساتھ دیگر اقسام کے لین دین کے احکام بھی صادر فرمائے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں ایک شخص نے سوق مدینہ طیبہ میں اپنا خیمہ گاڑ لیا لیکن آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ یہ تجاوز کی زد میں آتا ہے اس لئے اس کو جلا دیا جائے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے احکامات بالکل واضح تھے: بازاروں کو بالکل مسجدوں کی طرح سمجھنا چاہئے، جو بھی پہلے آئے گا پہلی جگہ پائے گا جب تک کہ وہ اپنا سامان وغیرہ بیچ نہ لے جس کے بعد وہ گھر چلا جائے گا۔ ❸

حضرت ابراہیم بن منذر الحزامی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بازار ایک تحفہ کی شکل میں دیا تھا۔ ❹

❶ البقرۃ:276
❷ صحیح بخاری، ج:3، نمبر 297
❸ کنز العمال، 5۔488 نمبر 2688
❹ ابن شبہ، ج:1، ص 304

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مبارکہ میں بھی یہی اصول کاربند رہا اور کسی کو وہاں گھر وغیرہ بنانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں ایک مرتبہ ایک لوہار نے اپنی بھٹی اور ورکشاپ وہاں نصب کر لی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ وہاں تشریف لے گئے اور اس کو اس وقت تک ٹھوکریں مارتے رہے جب تک کہ وہ بھٹی مسمار نہ ہو گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں خاص طور پر یہ احکامات جاری کئے ہوئے تھے: بازار صدقہ ہوا کرتے ہیں جس کو ہر آدمی استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے اور کسی کو بھی اس پر اپنی ملکیت جتانے یا اجارہ داری قائم کرنے یا اس کے اوپر گھر بنانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔[1]

وقت کے ساتھ ساتھ مدینہ کے قدیم بازار کے کچھ حصوں پر باغات اور بستان بن چکے تھے جو شہر کے عمائدین کی ملکیت تھے۔ اس طرح تجاوزات نے بڑھتے بڑھتے اس بازار کو مزید تنگ کر دیا تھا، ابراہیم رفعت پاشا رحمۃ اللہ علیہ 1901ء میں ایسے دو مشہور بستانوں کا ذکر کرتے ہیں جو بستان آل بری اور بستان عبدالعال کے نام سے مشہور تھے اور المناخہ کے تاریخی علاقے میں تھے۔[2]

یوں بیسویں صدی کے آغاز میں ''سوق النبی'' یا ''سوق المناخہ'' برائے نام ہی رہ گیا تھا، مگر یہاں جو بھی آبادی بنی ان کی گلیاں چھوٹے چھوٹے بازاروں میں تبدیل ہو گئی تھیں، جن کے گرد واقع مکانوں کی بالائی منازل رہائشی مقاصد کے لیے استعمال ہوا کرتی تھیں اور نچلی منزلوں میں دکانیں اور اسٹور ہوا کرتے تھے۔

جب مسجد نبوی شریف کے ارد گرد دیگر تجارتی مراکز اور بازار بن گئے اور المناخہ کی وہ حیثیت نہ رہی تو یہ جگہ رہائشی مقاصد تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اس جگہ پولیس اور ڈاک کے محکمے بن گئے اور پھر وہاں کنگ عبدالعزیز پبلک لائبریری بھی بنا دی گئی۔ اس طرح تھوڑے ہی عرصے میں وہاں سرکاری عمارات سر اٹھائے کھڑی نظر آتی تھیں۔ بایں ہمہ یہ علاقہ تنگ سڑکوں اور گلیوں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک تھا اور شہر کی دوسری بڑی سڑکوں سے جا ملتا تھا جو مسجد نبوی شریف کی طرف جایا کرتی تھیں۔ 1984ء میں یہ تمام علاقہ حکومت نے حاصل کر لیا۔ پہلے تو اس جگہ عارضی شیڈ بنائے گئے جو حجاج کرام کے جم غفیر کو سایہ اور سائبان فراہم کرتے تھے مگر بعد میں اسے مسجد نبوی شریف کے بڑے توسیعی منصوبے کا حصہ بنا دیا گیا۔ آج کل بہت کھلی سرنگ اس علاقے سے گزرتی ہے جو سید الشہداء کو جاتی ہے۔ سوائے چند سرکاری عمارتوں کے (مثلاً کنگ عبدالعزیز لائبریری) باقی کی تقریباً تمام عمارات غائب ہو چکی ہیں اور اس میں بڑے بڑے فائیو اسٹار ہوٹلز بننے شروع ہو گئے ہیں۔ اب مدینہ طیبہ کے پرانے باسیوں کے علاوہ کوئی اس کے پرانے نام (یعنی المناخہ) سے واقف نہیں ہے۔ یہ نام اب صرف تاریخی کتابوں میں حوالوں کے لیے باقی رہ گیا ہے لیکن مدینہ طیبہ کی تاریخ میں اقتصادیات اور معاشیات میں جو اہم کردار اس جگہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے سوق النبی نے ادا کیا ہے وہ ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

---

1 سمہودیؒ، ص: 749

2 ابراهیم رفعت پاشا، مرآۃ الحرمین، ج: 1، ص 431

ہجرت نبوی ﷺ کی برکت سے کاروبار پر سے جونہی یہود کی اجارہ داری ختم ہوئی، عروس البلاد مدینہ طیبہ ''شہر مسلم برائے مسلم'' بن کر ابھرا اور وہاں تجارت بھی مکمل طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ وہ کام جن میں پہلے صرف یہود کو دسترس حاصل تھی: مثلاً دھات یا چمڑے کی ڈھالیں بنانا، خودوں کی ڈھلائی اور تیاری، شمشیر سازی، زرہ بکتر بنانا، تیر وکمان، ترکش بنانا اور تلواروں کے لیے نیام بنانا وغیرہ۔ یہ تمام کام مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گئے تھے۔ فینسی کام: مثلاً تلواروں کے دستوں پر قیمتی پتھروں کو جڑنا اور زرگری وغیرہ تو بہت پہلے سے حجاز میں رائج تھے، مگر مدینہ طیبہ میں اس کا رواج عام نہ تھا کیونکہ ابتداء میں مسلمانوں کی مالی حالت ان چیزوں کی متحمل نہ تھی، مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ صنعت بھی مدینہ طیبہ میں شروع ہوگئی تھی۔

ان چھوٹی چھوٹی دستکاریوں کے علاوہ پہلی بڑی صنعت جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مدینہ طیبہ میں لگائی وہ سامان حرب وضرب بنانا تھا، یعنی شمشیر سازی، تیر وتفنگ، ڈھالیں اور حفاظتی زرہ بکتریں بنانا جو مجاہدین اسلام کے ہاتھوں میں پہنچ کر اعدائے اسلام پر قہر الٰہی بن کر نازل ہوا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ ہمارے لئے کتنا بڑا لمحہ فکریہ کا سامان مہیا کرتا ہے کہ جونہی ریاست مدینہ طیبہ کی بنیاد استوار ہوئی سب سے پہلے انڈسٹری جو مدینہ طیبہ میں لگائی گئی وہ ''دفاع کی صنعت'' تھی جس سے مسلمان عساکر کی تمام تر ضروریات پوری ہوتی تھیں اور اسی سامان حرب وضرب سے مسلمانوں نے چار دانگ عالم میں اپنا سکہ منوالیا۔ اس کے برعکس جب ہم عالم اسلام کے موجودہ ممالک کی طرف ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برائے نام بھی مسلم دنیا میں ''دفاعی صنعت'' کا وجود نہیں جس کے نتیجے میں تمام عالم اسلام کو کفار کی طرف کشکول پھیلانا پڑتا ہے اور پھر ان کی مقرر کی ہوئی قیمتوں پر ذلت آمیز شرائط کے تحت ان سے دفاعی سامان خریدنا پڑتا ہے۔ کہاں وہ فخر کی اسلام کی خود کفالت اور کہاں آج کے عالم اسلام کی دریوزہ گری؟ اللہ کریم ہی ہمارے حال پر رحم فرمائے!

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ ﷺ کے متعلق چند ایسی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو عالم طفولیت میں ایک انصاری صحابی کی نگہبانی میں دے دیا گیا تھا جن کی لوہے کی بھٹی ہوا کرتی تھی۔ اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اس وقت بھی چند مسلمانوں کی بھٹیاں ہوا کرتی تھیں، اگرچہ وہ اتنی بڑی نہ تھیں جتنی کہ یہودیوں کی ہوا کرتی تھیں مگر چونکہ بنوقینقاع کے یہود کو مدینہ بدر کیا گیا تھا جو کہ ہلال کی طرز پر خمدار تلواریں بنانے میں ماہر تھے، ان سے طے پانے والے معاہدے کے تحت ان کو اپنی تمام تر مشینری اور اوزار جوں کے توں مسلمانوں کے ہاتھوں میں چھوڑنے پڑے تھے، اس بات کا قوی امکان ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس صنعت کو سنبھالا ہوگا۔ اس طرح حاصل ہونے والی مشینری نے مسلمان صنعت کے لیے بنیادی ڈھانچہ (infrastructure) استوار کرنے میں بہت مدد دی ہوگی۔

یوں مسلمان افواج کی بڑھتی ہوئی حربی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جو صنعت سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں استوار ہوئی وہ آلات حرب وضرب کا بنانا تھا جن کو دور دور سے لائے گئے کاریگر اور ہنرمند چلایا کرتے تھے۔ مشہور صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ڈھلائی کا ایک بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں ایک وقت میں سو سے زیادہ کاریگر کام کرتے تھے جو بقیع الغرقد کے پہلو میں ہوا کرتا تھا۔ بدبخت پارسی غلام فیروز لؤلؤ جس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خنجر کے پے در پے وار کر کے شہید کیا تھا وہ بھی انہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کارخانے میں کام کیا کرتا تھا۔ خلفائے راشدین کے عہد مبارکہ میں تو یہ صنعت اتنی ترقی کر گئی تھی کہ اس کو چلانے والوں کو حکومت کو ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ [1]

[1] صحیح بخاری، ج:5، باب:57، نمبر 50

اس جگہ سوق ذوالمجاز کے نام سے 1400 سال پہلے بازار ہوا کرتا تھا

مدینہ کے بازار میں ناپنے تولنے کے پیمانے

حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے کھانے پینے کی چیزوں کا وزن کیا کرو اس سے ان میں برکت بڑھتی ہے۔[1]

اسلام سے پہلے ہی یثرب میں صاع اور مد کے پیمانے رائج تھے جن کے (1/2)، (1/4) اور (1/8) حصے کے پیمانے بھی ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر مدینہ طیبہ کے لیے ان کے صاع اور مد میں برکت کی دعا فرمائی تھی: اے اللہ! ہمیں مدینہ سے پیار کرنا سکھا دے تاکہ ہم اس سے اتنا پیار کریں جتنا کہ مکہ کے لیے، بلکہ اس سے بھی دگنا۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت ڈال دے اور مدینہ طیبہ کی فضاء کو ہمارے لیے باعث رحمت بنا دے اور اس کی بیماریوں کو الجحفہ کی طرف لے جا۔[2]

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کچھ اس طرح مروی ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے پیمانہ ہائے ناپ تول میں اور ہمارے صاع اور مد میں برکت ڈال دے۔[3]

صاع اور مد روزمرہ کے تول کے پیمانے تھے۔ زیادہ لین دین کے لیے ''وصق'' استعمال ہوا کرتا تھا جو 60 صاع کے برابر ہوا کرتا تھا۔ صدیوں تک یہی پیمانے چلتے رہے۔[4]

مدینہ طیبہ کے مختلف ادوار میں رائج سکے

عہد نورالدین زنگی (1146۔1174ء) میں تانبے کا درہم

الاشرف کیقبے (1468۔96ء) چاندی کے درہم

یمنی حکمرانوں کے سکے (1250۔55)

الظاہر بیبارس (1260۔77ء) چاندی کا درہم

مشہور سلاطین جن کا حجاز میں عمل دخل رہا، نے قانونی طور پر مدینہ طیبہ میں جو سکے رائج کئے تھے ان کی تصاویر، ان فاطمی سلاطین میں نورالدین زنگی، مملوک سلطان ملک المظفر بیبارس بندقداری شامل ہیں۔

ترک دور میں سونے کی اشرفی

[1] صحیح بخاری ج:3، نمبر 338
[2] صحیح بخاری، نمبر 113
[3] صحیح بخاری، نمبر 340
[4] صحیح بخاری، نمبر 395 اور باب 86

ترک دور کے چند سکوں کی تصاویر

عہد سلیماں (1715-1797ء)

عہد سلیمان بن عبدالملک میں
جاری ہونے والے فلس (جمع فلوس)

جب عباسیوں نے بنو امیہ کا قلع قمع کیا تو السفاح نے سب سے پہلے اپنے نام کے سکے رائج کئے۔ اس وقت تک مسلم صوبوں (ساسانی، رومی اور مصری) میں ٹکسالوں نے کام شروع کر دیا تھا۔ عباسی سکے کانسی کے فلس، چاندی کے درہم اور سونے کے دیناروں پر مشتمل تھے۔ اس وقت تک ایک قابل رشک مالیاتی نظام پہلے ہی رائج ہو چکا تھا، لہٰذا عباسی سکے خطاطی، تحریر اور شکل میں زیادہ دیدہ زیب لگتے تھے۔

بعد میں آنے والی حکومتوں کے دوران مختلف بادشاہوں نے اپنے اپنے سکے رائج کئے۔ ترکوں کے سونے کے سکوں کو "سلطانی" کہا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے چاندی کے چھوٹے سکے (Silver Akche) بھی رائج کئے تھے۔ ترکی سکے جو عالم عرب کے طول وعرض میں چلتے تھے، 1940ء کے بعد تک چلتے رہے۔ ان میں سونے اور چاندی کے پیاسٹر، بیس پیاسٹر کے سکے جن کو مجیدیہ کہا جاتا تھا اور ترکی لیرا بہت دیر تک چلتے رہے۔

ترکی سکوں کے علاوہ (خاص طور پر اٹھارہویں صدی کے بعد سے) انڈین روپے بہت مقبول تھے اور اس کے علاوہ آسٹریا کیٹالر جو عرف عام میں فرنجی ریال کہلاتے تھے اور مصری دس پیاسٹر کے سکے بھی چلتے تھے۔

مدینہ طیبہ میں انڈیا کے سکوں کی مقبولیت کے بارے میں لکھتے ہوئے کرنل ہوگرتھ جو عرب بیورو کا نمائندہ تھا رقمطراز ہے: "پہلی جنگ عظیم کے بعد انڈین روپیہ، چار اور دو آنہ کے سکے اور اسی طرح مصری دس پیاسٹر کے سکے عام چلتے ہیں۔ ان میں روپے اور آنے تو اتنے معروف ہیں کہ ایسے لگتا ہے جیسے کہ حجاز کے سرکاری سکے ہوں۔"

جب شریف نے عثمانیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تو اس نے اپنے سکوں کا اجراء کیا لہٰذا جب سعودیوں نے حجاز پر قبضہ جمایا تو اس وقت دونوں مقدس شہروں میں طرح طرح کے سکے چلتے تھے۔ چھپی ہوئی کاغذی کرنسی پہلی بار شاہ عبدالعزیز کے دور میں رائج ہوئی۔ پہلا دس ریال کا نوٹ 1372 ہجری 1952ء میں رائج کیا گیا اور اس کا بنیادی مقصد حجاج کی سہولت تھا۔[1]

[1] حوالہ جستجوئے مدینہ 300 تا 314 ملخص

پیارے نبی ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت

ہجرت کے معنی

ہجرت کے لغوی معنی چھوڑنے کے ہیں یعنی ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں چلے جانا اور پہلے علاقے کو چھوڑ دینا۔ ہجرت کا لفظ اس وقت زیادہ مشہور ہوا جب پیارے نبی ﷺ نے کفار مکہ کے ظلم و ستم پر مجبوراً مکہ مکرمہ کو چھوڑا اسی لیے اب جب بھی ہجرت کا نام لیا جاتا ہے تو اس سے ہجرت مدینہ منورہ مراد ہوتی ہے۔

آسمانی کتب میں پیارے نبی ﷺ کی ہجرت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے پہلی آسمانی کتابوں میں بھی حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کا ذکر کیا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل سکے کہ اللہ کا لاڈلا نبی محمد ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے چنانچہ پہلی امت کے لوگوں کو یقین تھا کہ ایک نبی مکہ سے مدینہ ہجرت کرے گا اور وہ آخری نبی ہوگا اسی وجہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دین مجوسیت کو چھوڑ کر انقرہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔

چنانچہ کعب احبار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تورات میں حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کا ذکر اس طرح موجود ہے کہ:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُوْلَدُ بِمَكَّةَ، وَيُهَاجِرُ اِلٰى طَابَةَ، وَيَكُوْنُ مُلْكُهُ بِالشَّامِ، وَلَيْسَ بِفَحَّاشٍ، وَلَا صَخَّابٍ فِى الْاَسْوَاقِ......الخ

''محمد بن عبد اللہ (ﷺ) مکہ میں پیدا ہوں گے، طابہ (مدینہ) کی طرف ہجرت کریں گے، ان کی حکومت شام میں ہوگی، وہ بدگوئی نہیں کریں گے، بازاروں میں شور وغوغا بھی نہیں کریں گے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، معافی اور درگزر سے کام لیں گے، ان کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔ وہ ہر خوشی اور ہر غمی میں اللہ کی تعریف کریں گے، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ کی بڑائی کریں گے، (نماز کے لیے) اعضاء دھویا کریں گے، کمر پر تہبند باندھیں گے، نماز پڑھتے ہوئے اس طرح صف بندی کریں گے جس طرح وہ میدان جہاد میں صف بندی کریں گے، ان کی آوازیں مساجد میں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوں گی اور ان کی اذانیں آسمان کی فضا میں گونجیں گی۔''

نبی اکرم ﷺ کی صفات پہلی کتب ساویہ میں موجود تھیں، اسی وجہ سے وہ اس نبی کی آمد کے منتظر رہے۔ وہ مختلف طریقوں سے کوشش کرتے رہے کہ اس نبی کی آمد کا پتہ چل جائے، اسی بنا پر کچھ یہودی نبی اکرم ﷺ کے دار الہجرت مدینہ طیبہ میں آ بسے تھے۔

1 حوالہ مسند احمد 442/5

2 سنن الدارمی: 7/1، و تفسیر ابن کثیر، الاحزاب 13:33

تورات کی تفسیر کا عبرانی نسخہ

ہجرت نبوی ﷺ، تاریخ اسلامی کی ابتدا کیسے ہوئی؟

ہجرت نبوی ﷺ سے تاریخ اسلامی کی ابتدا کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ سن **17** یا **18** ہجری میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دستاویز پیش ہوئی، جو ایک آدمی کے دوسرے پر کسی حق یا قرض کا ثبوت تھی، اور اس میں یہ لکھا تھا کہ یہ شعبان میں واجب الاداء ہوگا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کونسا شعبان، اس سال کا شعبان یا گزشتہ یا آئندہ سال کا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے ایک اسلامی تاریخ کے وضع کرنے سے متعلق مشورہ کیا جس کے ذریعہ لوگوں کے قرضوں اور دیگر حقوق کی ادائیگی کی صحیح تاریخ معلوم ہو سکے۔

کسی نے کہا: فارس والوں کی تاریخ استعمال کی جائے۔ کسی نے کہا: روم والوں کی تاریخ، اور کسی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے دن سے ہماری تاریخ کی ابتدا ہو، اور کچھ لوگوں نے کہا: آپ کی بعثت کی تاریخ سے، اور کچھ نے کہا: بلکہ آپ ﷺ کی ہجرت کے دن سے اور کچھ لوگوں نے کہا: بلکہ آپ ﷺ کی وفات کے دن سے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود ہجرت کے دن سے ابتدائے تاریخ کی طرف مائل ہوئے، پھر سب نے اسلامی سوسائٹی کی بنا و تعمیر میں ہجرت نبوی کی عظیم اہمیت کے پیش نظر اسی رائے پر اتفاق کر لیا، اور اس لیے بھی سب نے اس رائے کو ترجیح دی کہ ہجرت نبوی حق و باطل، روشنی و تاریکی، خیر و شر اور مشرکین مکہ کے ظلم و طغیان اور کبر و غرور اور مظلوم مسلمانوں کے عہد جدید کی ابتدا کے درمیان حد فاصل تھی۔ جب سب نے ہجرت سے ابتدائے تاریخ پر اتفاق کر لیا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کس مہینے سے اس کی ابتدا ہو، مختلف مشوروں کے بعد بالآخر ماہ محرم پر سب کا اتفاق ہو گیا، اس لیے کہ اسی مہینے میں لوگ حج سے واپس آتے ہیں، یہ شہر حرام ہے اور سال کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوب جانتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لیے خود اپنا قومی سن موجود ہونا کتنا ضروری ہے۔ قومی سن درحقیقت کسی قوم کی پیدائش اور عروج کی تاریخ کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے قومیں اپنی تاریخ کے سب سے اہم اور بنیادی واقعے کی یاد تازہ رکھنا چاہتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قومی سن کے تقرر کے لیے بہت سے اہم واقعات موجود تھے، مثلاً: محمد رسول اللہ ﷺ کا یوم ولادت، نزول وحی کی ابتداء، بدر کی تاریخی فتح، فتح مکہ، حجۃ الوداع کا عظیم الشان اجتماع جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل کا تاریخی موقع تھا۔ ان اہم ترین واقعات میں سے کوئی بھی واقعہ سن کے تقرر کے لیے بروئے کار لایا جا سکتا تھا، لیکن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ان واقعات کو اسلامی سن کے تقرر کے لیے موزوں نہ سمجھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر اس حقیقت کا اندازہ شناس اور کون ہو سکتا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا دن تاریخ کائنات کا اہم ترین واقعہ ہے لیکن جام توحید سے سرشار صحابہ کرام کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ وہ عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت کے یوم پیدائش کو اسلامی سن کی بنیاد قرار دے کر دنیا کی عام قوموں کی طرح شخصیت پرستی کا مظاہرہ کریں۔ حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت نے فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اعمال رفیعہ میں سب سے بڑا عمل تلاش کیا جائے اور اسی عمل کی یاد ہمیشہ تازہ رکھنے کے لیے اسلامی سن کا تقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی ہجرت کو اہم دن قرار دے کر ہجرت نبوی ﷺ کو اسلامی سال بنا دیا گیا۔

[1] السيرة النبوية، ابن كثير: 2/287-289،جامع صحيح، السيرة النبوية: 100، 101

خواب میں ہجرت کا حکم

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کو خواب میں ہجرت کی جگہ مدینہ کو دکھلایا گیا اور مکۃ المکرّمہ سے مدینہ ہجرت کا حکم دیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا [1]

ترجمہ: ''آپ کہیے کہ اے میرے رب! مجھے عمدہ طریقہ سے (مدینہ) پہنچادے اور مجھے عمدہ طریقہ سے (مکہ سے) رخصت کردے اور تو میرے لیے اپنے پاس سے مدد کرنے والی قوت مہیا کردے''۔

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عام اجازت دیدی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کردی۔ مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی لوگ مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

سیّد المرسلین ﷺ کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

پیارے نبی ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ سے مدینہ ہجرت کی اجازت طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَاتَعْجَلْ، لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَکَ صَاحِبًا

''اے ابوبکر! جلدی نہ کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی رفیق سفر بنادے۔'' [2]

ایک دوسری روایت کے مطابق پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

عَلٰی رِسْلِکَ فَاِنِّی اَرْجُو اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ

''رُکے رہو! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہجرت کی اجازت عنایت فرمادے گا''۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اور رسول اللہ ﷺ اکٹھے ہجرت کریں گے۔ [3]

چنانچہ ہجرت سے دو تین دن پہلے عین دوپہر کے وقت شدید گرمی میں آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، دستک دی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''فِدَاءٌ لَهُ اَبِیْ وَاُمِّیْ وَاللّٰهِ مَاجَآءَ بِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ''

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! آپ ﷺ اس وقت معمول کے خلاف تشریف لائے ہیں، ضرور کوئی اہم معاملہ ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ مشورہ کرنا ہے، سب گھر والوں کو ہٹادو۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہاں صرف آپ کے گھر والے ہیں، فرمایا: ''مجھے ہجرت کی اجازت ہو چکی ہے''، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جلدی سے بولے، مجھے بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا؟ فرمایا: ''ہاں''......

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر آبدیدہ ہوگئے، یہ خوشی اور تشکر کے آنسو تھے، کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں نے اسی مقصد کے لیے دو اونٹنیاں تیار رکھی ہیں۔ [4]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو گھر تھے، ایک گھر دار خدیجہ رضی اللہ عنہا کے محلّہ زقاق الحجر، زقاق العطارین میں تھا، دوسرا گھر مسفلہ میں تھا۔ [5]

یہ دوسرا گھر مسفلہ کے علاقے میں مرکز مسجد حرام سے **200** میٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔

---

[1] سورة الاسراء، آیت **80**   [2] المعجم الكبير للطبراني: 178/22   [3] صحيح البخاری: **2297**

[4] صحيح البخاری، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة   [5] جزیرة العرب ص **231**

یہ گھر پھر مسجد کی شکل میں تبدیل ہوگیا، کافی عرصہ تک یہ مسجد قائم رہی، مسجد کا نام بھی ''مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ'' تھا، پھر شہر کی جدید توسیع کے وقت اس یادگار مسجد کا اثر بھی ختم ہوگیا، باب ملک فہد کے سامنے جہاں اس وقت بسیں کھڑی ہوتی ہیں اسی کے قریب قریب ہی یہ مسجد تھی۔

سواری کی تیاری

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا عندیہ ملا تو انہوں نے اس عظیم مقصد کے لیے دو اونٹنیاں مختص کر دیں اور انہیں وافر تازہ خوراک دے کر خوب تیار کیا۔

وہ مقام جہاں 1400 سال قبل
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گھر تھا

پیارے نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش

جب مشرکین نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا سامان اپنے ساتھ لے کر مدینہ کے لیے رخصت ہو گئے اور اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال اور اپنا مال لے کر اوس وخزرج والوں کے پاس پہنچ گئے، اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب آپ ﷺ کے یار ومددگار اور اچھے ساتھی مکہ سے باہر مدینہ میں موجود ہیں اور مدینہ اب مسلمانوں کے لیے ایک محفوظ گھر بن گیا ہے اور اوس وخزرج والے بڑے قوت وعزیمت اور عسکری شان وشوکت والے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے ان کے پاس پہنچنے کا سوچ سوچ کر بہت ہی گھبرانے لگے اور انہیں یقین ہو چلا کہ اب پیارے نبی ﷺ نے اہل مکہ کے خلاف اعلان جنگ کا فیصلہ کرلیا ہے۔

اس لیے تمام اہل قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں سنجیدگی کے ساتھ آپس میں مشورہ کریں۔

دارالندوہ کو آپ ﷺ کے اجداد میں سے قصی بن کلاب نے تعمیر کرایا تھا یہ مکہ المکرّمہ میں سب سے پہلا تعمیر ہونے والا پختہ گھر تھا اس میں سرداران مکہ مشورہ کے لیے جمع ہوتے تھے گویا کہ یہ قریش کے سرداروں کا پارلیمنٹ ہاؤس تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ مکان قصی کی اولاد میں سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے ایک لاکھ درہم میں خرید کر اسے دارالامارہ بنا دیا تھا پھر کسی نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے اسے ایک لاکھ درہم میں بیچ کر قریش کے سرداروں کی عزت کو نیلام کر دیا تو حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ رقم اپنے لیے نہیں لی میں یہ تمام رقم اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ [1]

دارالندوہ کی جگہ عباسی خلیفہ معتضد نے **281**ھ میں مسجد تعمیر کردی تھی۔ **947**ھ میں امیر جدہ نے اس کو گرا کر صحن حرم میں شامل کر دیا اس کا رقبہ **1332** مربع میٹر تھا۔

اس اجتماع میں شرکت سے کوئی بھی صاحب عقل پیچھے نہیں رہا اور ان سب کا دوست اور سردار ابلیس اہل نجد کے ایک عمر دراز بوڑھے کی شکل میں اپنے بدن پر عباڈالے شریک ہوا۔

کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔

مسجد الحرام میں موجود الندوہ کے مقام پر سعودی حکومت کی طرف سے دارالندوہ کی نشاندہی کے لیے اس دروازے کا نام دارالندوہ رکھا گیا ہے۔

[1] حوالہ تاریخ مکہ مکرمہ **140**

قریش کے بڑے بڑے سردار دارالندوہ میں جمع تھے۔

خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابوجہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، امیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ۔ تمام سرداران قریش اس مجلس میں شریک ہیں۔ شیطان لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔

قریش کے سرداروں نے نام ونسب پوچھا: تو بولا کہ میں نجد کا شیخ ہوں۔ اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں تمہارے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کردوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ابلیس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کرلیا۔ اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہوگئی۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کا معاملہ پیش ہوا تو ابوالبختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھڑی میں بند کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیطان نے کہا: لَا وَاللّٰهِ مَاهٰذَا لَكُمْ بِرَأْيٍ خدا کی قسم! تمہاری رائے ٹھیک نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا۔ تو یقیناً ان کے جاں نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی، اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو، تاکہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیطان نے بگڑ کر کہا کہ تمہاری اس رائے پر لعنت۔ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دلکشی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع اور فرمانبردار بنالیں گے۔ اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے۔ اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی۔ اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابوجہل بولا: صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہ سوجھی۔ یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہئے وہ کیا ہے؟ تو ابوجہل نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو۔ اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (ﷺ) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔

ابوجہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیطان مارے خوشی کے اچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پیش کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی اور ہر شخص یہ خوفناک اور ناپاک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْیَقْتُلُوْكَ اَوْیُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ [1]

ترجمہ: ''(اے محبوب! یاد کیجئے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں۔ یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا تھی؟ اگلے صفحہ پر اس کا جلوہ دیکھئے کہ کس طرح اس نے اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت فرمائی اور کفار کی ساری اسکیم کو کس طرح اس قادر و قیوم نے تہس نہس فرما دیا۔ [2]

[1] سورۃ انفال آیت 30 [2] سیرت ابن ہشام 481/2

ہجرت رسول ﷺ کا واقعہ

جب کفار حضور نبی کریم ﷺ کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہوئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ عین دو پہر کے وقت حضور نبی کریم ﷺ اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالے سخت دھوپ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم ﷺ سے شادی ہو چکی تھی) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ حبیب خدا ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اللہ کی قسم! اس دن سے پہلے میں نہیں جانتی تھی کہ کوئی خوشی کے مارے بھی روتا ہے، یہاں تک کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے دیکھا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ میری ان دو سواریوں میں سے ایک لے لیجئے، میں نے انہیں اسی دن کے لیے تیار کیا تھا۔

فخر العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قبول ہے مگر میں اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ عنہا نے سامان سفر درست کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے توشہ دان کو باندھا اور دوسرے سے مشک کا منہ باندھا۔ یہ وہ قابل فخر شرف ہے جس کی بنا پر ان کو ذات النطاقین (دو پٹکے والی) کے منفرد لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ایک کافر کو جس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا جو راستوں کا ماہر تھا۔ راہنمائی کے لئے اجرت پر نوکر رکھا۔ اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا کہ: تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر غار ثور کے پاس آ جائے۔ یہ سارا انتظام کر لینے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ اپنے مکان پر تشریف لائے۔ [1]

[1] حوالہ بخاری شریف 553-554/1

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی سرحدوں سے نکل کر حزورہ کے مقام پر پہنچے تو ٹھہر گئے۔ پلٹ کر بیت اللہ کی جانب رخ کیا اور بڑے دلگیر لہجہ میں فرمایا: ''اے مکہ! اللہ کی قسم تو مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نکالا نہ ہوتا تو کبھی تجھے نہ چھوڑتا''۔ مکہ سے اس مخاطبت کے بعد راہ حق میں میں ہجرت کے پہلے ٹھکانے جبل ثور کی طرف چل پڑے۔

پیارے نبی ﷺ کا محاصرہ

کفارِ مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانہ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور نبی کریم ﷺ سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اس وقت گھر میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس صرف شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ کفارِ مکہ اگرچہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔ مگر اس کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانہ نبوت میں تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سوتے رہو۔ اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرے کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ مکہ حضور نبی کریم ﷺ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ مگر سیّد المرسلین ﷺ کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا بستر جو آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا اور آپ رضی اللہ عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی میٹھی نیند سوتے رہے۔ اپنے اسی کارنامے پر فخر کرتے ہوئے شیرِ خدا نے اپنے اشعار میں فرمایا کہ:

وَقَيْتُ بِنَفْسِىْ خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرٰى
وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ وَبِالْحِجْرِ

ترجمہ: میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس ذات گرامی کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ و حطیم کے طواف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر اور بلند مرتبہ ہیں۔

رَسُوْلُ اِلٰهٍ خَافَ اَنْ يَّمْكُرُوْا بِهٖ
فَنَجَّاهُ ذُوالطَّوْلِ الْاِلٰهُ مِنَ الْمَكْرِ

ترجمہ: رسول خدا ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ کفارِ مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچا لیا۔ [1]

سیّد المرسلین ﷺ نے بستر نبوت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی۔ اور سورہ یٰسین کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے۔ اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا۔ اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد (ﷺ) تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ چنانچہ ان بدبختوں نے جب اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔ [2]

[1] زرقانی علی المواهب ج ص 322
[2] مدارج النبوة جلد 2 ص 57

مقامات ہجرت نبوی ﷺ

پیارے نبی ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکل کر ایک ٹیلے کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا: اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی۔ وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا۔ اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غار ثور پہنچے۔ [2]

اس وقت جب کہ غار ثور تک جانے کے لیے سعودی حکومت نے راستہ بنا دیا ہے اس کے باوجود **80** منٹ لگتے ہیں۔ **1400** سال قبل جب راستہ بنا ہوا نہیں تھا، آقا ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنی مشقت سے اس غار تک پہنچے ہوں گے۔

3 دن کے قیام کے بعد یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو راستہ بتلانے کے لیے اجرت پہ لے لیا، وہ اگرچہ کافر تھا مگر با اعتماد اور راستوں کو پہچاننے میں بہت ماہر تھا، اہل سیر نے ہجرت کا مکمل راستہ اور اس دوران پیش آنے والے واقعات کو بھی محفوظ کیا ہے، تمام منزلوں کے نام گنوائے ہیں، جو کہ تاریخ کی کتب میں محفوظ ہیں۔

پیارے نبی ﷺ نے سفر ہجرت کے لیے عام راستے سے ہٹ کر دشوار گزار راستہ اختیار کیا، تاکہ مشرکین ادھر نہ آ سکیں، اس راستے پر اِکا دُکا کوئی آتا جاتا تھا، راہبر آپ ﷺ کو پہلے تو غار ثور سے لے کر جنوب کی طرف ساحل سمندر کے قریب لے گیا، ساحل ہی پر کچھ مغرب کی طرف چلے، پھر عام راستے کی طرف نکلے ہوئے سرف، بطن مر، عسفان، ثنية الغزال، غدير الاشطاط، كديد، امج، خليص، قديد، المشلل، كليه، الجحفه، بدر، المنصرف، الرويثه، الروحاء، ملّل اور ذوالحليفه

کے مقامات آتے تھے جبکہ طريق الهجرت پر امج، خيمه ام معبد، خرار، ثنية المره، مدلجه لقف، مدلجه مجاج، مرجح مجاج، بطن ذی کشر، الجداجد، ذوسلم، بطن رِئم اور قباء پہنچے۔ [3]

ان میں سے کئی مقامات کا عرب کے نقشوں میں آج نشان بھی نہیں ملتا، عقیدت مند صرف ناموں کے ذکر سے لذت یاب ہو سکتے ہیں، چونکہ یہ سفر خفیہ اور پوشیدہ تھا، اس لیے ان مقامات میں سے اکثر گھاٹیاں یا وادیاں ہیں جو آبادی سے خالی ہیں، امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ کچھ اور منزلوں کے نام بھی گنوائے ہیں، بطن العتيق، اذاخر، جثجاثة، الظبى، العصبة۔ (السيرة النبوه لابن هشام، ذكر هجرة النبى ﷺ۔ طبقات لابن سعد، ذكر وقعة الهجرة)

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کا راستہ اسی نقشے کے قریب قریب چلتا ہے، طریق الہجرۃ طریق السریع کے نام سے مشہور ہے، یہ آپ ﷺ کے راستۂ ہجرت کے قریب قریب بنایا گیا ہے، حجاج کرام کے قافلے اسی سے گزرتے ہیں، مگر یہ سڑک شہروں میں داخل نہیں ہوتی، البتہ مدینہ منورہ کی طرف جو قدیم راستہ جاتا ہے، جو آج بھی زیر استعمال ہے، اس میں سفر ہجرت کے کچھ بڑے بڑے شہر آتے ہیں۔ [4]

[1] جامع ترمذی **3925** [2] مدارج النبوۃ جلد **2** ص **58** [3] حوالہ اطلس سیرت النبوی ﷺ **150** [4] حوالہ نقوش مصطفیٰ ﷺ **82**

اب ہم ہجرت کے چند مشہور مقامات کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں۔

1 جبلِ ثور

یہ پہاڑ مکہ سے تقریباً ساڑھے چار کلو میٹر جنوب میں ہے۔ اس پہاڑ کے اوپر واقع ایک غار میں پیارے نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے دوران تین دن اور تین راتیں گزاریں۔ غار کا بڑا دہانہ تقریباً ایک میٹر چوڑا ہے اور چھوٹا دہانہ تقریباً نصف میٹر کھلا ہے۔ اس کا طول اٹھارہ بالشت اور عرض گیارہ بالشت ہے۔

جبل ثور کی بلندی **759** میٹر ہے یعنی یہ پہاڑ جبل نور سے **120** میٹر زیادہ اونچا ہے۔ ثور پہاڑ کی چوٹی کا رقبہ تقریباً **30** مربع میٹر ہے،

غار ثور: یہ غار مسجد حرام سے چار کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

غار ثور میں سیدھے کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگتا ہے۔ اس غار میں پیارے نبی ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھی۔ [1]

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔

اس مبارک غار کو مسلسل تین دن تین رات تک جان دو عالم ﷺ کی قدم بوسی اور میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا اصل سفر اس غار سے شروع ہوا، اس لیے یہ غار جس محلّہ میں واقع ہے، اس کا نام ''حي الهجرة'' ہے۔

1 حوالہ: آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر 180

جبلِ ثور

حضور ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کا تاریخی راستہ

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

"اگر نہ مدد کروگے تم اس کی، تو تحقیق مدد کی اس (پیغمبر) کی اللہ نے، جب کہ نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، (وہ) دوسرا تھا دو میں سے، جب وہ دونوں تھے غار میں، جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی سے، غم نہ کر، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس نازل کی اللہ نے اپنی سکینت اس پر اور مدد کی اس کی ایسے لشکروں سے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو۔"

(التوبہ 40:9)

- ہجرت نبوی ﷺ کا راستہ
- قافلوں کا راستہ
- اہم مقامات

یہ وہ مبارک اور مقدس غار ہے جس پر ہمارے آقا ﷺ کی 3 دن تک میزبانی کی گئی
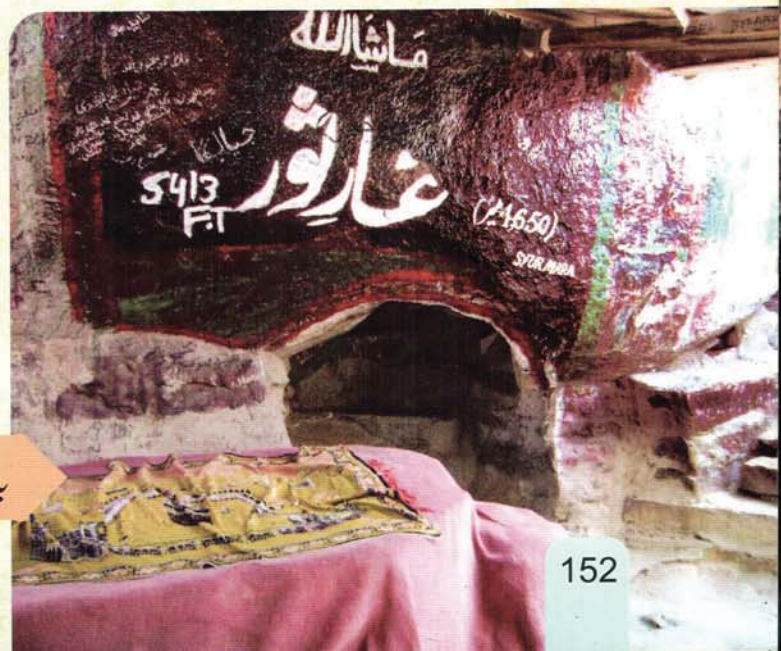
رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں

رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی خبر شیر خدا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے سوا کسی کو نہیں تھی، رحمت دو عالم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن اریقط لیثی کو کرایہ پر اپنے ساتھ کر لیا تھا اس لیے کہ وہ راستہ کا بڑا ماہر آدمی تھا وہ شخص اب تک اپنی قوم قریش کے دین پر تھا۔ آپ نے اس کو امین بنایا اور اپنی دونوں سواریاں اس کے حوالے کر دیں اور تین دن کے بعد غار ثور میں ملنے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ دونوں سواریاں اسی کے پاس رہیں انہیں وہ چراتا رہا اور وعدے کے وقت کا انتظار کرتا رہا۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ پتہ چلاتے رہیں کہ لوگ دن میں آپ دونوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ پھر جب شام ہو تو آ کر اس دن کی خبر انہیں سنائیں اور اپنے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر ان کی بکریاں چرائے اور شام کے وقت انہیں غار کے پاس لے آئے۔ حضرت عبد اللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ دونوں کے پاس سے مکہ واپس جاتے تو عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان کے راہ گزر سے بکریاں لے جاتے تاکہ ان کے قدم کے نشانات مٹ جائیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم نے ان دونوں سواریوں کو اچھی طرح تیار کیا اور آپ دونوں کے لیے ایک ایک تھیلے میں کھانے کا سامان رکھا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے دوپٹے کا ایک حصہ کاٹ کر اس سے اس تھیلے کے منہ کو باندھا اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین پڑ گیا۔ [1]

[1] صحيح البخاری، حديث 3905

رسول اللہ ﷺ غار ثور کی طرف چل پڑے جو مکہ کے نچلے حصہ کے ایک پہاڑ میں تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: اے ابو بکر! کیا بات ہے کہ آپ کبھی میرے آگے اور کبھی میرے پیچھے چل رہے ہیں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے دشمن کا آپ کو ڈھونڈنا یاد آتا ہے تو آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں اور کبھی آپ کے گھات میں بیٹھے ہوئے کسی دشمن کا خیال آتا ہے تو آپ کے آگے چلنے لگتا ہوں۔

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ اگر کوئی مصیبت آتی تو میرے بجائے آپ پر آتی۔

انہوں نے کہا: ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر مبعوث کیا ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ کوئی بھی تکلیف آپ ﷺ کے بجائے مجھے پہنچے۔

جب دونوں غار کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ذرا ٹھہریے میں اندر جا کر آپ کے لئے غار کو صاف کر دوں۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔

غار اندر سے وسیع ہے۔ دو تین آدمیوں کے بیٹھنے اور سونے کی گنجائش ہے۔ اس کی فضا چودہ صدیوں سے نبی آخرالزماں ﷺ اور رفیق غار کی انفاس روح پرور کی امانت دار ہے۔ سرورِ کونین ﷺ کو تین دن اپنا مہمان رکھا اور آج تک ان تاریخ ساز ایام کا راز سینے میں لیے ہوئے ہے۔ غار ثور مہبط ہے اس تجلی کا۔
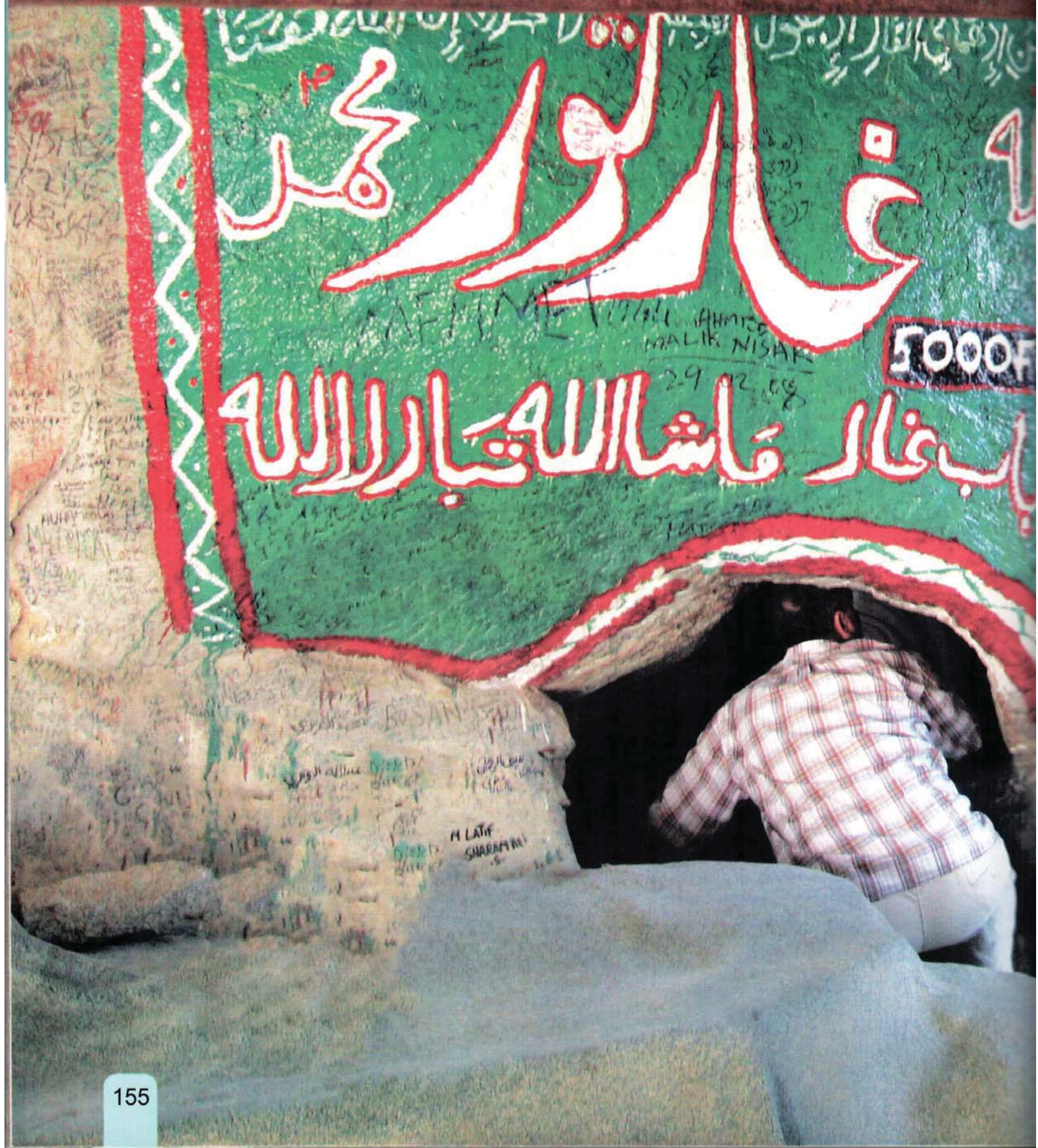
ایک سوراخ جو رہ گیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی ایڑھی سے بند کر رکھا تھا۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا۔ مگر جانثار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمت عالم ﷺ کے خواب راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرور کائنات فخر العالمین ﷺ کے رخسار مبارک پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمت عالم ﷺ بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ پوچھا: مَالَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ اے ابوبکر! کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ یہ سن کر سیّد المرسلین ﷺ نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا۔ [1]

حضور اقدس ﷺ تین رات اس غار میں رونق افروز رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جوان فرزند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ روزانہ رات کو غار کے منہ پر سوتے اور صبح سویرے ہی مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا تدبیریں کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کر دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ رات گئے چراگاہ سے بکریاں لے کر غار کے پاس آ جاتے۔ اور ان بکریوں کا دودھ دونوں حضرات کو پلاتے۔ [2]

حضور اکرم ﷺ تو غارِ ثور میں تشریف فرما ہو گئے۔ ادھر کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کفار جب صبح کو مکان میں داخل ہوئے تو بستر نبوت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ظالموں نے تھوڑی دیر آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھ گچھ کر کے آپ کو چھوڑ دیا۔

1. حوالہ مشکاۃ المصابیح 6034
2. حوالہ زرقانی علی المواہب 339/1

ابوجہل کی پستی کی آخری حد

ابوجہل اور دیگر چند دشمنانِ اسلام اسی اثناء میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا گھر سے باہر نکلیں۔ کفار پوچھنے لگے: اے ابوبکر کی بیٹی! تمہارا والد کہاں ہے؟ سیدہ بولیں: مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں ہیں؟ اس جواب پر ابوجہل مشتعل ہوگیا۔ اس خبیث نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے چہرے پر بڑے زور کا طمانچہ رسید کیا۔ جس کی وجہ سے ان کے کانوں کی بالی گرگئی۔ اس بداخلاق دشمنِ اسلام نے عرب کی اخلاقی اقدار کا بھی لحاظ نہ رکھا اور ایک بچی پر ہاتھ اٹھا کر ثابت کر دیا کہ وہ انتہائی گھٹیا اور ذلیل آدمی تھا۔ [1]

ابوقحافہ کی پریشانی اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حرارتِ ایمانی

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں: میرے والد جاتے جاتے گھر سے سارا نقد روپیہ لے گئے تھے۔ یہ پانچ یا چھ ہزار درہم تھے۔ والد کے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ نے کہا: بیٹی! میں سمجھتا ہوں ابوبکر تمہیں دوہری مصیبت میں ڈال گیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا ہے اور ساری نقدی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فوراً جواب دیا: نہیں نہیں، دادا جان! وہ ہمارے لیے کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھائے اور اس جگہ رکھ دیے جہاں میرے والد اپنا روپیہ پیسہ رکھتے تھے، پھر اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ میرے دادا کی بینائی جاتی رہی تھی، چنانچہ میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ذرا اس مال کو ہاتھ لگائیے، بوڑھے دادا نے مال ٹٹولا اور کہا:

اگر واقعی یہ معاملہ اسی طرح ہے تو پھر مجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اچھا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، وہ تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے اپنے بوڑھے دادا کی فکرمندی دیکھ کر ان کے اطمینانِ قلب کے لیے کی تھی ورنہ والد بزرگوار تو اپنا سارا مال نبی ﷺ کی خدمت کے لیے ساتھ لے گئے تھے۔ [2]

[1] السيرة لابن هشام: 487/2
[2] السيرة لابن هشام: 488/2

پھر کفار مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی تلاش وجستجو میں مکہ کے چاروں اطراف کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچ گئے۔ مگر غار کے منہ پر اس وقت خداوندی حفاظت کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار قریش آپس میں کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی، نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ [1]

کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں تو ہم کو دیکھ لیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

ترجمہ: ''مت گھبراؤ۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ، اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

''اے ابو بکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔'' [2]

اور یہ روایت صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کی رات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کی تفصیلات کو سنا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وہ ایک رات تمام آل عمر کی زندگیوں سے بہتر ہے۔ [3]

حافظ ابن عساکر اور حافظ ابو نعیم حضرت ابو مصعب مکی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ،

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا ہے کہ پیارے نبی ﷺ جب غار میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو اس کے دہانہ پر اگا دیا جس سے آپ چھپ گئے اور دو جنگلی کبوتریوں کو حکم دیا جو غار کے دہانہ پر کھڑی ہو گئیں اور نوجوان قریش اپنی لاٹھیوں، نیزوں اور اپنی تلواروں کے ساتھ آپ کو تلاش کرتے ہوئے جب وہاں پہنچے اور آپ سے چالیس گز کے فاصلے پر تھے تو ان میں بعض نے غار کی طرف دیکھ کر کہا: میں نے دو کبوتریوں کو غار کے دہانے پر دیکھا ہے اس لیے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔

پیارے نبی ﷺ نے جب اسے یہ کہتے سنا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ اللہ عزوجل نے ان دونوں کبوتریوں کے ذریعہ اس دشمن کے رخ کو آپ سے پھیر دیا ہے۔

1. مسند احمد : 348/1 مصنف عبد الرزاق: 389/5، زرقانی علی المواہب 323/1،سیرۃ ابن کثیر 239/2
2. صحیح البخاری 3653
3. صحیح البخاری حدیث 3656، صحیح مسلم حدیث 2381

غار ثور کا ماڈل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر سکون اور اطمینان کا ایسا سکینہ اتار دیا کہ وہ بالکل ہی بے خوف ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہی وہ جانثاریاں ہیں جن کو دربار نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے کیا خوب انداز سے بیان کیا ہے کہ:

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

ترجمہ: اور دو میں سے دوسرے (ابوبکر) جب پہاڑ پر چڑھ کر بلند مرتبہ غار میں اس حال میں تھے کہ دشمن ان کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا
مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ بَدَلَا

ترجمہ: اور وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے۔ تمام مخلوق اس بات کو جانتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھی ان کے برابر نہیں ٹھہرایا ہے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں پیاس لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غار کے شروع کے حصے میں جاؤ اور پانی پی آؤ۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کی شروع والی جگہ پر گئے اور پانی پیا۔ یہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مقرر فرشتے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس سے غار تک نہر کھود دو تاکہ ابوبکر پانی پی لیں۔'' [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر قدرے مطمئن ہو گئے۔ اسی دوران چند افراد جب غار کے قریب آ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، انہیں خطرہ لاحق ہو گیا۔ انہوں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے تو کوئی بات نہیں لیکن اگر پیارے نبی ﷺ کو کچھ ہو گیا تو پورے عالم انسانیت کا خسارہ ہو گا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ان کفار مکہ میں سے کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھے گا تو وہ ہمیں بھی دیکھ لے گا۔

بہرحال چوتھے دن نبی کریم ﷺ یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے۔ عبد اللہ بن اریقط جس کو رہنمائی کے لئے کرایہ پر حضور نبی کریم ﷺ نے نوکر رکھ لیا تھا۔ وہ قرارداد کے مطابق دو اونٹنیاں لے کر غار ثور پر حاضر تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور ایک اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بیٹھے اور عبد اللہ بن اریقط آگے آگے پیدل چلنے لگا۔ اور عام راستہ سے ہٹ کر ساحل سمندر کے غیر معروف راستوں سے سفر شروع کر دیا۔

1. زرقانی علی المواهب ج 1 ص 337
2. (ضعیف) الدرالمنثور، التوبة، 40:9

رسول اللہ ﷺ کے سفر

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سفر کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا ہے: ہم دونوں غار سے نکل کر مدینہ کی طرف صبح سویرے اندھیرے منہ نکل پڑے اور سارا دن اور اس کے بعد ساری رات تیز چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے دن دو پہر کا وقت آ گیا تو میں نے اپنی نظر چاروں طرف دوڑائی تا کہ کوئی سایہ دیکھ کر اس کے نیچے آرام کریں۔ میری نظر ایک چٹان پر پڑی اس کے قریب گیا تو اس کا کچھ سایہ تھا، میں نے اس جگہ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے برابر کر دیا اور آپ ﷺ کے لیے چمڑے کا بنا ہوا ایک فرش بچھا دیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ یہاں لیٹ جائیے۔

رسول اللہ ﷺ لیٹ گئے پھر میں کچھ الگ ہٹ کر دیکھنے لگا کہ کوئی ہماری تلاش میں تو نہیں آ رہا ہے، اچانک میری نظر بکری چرانے والے پر پڑی تو میں نے پوچھا: اے غلام! تمہارا آقا کون ہے؟ اس نے ایک قریشی آدمی کا نام بتایا، جسے میں نے پہچان لیا، پھر میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس دودھ دینے والی بکری ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ [1]

چرواہا بے اختیار مسلمان ہو گیا

حضرت قیس بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چھپ چھپا کر مدینہ جا رہے تھے۔ اس موقع پر یہ مختصر سا قافلہ ایک چرواہے کے قریب سے گزرا۔ وہ بکریاں چرا رہا تھا۔ اس قافلے نے اس سے دودھ مانگا۔ اس نے کہا: میرے پاس ایسی کوئی بکری نہیں جو دودھ دیتی ہو، البتہ یہ ایک جوان بھیڑ ہے جو سردیوں کے آغاز میں حاملہ ہوئی تھی مگر اس کا بچہ ضائع ہو گیا ہے اور اس کے تھنوں میں دودھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ہی لے آؤ۔'' وہ لے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے تھنوں کو ہاتھ لگا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے خشک تھنوں کو دودھ سے لبریز کر دیا۔

پیارے نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے دوہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک برتن لے آئے۔ آپ ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔ جب وہ سیر ہو گئے تو دوبارہ دودھ دوہا۔ اس مرتبہ اس چرواہے کو دودھ پلایا۔ تیسری مرتبہ دوہا تو خود نوش فرمایا۔

چرواہا یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا۔ اس نے ناکارہ بھیڑ کے خشک تھنوں سے اتنا وافر دودھ نکلتے دیکھا تو حیرت میں ڈوب گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے لیے مجھے یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ میں نے آج تک آپ جیسا شخص نہیں دیکھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پہلے یہ وعدہ کرو کہ ہمارا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گے۔'' اس نے کہا: بالکل ایسا ہی ہو گا، میں آپ کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ''میں اللہ کا رسول محمد ہوں۔''

چرواہا کہنے لگا: اچھا! تو آپ وہی ہیں جن کے بارے میں قریش نے کہا ہے کہ آپ نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! وہ لوگ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔'' چرواہا کہنے لگا:

فَاَشْھَدُ اَنَّکَ نَبِیٌّ، وَاَشْھَدُ اَنَّ مَا جِئْتَ بِہٖ حَقٌّ، وَ اَنَّہٗ لَا یَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ اِلَّا نَبِیٌّ، وَاَنَا مُتَّبِعُکَ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نبی ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو دین لے کر تشریف لائے ہیں، وہ برحق ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح کا عمل آپ نے ابھی کیا ہے، یہ صرف ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔ میں بھی آپ کا پیروکار اور اطاعت گزار ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی تم صبر کرو، موجودہ حالات و حوادث کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب تمہیں یہ اطلاع ملے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غلبہ عطا فرما دیا ہے، اس وقت ہمارے پاس آ جانا۔'' [2]

1. السيرة النبوية، ابن كثير: 2/251، 252، مسند احمد: 1/2،3، صحيح البخاري، حديث: 3652، صحيح مسلم، حديث: 2009
2. دلائل النبوة للبيهقي: 2/497

2 وادی قُدَید

یہ مقام خلیص سے تقریباً **30** کلومیٹر شمال میں ہے۔ سفرِ ہجرت کے دوران نبی کریم ﷺ امج کے جنوب مغرب میں وادی قدید کے مغرب سے گزر کر خیمۂ اُمِ معبد تک پہنچے تھے۔ امام ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب تبّع یمن یثرب کی مہم سے لوٹا تو قدید کے مقام پر ٹھہرا۔ آندھی سے اس کے لشکر کے خیمے پھٹ گئے اس لیے اس جگہ کا نام قدید پڑ گیا۔[1]

خیمہ امِّ معبد: اسے بئر ام معبد بھی کہتے ہیں۔ یہ مکہ اور مدینہ کے مابین قدید کے شمال میں واقع ہے۔ ہجرت کے سفر میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ام معبد بن حارث عنسی کے خیمے پر پہنچے تھے اور یہاں دو پہر کو قیام کیا تھا۔ اس مقام پر مسجد بنی ہوئی ہے۔[2]

1 معجم البلدان
2 معجم البلدان

3 مقام خیمہ ام معبد رضی اللہ عنہا

ام معبد رضی اللہ عنہا کا خیمہ وادی قدید میں واقع ہے اس نیک خاتون نے کائنات کے افضل مسافر و مہاجر میرے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کی اللہ تعالیٰ نے اس کا نام، اس کا مقام سب محفوظ رکھا ہے۔ مولانا عبدالمالک صاحب سفر ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وادی قدید کے طویل علاقے کے کئی مقامات ہم نے ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمہ کی جگہ کی تلاش میں دیکھ لئے۔

تلاش بسیار کے بعد طریق مدینہ منورہ پر وادی قدید سے آگے بائیں ہاتھ پر جانے والی ایک سڑک سے چھوٹی سی بستی ملح میں پہنچے پھر وہاں کے ایک مقامی عربی بھائی کی راہنمائی سے اس مقام پہ پہنچے جہاں ام معبد رضی اللہ عنہا کا خیمہ تھا، آج کل اس جگہ بارشی پانی سے کھیتی باڑی ہوتی ہے بجلی کے بڑے کھمبوں کا سلسلہ بھی گزر رہا ہے ساحل سمندر کے بالکل برابر اس کا محل وقوع ہے۔ [1]

[1] ہجرت خیرا لبشر صلی اللہ علیہ وسلم 222

واقعہ ام معبد رضی اللہ عنہا

پیارے نبی ﷺ غار ثور سے نکل کر سیدھے جنوب میں یمن کی طرف چل پڑے پھر مغرب کی سمت ساحل کا رخ کیا، یہاں تک کہ جب آپ ایک ایسے راستے پر پہنچ گئے جس پر لوگ عام طور پر نہیں چلتے تھے، تو بحراحمر کے ساحل سے لگے شمال کا رخ کیا اور اس طرح آپ نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس پر کوئی آدمی شاذونادر ہی چلتا تھا۔ علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ان مقامات کے نام ذکر کیے ہیں جہاں سے رسول اللہ ﷺ مدینہ جاتے ہوئے گزرے تھے یہاں تک کہ آپ قبا پہنچ گئے۔

اور رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اس سفر ہجرت میں ام معبد بنت کعب خزاعیہ رضی اللہ عنہا کے دوخیموں کے پاس سے گزرے یہ ایک پاکدامن، نیک دل، عمر رسیدہ اور بہادر خاتون تھیں جو اپنے خیمہ کے باہر بیٹھی رہتیں اور وہاں سے گزرنے والوں کو کھلاتی پلاتی تھیں۔

پیارے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ان سے اپنی میزبانی کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس نہ کھانا ہے اور نہ دودھ دینے والی کوئی اونٹنی یا بکری سوائے ایک غیر حاملہ بکری کے، اور یہ قحط سالی کا زمانہ تھا رسول اللہ ﷺ کی نظر خیمے کے اندر بندھی ایک بکری پر پڑی تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟

انہوں نے کہا: ایک کمزور اور تھکی ہاری بکری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ دودھ دیتی ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے اسے دوہنے کی اجازت دوگی؟

انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ دودھ دے سکتی ہے تو آپ اسے دوہیے۔ آپ ﷺ نے اس بکری کو منگوایا اور اس کے تھن پر اپنا ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ پڑھ کر اس کے حق میں دعا کی تو اچانک اس کے تھن میں دودھ اتر آیا۔ آپ ﷺ نے ایک بڑا برتن منگایا اور اس میں دوہنے لگے یہاں تک کہ دودھ کا جھاگ اس برتن کے اوپر آ گیا۔

آپ ﷺ نے پہلے ام معبد رضی اللہ عنہا کو پلایا پھر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اور آخر میں خود پیا۔ سب نے بار بار پیا یہاں تک کہ اچھی طرح سیراب ہو گئے پھر آپ نے اُسے دوبارہ دوھا یہاں تک کہ برتن کو بھر دیا اور اسے ام معبد رضی اللہ عنہا کے پاس رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ام معبد رضی اللہ عنہا سے اسلام پر بیعت لی اور وہاں سے چل پڑے کچھ دیر کے بعد ام معبد رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو معبد اپنی دبلی پتلی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آئے۔

ابو معبد نے جب دودھ دیکھا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی، کہنے لگے: اے ام معبد! یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے جب کہ خیمے میں موجود بکری چراگاہ سے دور ہے اور نہ حاملہ ہے اور نہ گھر میں کوئی دودھ دینے والی بکری ہے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس سے ایک بہت ہی مبارک آدمی کا گزر ہوا ہے جن کی حالت ایسی ایسی تھی۔ ابو معبد نے کہا: اے ام معبد! مجھے ان کی مزید صفت بیان کرو تو انہوں نے کہا: میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا جن کا حلیہ یہ تھا چمکتا کھلتا ہوا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، نہ بڑے توندوالا، نہ گنجے سروالا، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، باہم ملے ہوئے آبرو، چمکدار کالے بال، خاموش رہیں تو باوقار، گفتگو کریں تو پرکشش، دور سے دیکھنے میں سب سے تابناک وپر جمال، قریب سے سب سے خوبصورت وحسین، گفتگو میں چاشنی، بات میں وضاحت اور دوٹوک نہ مختصر نہ فضول انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں، درمیانہ قد ایسا کہ نگاہ میں نہ جچے اور نہ لمبا کہ ناگوار لگے، دوشاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح جو سب سے زیادہ تازہ اور خوش منظر ہے۔

آپ ﷺ کے رفقاء آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے، جب آپ ﷺ کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں۔ کوئی حکم دیں تو لپک کر اسے بجالاتے ہیں، مطاع ومکرم، نہ ترش نہ فضول بات کرتے۔

ابو معبد نے کہا: یہ تو اللہ کی قسم! وہی آدمی ہیں جنہیں قریش والے ڈھونڈ رہے ہیں اگر وہ مجھے مل گئے تو میں ان کا ساتھی بن جاؤں گا اور میں اس کے لیے پوری کوشش کروں گا۔ [1]

بعض روایات میں لکھا ہے کہ یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد اور ان کے خاوند دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ [2]

بعض روایات میں لکھا ہے کہ ام معبد رضی اللہ عنہا کی یہ بکری 18ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب سخت قحط پڑا اور تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا۔ تو اس وقت بھی یہ بکری صبح وشام برابر دودھ دیتی رہی۔ [3]

1. حوالہ زادالمعار 53/3 و دلائل النبوۃ 492/2
2. مدارج النبوۃ ج 2ص 61
3. زرقانی علی المواهب ج 1 ص 346

مقام خیمہ ام معبد رضی اللہ عنہا کی زیارت

ایک چشم دید گواہ جناب بشیر نوید صاحب جب سفر پر گئے تو اپنے سفر نامہ میں خیمہ ام معبد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اب جدہ سے آنے والی روڈ ہمارے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی ہم سے طریق الھجرہ پر آ ملی۔ یہیں سے ایک لنک روڈ رابغ والی سڑک کی طرف جا رہی تھی۔ ٹھیکری نما پہاڑوں پر سفر کرتے ہوئے ہم وادی قدید میں جا نکلے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضور نبی کریم ﷺ نے سفر ہجرت میں قیام فرمایا تھا۔ یہاں پر ام معبد نامی خاتون کا خیمہ تھا جنہیں حضور نبی کریم اشرف الرسل ﷺ کا میزبان بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میرے دل میں یہ شدید خواہش تھی کہ اس مقام کو دیکھا جائے جہاں حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا تھا چنانچہ میں نے گاڑی وادی قدید کے ایگزٹ کی طرف موڑ لی۔

دور جاہلیت سے اس علاقے میں بنوخزاعہ آباد تھے۔ یہ وہی قبیلہ ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کا حلیف بن گیا تھا۔ بنوبکر نے ان پر شب خون مارا اور قریش نے ان کا ساتھ دیا۔ یہ حدیبیہ کے معاہدے کی کھلی خلاف ورزی تھی جو قریش کی جانب سے ہوئی۔ اس کے بعد اس معاہدے کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک لشکر جرار تیار کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

بنوخزاعہ عرب کا ایک اہم قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کی خاتون ام معبد اپنی شعر وشاعری کی وجہ سے پورے علاقے میں مشہور تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے سفر کے دوران جب ان کے خیمے کے پاس پہنچے تو ان کی ایک بکری وہاں موجود تھی آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت مانگی۔ یہ بکری دودھ دینے کے لائق نہ تھی لیکن آپ ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کے تھنوں میں کثیر مقدار میں دودھ اتار دیا۔

ام معبد اس معجزے کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے بعد میں آپ کے بارے میں ایک فی البدیہہ نظم کہی۔ بعد میں ام معبد اور ان کے شوہر نے اسلام قبول کر لیا۔

وادی قدید! مقامی لوگوں میں نسل در نسل سینہ بہ سینہ یہ بات چلی آ رہی ہے کہ اسی جگہ ام معبد کا خیمہ تھا۔

وادی قدید ایک بہت بڑے علاقے کا نام ہے جو ٹھیکری والے سیاہ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ اس میں بہت سی وادیاں شامل ہیں جن کا مجموعی نام وادی قدید ہے۔ ایک سنگل روڈ وادی کے بیچ میں سے گزر رہا تھا۔ اس پر دو تین چھوٹے چھوٹے گاؤں آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وادی میں پانی کی کوئی کمی نہیں ہے اس لئے جا بجا کھجوروں کے فارم نظر آ رہے تھے۔ تھوڑا سا آگے جا کر روڈ نے ایک کچے ٹریک کی شکل اختیار کر لی۔ اصل روڈ کہیں کہیں سے زمین میں دھنسا نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں سیلاب آیا ہو جس نے روڈ کی یہ حالت کر دی ہو۔

اچانک روڈ کے کنارے جدید طرز تعمیر پر مشتمل زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے کوارٹر نظر آئے جس کے ساتھ پانی کی ایک بڑی سی ٹنکی تھی۔ غالباً وہ اردگرد کے علاقے کے رہائشی مکانات اور کھجوروں کے فارمز کے لئے تعمیر کی گئی تھی۔ میری گاڑی زیادہ اونچی نہیں اس لئے پتھر اس کے فرش سے ٹکرا رہے تھے۔ ایسی جگہ آنے کے لئے جیپ کی ضرورت تھی۔ تھوڑا آگے جا کر مجھے ایک جیپ پیچھے آتی نظر آئی جسے اصولی طور پر کسی میوزیم میں ہونا چاہئے تھا۔ غالباً یہ **1960**ء کی دہائی کا کوئی ماڈل تھا۔ میں نے معلومات حاصل کرنے کے لئے گاڑی ایک طرف روکی اور جیپ کو رکنے کا اشارہ کیا خوش قسمتی سے جیپ ایک پاکستانی چلا رہے تھے۔ تعارف میں ان کا نام ادریس معلوم ہوا ان کا تعلق فیصل آباد سے تھا۔

ادریس صاحب اس وادی میں کافی عرصے سے مقیم تھے۔ وہ کسی سعودی کے فارم پر رہتے تھے اور اس کی گاڑیاں وغیرہ چلاتے تھے سعودی عرب کے زرعی فارمز پر کافی پاکستانی کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس علاقے میں ہر تین چار سال کے بعد شدید بارش ہوتی ہے جس کے نتیجے میں سیلاب آ جاتا ہے۔ اس سیلاب کی وجہ سے ہی یہاں زیرزمین پانی خاصی مقدار میں موجود رہتا ہے جس کی وجہ سے یہاں کھجوروں کے فارم پائے جاتے ہیں۔ سیلابی پانی بعد میں تالابوں کی شکل میں بھی اکٹھا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور قدیم میں لوگ اس راستے کو اختیار کرتے تھے تاکہ طویل صحرائی سفر میں اپنے اور جانوروں کے لئے پانی حاصل کر سکیں۔

وادی قدید

پیارے حضور نبی کریم ﷺ بھی اسی علاقے سے گزرے تھے البتہ سیلاب کے خدشے کے باعث طریق الھجرہ (ہجرت والا راستہ) کو پہاڑوں کے اوپر سے گزارا گیا ہے۔

ادریس صاحب نے ہمیں کھانے کی پر زور دعوت دی جس پر میں نے معذرت کر لی۔ اب ہم ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ تھوڑا سا آگے ظبیہ نام کا قصبہ تھا۔ یہیں ان کا فارم ہاؤس تھا۔ ہم ایک بقالہ (جنرل اسٹور) پر رکے۔ ادریس صاحب نے وہاں سے میرے بچوں کے لئے بہت ساری چیزیں خرید کر دیں۔

میرے بھرپور اصرار کے باوجود انہوں نے اس کے پیسے نہ لئے۔ بقالے کے مالک ایک سوڈانی صاحب تھے جن کا نام اسماعیل تھا۔ انہوں نے عربی میں ایک کتاب بھی دکھائی جس میں وادی قدید کے متعلق معلومات دی گئی تھیں۔ میں نے وہ کتاب خریدنا چاہی لیکن ادریس صاحب نے مجھے اس کی ادائیگی نہ کرنے دی۔ اس کتاب میں خیمہ ام معبد کی لوکیشن کے بارے میں مکمل تفصیلات درج تھیں۔ اسماعیل صاحب نے اس جگہ کی نشاندہی کی جو اس مقام کے قریب تھی جہاں وادی قدید واقع ہے۔

ان کا شکریہ ادا کر کے ہم لوگ واپس روانہ ہوئے۔ ظبیہ کے قریب آ کر طریق الھجرہ ہمارے قریب سے گزر رہی تھی۔ ہم نے رخ مکہ کی طرف کیا اور **20** کلومیٹر پیچھے وادی قدید کے ایگزٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر ہم پھر ایگزٹ سے باہر نکلے۔ اب ہم نے موٹروے سے دوسری جانب کا راستہ اختیار کیا۔ میری توقع کے خلاف پکی روڈ جلد ہی ختم ہو گئی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ ایسے ٹورز کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک فور وہیل ڈرائیو جیپ اور دوسرے ایڈونچر پسند ساتھی۔ اس وقت ان دونوں ہی کی کمی تھی، لہٰذا ہم نے خیمہ ام معبد کی تلاش کو ملتوی کیا اور دوبارہ طریق الھجرہ پر گاڑی ڈال کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

وادی قدید

طریق الھجرہ پر پانی کا ایک سفید ٹینکر ہمارے آگے جا رہا تھا جس میں آبِ زمزم تھا۔ مکہ سے آبِ زمزم ٹینکروں کی مدد سے مدینہ پہنچایا جاتا ہے جہاں یہ مسجد نبوی ﷺ میں اسی طرح میسر ہوتا ہے جیسا کہ مسجد الحرام میں۔ یہاں میری ڈیڑھ سالہ بیٹی ماریہ کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ اچھل اچھل کر مدینہ مدینہ پکارنے لگی۔ اس کی یہ پکار تقریباً آدھ گھنٹہ جاری رہی۔ اس کی شکل پر خوشی کے تاثرات تھے اور وہ اپنی پکار کو خود ہی انجوائے کر رہی تھی۔

اب ہم ایک بار پھر وادی قدید سے گزر رہے تھے لیکن اب ہمارا راستہ سیلابی ٹریک کے بجائے طریق الھجرہ تھی۔ بائیں جانب ہمیں کچھ پہاڑ نظر آ رہے تھے جو تیز دھوپ کے باوجود کچھ بھوت نما دکھائی دے رہے تھے۔ روڈ پر ایک بورڈ لگا ہوا تھا جو یہ بتا رہا تھا کہ اس روڈ کو ریڈار (ایک آلہ جو گاڑی کی رفتار بتاتا ہے) کی مدد سے مانیٹر کیا جا رہا ہے اس لئے آپ حدرفتار کا خیال رکھیں۔ جدہ مکہ روڈ کے برعکس یہاں زیادہ پولیس نہیں ہوتی اس لئے اس روڈ کو ریڈار کی مدد سے مانیٹر کیا جاتا ہے اور جو گاڑی مسلسل **120** کی رفتار سے زائد رفتار پر سفر کرے اسے اگلے کسی مقام پر پولیس والے روک کر اس کا چالان کرتے ہیں۔ [1]

1 قرآن اور بائبل کے دیس میں **79** تا **81**

4 وادی قدید کا مشہور پہاڑ! المشلل

نقوش پائے مصطفیٰ کے مصنف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:
وادی قدید میں ایک مشہور پہاڑ ہے جسے مشلل کہتے ہیں اس پہاڑ سے سیرت کے کئی واقعات کا تعلق ہے۔ وادی قدید میں ہمیں اس پہاڑ کی تلاش تھی دو دن کی آمد ورفت اور مختلف مقامی باشندوں سے پوچھ گچھ کے بعد ہمیں اس مقام تک رسائی ہوئی، وادی قدید سے آگے بستی ملح میں ہم پہنچے وہاں کے باشندوں سے پوچھا:
أَيْنَ جَبَلُ الْمُشَلَّلِ مشلل پہاڑ کہاں ہے؟
انہوں نے سامنے والے کالے پتھروں کے پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔
هٰذَا هُوَالْمُشَلَّلِي مشلل پہاڑ ہے۔
یہ سنتے ہی ہماری تھکاوٹ ختم ہوگئی۔ مولانا عبد المالک صاحب لکھتے ہیں کہ جب ہم اس پہاڑ کے کچھ قریب پہنچے، تو اس راہبر نے بتایا کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر جو دو پتھر رکھے ہوئے ہیں، میلوں دور سے نظر آتے ہیں، آپ ﷺ نے سفر ہجرت میں ''المشلل پہاڑ'' کو ان پتھروں کے درمیان سے عبور کیا تھا...... اس پہاڑ کی چند خصوصیات ہیں۔

- اس پہاڑ سے نبی کریم ﷺ سفر ہجرت میں گزرے آپ ﷺ کو راہبر ساحل سمندر پہ لے گیا پھر خیمہ ام معبد سے ہوتے ہوئے مشلل پہاڑ سے گزرے، اس پہاڑ پہ دو بڑے بڑے پتھر جو کئی میل دور سے بھی دکھائی دیتے ہیں مشہور ہے کہ ان کے درمیان سے رحمۃ للعالمین ﷺ پہاڑ پہ چڑھے۔
- اس پہاڑ کے دامن میں ایک پتھر پہ پاؤں کے نشان ثبت تھے، عام لوگوں میں یہ پتھر "وطية النبی ﷺ" (میرے آقا ﷺ کے قدموں کے اثرات) سے مشہور تھا اس راستے کو بھی "ابو وطیه" کہا جاتا ہے اب حکومت کی طرف سے وہ نشانات ختم کر دیے گئے ہیں۔
- مقامی راہبر کے بقول اسی مشلل پہاڑ کے پیچھے سراقہ بن مالک پیارے نبی ﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے آ پہنچا تھا اور زمین میں دھنس گیا تھا۔
- مشلل پہاڑ سے کچھ پہلے خیمہ ام معبد کے محل وقوع کی طرف مشرکین کا مشہور بت مناۃ نصب تھا جس کا قرآن کریم کی آیت

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّٰتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ [1]

میں تذکرہ ہے اس کی پوجا پاٹ کے لئے مشرکین کی یہاں آمدورفت لگی رہتی تھی فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں **20** مجاہدین بھیج کر اسے پاش پاش کر دیا۔
- اسی پہاڑ کے تقریباً مغربی جانب مقام مریسیع تھا جہاں آپ ﷺ غزوہ مریسیع (غزوہ بنو مصطلق) میں جہاد کے لئے تشریف لائے تھے تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ [2]

[1] سورة النجم آیت **20-19**
[1] نقوش پائے مصطفی ﷺ **85** تا **86**

مشلل پہاڑی! سفر ہجرت کے دوران آپ ﷺ اس پہاڑی سے اتر کے آگے کی طرف چلے، گویا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس نے آپ ﷺ کے قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔

5 مقام واقعہ سراقہ بن مالک

اسی مشلل پہاڑ کے پیچھے سراقہ بن مالک آپ ﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے آپہنچا تھا، البتہ کچھ دوسرے حضرات کے بقول سراقہ "وادی کلیہ" میں آ کے ملا، وادی کلیہ میں آپ ﷺ کا ہجرت کے سفر میں گزر ہوا تھا، یہی جگہ کسی زمانے میں حجاج کرام کی بھی گزر گاہ تھی۔

سراقہ بن مالک کا زمین میں دھنس جانے کا واقعہ خود انہی کی زبانی سنیں۔

سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد یہ خبر لے کر آئے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے یا انہیں قید کر کے لانے والے کو دیت کے برابر رقم دی جائے گی۔ میں اپنی قوم بنی مدلج کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا تھا تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کی طرف کچھ لوگوں کو دور سے دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں: مجھے یقین ہو گیا کہ وہی لوگ ہیں لیکن میں نے اس سے کہا: نہیں وہ لوگ نہیں ہیں شاید تم نے فلاں اور فلاں آدمی کو دیکھا ہے جو ابھی ہماری نگاہوں کے سامنے سے گزرے ہیں۔ میں وہاں تھوڑی دیر رکا رہا پھر اپنے گھر گیا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو نکال کر ٹیلہ کے پیچھے لے جائے اور میرا انتظار کرے اور میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے بائیں دروازے سے نکلا، اس دوران میں اپنے نیزے کے ذریعہ زمین میں نشان بنا رہا تھا اور اس کے بالائی حصہ کو جھکا رکھا تھا یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا اس پر سوار ہوا اور اسے مہمیز لگا دی۔

وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا جب ان دونوں حضرات ان کے قریب پہنچا تو گھوڑے کا پاؤں پھسل گیا اور میں نیچے گر گیا، میں اٹھا اور اپنا ہاتھ تیروں کے تھیلے تک لے گیا اور اس میں سے تیر نکال کر قسمت کا حال معلوم کرنے لگا کہ میں انہیں نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں تو میری ناپسندیدہ بات نکلی لیکن میں نے تیروں کی بات نہیں مانی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے سراقہ کے گھوڑے کو زمین نے اپنے اندر آدھا کھینچ لیا تھا۔

زمین میں دھنسنے والا گھوڑا

میرا گھوڑا مجھے ان سے قریب کرنے لگا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت کی آواز سنے اور آپ ﷺ ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے جب کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار ہر چاروں جانب نظر دوڑا رہے تھے۔ اس وقت میرے گھوڑے کے دونوں اگلے پاؤں زمین میں ٹخنوں تک دھنس گئے اور میں دوبارہ نیچے گر گیا اٹھ کر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنے دونوں پاؤں بڑے مشکل سے نکالے جب گھوڑا سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کے پاؤں کی رگڑ سے شہد کی مانند ایک چمکدار غبار اڑ کر آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا، میں نے دو بارہ تیروں کے ذریعہ قسمت کا حال معلوم کرنا چاہا تو وہی بات نکلی جسے میں ناپسند کرتا تھا۔

تب میں نے ان لوگوں کو امان دینے کے لیے پکارا تو وہ کھڑے ہو گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا اور اس وقت میرے دل میں یہ بات یقین کی حد تک بیٹھ گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔

میں نے آپ ﷺ سے کہا: آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کے لیے بڑے معاوضہ کا اعلان کیا ہے اور دوسری تمام تفصیلات بتائیں۔ پھر میں نے رحمت دو عالم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو زاد سفر اور دیگر سامان کی پیش کش کی تو آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا اور مجھ سے کوئی مطالبہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ میں ان کی بات کسی کو نہ بتاؤں۔

میں نے محبوب کائنات ﷺ سے کہا کہ مجھے ایک پروانہ امن لکھ کر دیں تو آپ کے حکم سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے وہ بات چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر مجھے دی پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے۔

واضح رہے کہ یہ وہی سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے سراقہ! كَيْفَ بِكَ إِذَا لَبِسْتَ سِوَارَيْ كِسْرٰى؟ تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ کو ملک فارس کے بادشاہ کسری کے دونوں کنگن پہنائے جائیں گے؟ [1]

[1] دلائل البیھقی: 487/2، السیرۃ النبویۃ، ابن کثیر: 247/2-249، زاد المعاد: 48/3، 49، صحیح البخاری، حدیث: (3906)، صحیح مسلم، حدیث: (2009) مسند احمد: 176/4

حضرت سراقہ اور سونے کے کنگن

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن، شاہی پٹکا اور تاج لایا گیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور یہ سب زیورات مجھے پہنا دیے۔ میری کلائیوں پر گھنے بال تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا: اپنے دونوں بازو بلند کرو اور پھر نہایت بلند آہنگی سے فرمایا:

اَللّٰہُ أَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَلَبَهَا كِسْرَی بْنَ هُرْمُزَ الَّذِیْ يَقُوْلُ: أَنَا رَبُّ النَّاسِ، وَأَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ أَعْرَابِيًّا مِّنْ بَنِیْ مُدْلِجٍ

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے یہ سارا سامان ربوبیت کے دعویدار کسریٰ بن ہرمز سے چھینا اور بنو مدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنا دیا۔“

پھر حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر سوار کیا گیا اور مدینہ کے گلی کوچوں میں لے جایا گیا۔ ان کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو بار بار اونچی آواز سے دہرا رہے تھے کہ اللہ

سب سے بڑا ہے اور شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے یہ سارا سامان کسریٰ سے چھین لیا اور بنو مدلج کے ایک گنوار سراقہ بن مالک کو پہنا دیا۔ [1]

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن، شاہی پٹکا اور تاج لایا گیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور یہ سب زیورات مجھے پہنا دیے۔ میری کلائیوں پر گھنے بال تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا: اپنے دونوں بازو بلند کرو اور پھر نہایت بلند آہنگی سے فرمایا:

اَللّٰہُ أَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَلَبَهَا كِسْرَی بْنَ هُرْمُزَ الَّذِیْ يَقُوْلُ: أَنَا رَبُّ النَّاسِ، وَأَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ أَعْرَابِيًّا مِّنْ بَنِیْ مُدْلِجٍ

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے یہ سارا سامان ربوبیت کے دعویدار کسریٰ بن ہرمز سے چھینا اور بنو مدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنا دیا۔“

پھر حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر سوار کیا گیا اور مدینہ کے گلی کوچوں میں لے جایا گیا۔ ان کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو بار بار اونچی آواز سے دہرا رہے تھے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے یہ سارا سامان کسریٰ سے چھین لیا اور بنو مدلج کے ایک گنوار سراقہ بن مالک کو پہنا دیا۔ [2]

اس کے بعد حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کئی سال حیات رہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے **24** ہجری میں وفات پائی جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر رونق افروز تھے۔ [3]
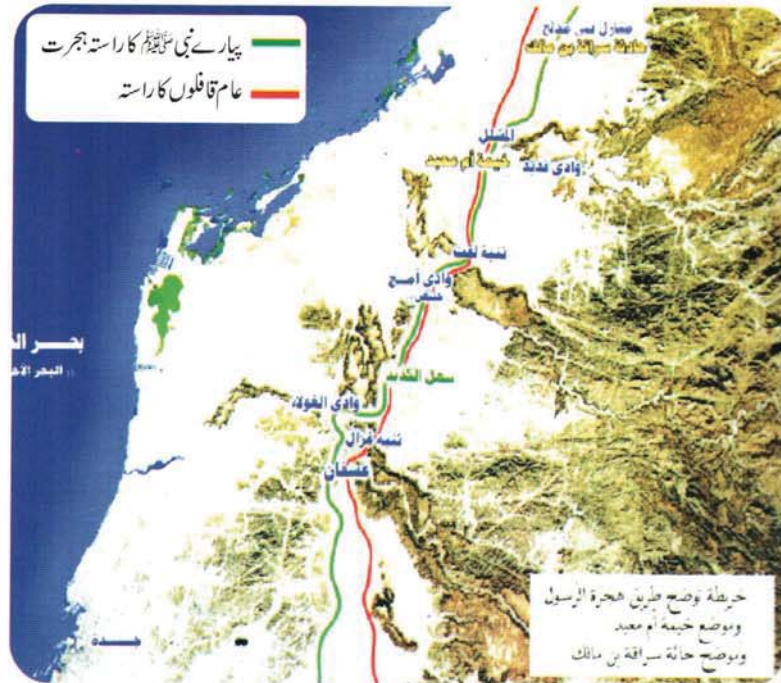
1. الاستيعاب، ص: 303، الاصابة: 35/3، الاكتفاء: 348/1، الهجرة فی القرآن الكريم لاحزمی سامعون جزولی، ص: 346، السيرة النبوية لابی شهبة: 495/1
2. الاستيعاب، ص: 303، الاصابة: 35/3، الاكتفاء: 348/1، الهجرة فی القرآن الكريم لاحزمی سامعون جزولی، ص: 346، السيرة النبوية لابی شهبة: 495/1
3. زرقانی علی المواهب ج **1** ص: **246** و **248** الاستيعاب **303**، سيرية النبوة لابی شهبه **495/1**

6 مقام کراع الغمیم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ مشہور آدمی تھے، تجارت کے سلسلے میں ادھر ادھر سفر کرتے رہتے تھے، تو راستے میں کوئی ان سے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھتا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جواب میں کہتے: یہ شخص مجھے راستہ دکھانے والا ہے۔ سننے والا یہ سن کر مطمئن ہو جاتا یہ راہبر ہے، مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس سے یہ مطلب لیتے تھے کہ یہ مجھے خیر اور بھلائی کے راستے کی ہدایت کرنے والے ہیں، لسان العرب میں ہے:

''لَقِيَهُ رَجُلٌ بِكُرَاعِ الْغَمِيْمِ، فَقَالَ مَنْ اَنْتُمْ؟''

جب ہم کراع الغمیم (کے قریب) پہنچے تو ایک شخص ملا اور اس نے پوچھا تم کون ہو؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے جیسا ہی جواب دیا، آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا، جو بھی آ کر کچھ پوچھے تو تم ہی اسے نمٹاتے رہنا۔

کراع الغمیم ...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مشہور جگہ ہے، اس مقام سے حیات نبوی ﷺ کی کئی یادگاریں وابستہ ہیں۔ آج کل اس کو ''الغميم'' اور ''برقاء الغميم'' سے یاد کیا جاتا ہے، اس جگہ پر آج کل بہت بڑی فیکٹری ہے، یہ جگہ عسفان سے پہلے، مکہ مکرمہ سے تقریباً 60 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ''البرقاء'' کے معنی ہیں اونچی جگہ جس میں پتھر اور ریت آپس میں ملے ہوئے ہوں، آپ تصویر میں غور کریں تو آپ کو یہ چیز نظر آئے گی۔ الغمیم سے پہلے ضجنان اور اس کے بعد الوطیہ (مقام الرجیع) ہے۔[1]

- آپ ﷺ کے سفر حدیبیہ کی تفصیل میں بھی کراع الغمیم کا تذکرہ موجود ہے۔
- ایک روایت کے مطابق فتح مکہ کے سال آپ ﷺ کراع الغمیم پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں پر روزہ قائم رکھنا دشوار ہو گیا، آپ ﷺ نے افطار کیا اور افطار کرنے کا حکم دیا۔

[1] حوالہ: علی طريق الهجرة ص 18

مقام کراع الغمیم! جہاں آقا ﷺ نے افطار کیا

کراع الغمیم میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

کراع الغمیم کے قریب قریب ایک عجیب واقعہ رونما ہوا، **100** اونٹوں کے انعام کی بات تو شہرت پا چکی تھی، بریدہ اسلمی بھی انعام کی لالچ میں اپنی قوم کے **70** یا **80** آدمیوں کے ساتھ راستے میں اس قافلۂ ہجرت کی تلاش میں تھے، وہ آپ ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، قریب پہنچے، رات کا وقت تھا۔

آپ ﷺ نے بریدہ سے پوچھا: ''مَنْ اَنْتَ تم کون ہو؟ اس نے کہا: بریدہ، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بطور نیک فالی کے فرمایا: ''بَرَدَ اَمْرُنَا وَصَلَحَ'' ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور ٹھیک ہو گیا ''بریدہ، برد سے ہے جس کے معنی ٹھنڈک''...... پھر پوچھا: قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو؟ کہا: بنو سہم سے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''خَرَجَ سَهْمُكَ'' **سهم** حصہ کو کہتے ہیں، تیرا حصہ نکل آیا، یعنی تجھے اسلام سے حصہ ملے گا۔ بریدہ نے پوچھا: آپ (ﷺ) کون ہیں؟ فرمایا: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ......

بس اتنی سی بات سے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی دنیا بدل گئی، اسلام لے آئے، جتنے آدمی ساتھ تھے، سب مسلمان ہو گئے، آپ ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، کہ ہماری قوم کے لوگ بغیر کسی زبردستی کے خود اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے۔

پھر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو آپ کے ساتھ ایک جھنڈا ہونا چاہیے، اپنا عمامہ کھول کر ایک نیزے میں باندھا، اور آپ ﷺ کے آگے آگے جھنڈا اٹھا کر چلے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے پیشکش کی کہ آپ میرے پاس ٹھہریں، آپ ﷺ نے فرمایا: میری اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے، یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں ٹھہرے گی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مریم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسی رات بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سورۃ مریم کا کچھ حصہ سیکھا۔ [1]

[1] الدر المنثور تفسير سورة مريم۔ الاستيعاب، ذكر بريدة الاسلمی رضی اللہ عنہ، نقوش مصطفی **87** تا **89**

پیارے نبی ﷺ کے سفر ہجرت کے یادگار مقامات

7 ضجنان

ضجنان کا موجودہ نام حرہ محسنیۃ ہے اس کو حرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ پتھروں پر مشتمل ہے۔ ضجنان بھی وہ مبارک جگہ ہے جس کا ذکر سیرت کی کتب میں ملتا ہے۔ پیارے نبی ﷺ کا متعدد بار ضجنان سے گزر رہا ہے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے **54** کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ضجنان

ضجنان اور سفر معراج

حضور اکرم ﷺ نے معراج کی نشانیاں بتلاتے ہوئے کفار مکہ سے فرمایا کہ آسمانی سفر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ضجنان میں فلاں قبیلے کے قافلہ سے میرا گزر ہوا تو میں نے دیکھا کہ قافلہ کے پاس سب سو رہے تھے اور ان کے پاس پانی کا ایک برتن تھا جو ڈھکا ہوا تھا میں نے اس سے پانی پیا اور پھر برتن ڈھک دیا۔[1]

جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وادی ضجنان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو صلاۃ الخوف پڑھائی۔

[1] البداية والنهاية: 3/ 120

ضجنان کی پہاڑیاں
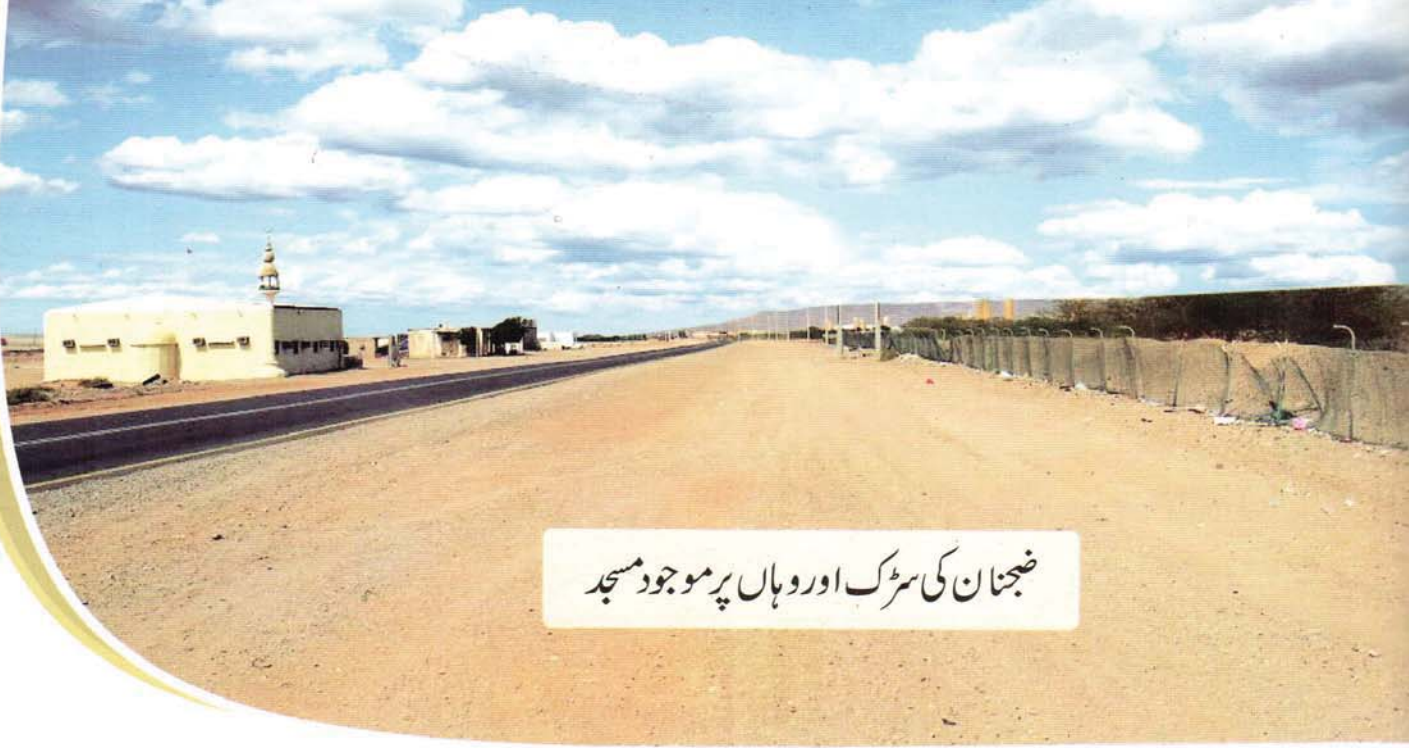
ضجنان کی سڑک اور وہاں پر موجود مسجد

ضجنان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ضجنان ہی وہ علاقہ ہے جہاں **1400** سال پہلے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ خلافت کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ عمر اس جگہ اونٹ چرایا کرتا تھا یہاں سے لکڑیاں چنتا اور جانوروں کے لئے پتے جھاڑتا تھا اور آج وہی عمر سب لوگوں کا حاکم ہے اور اللہ کے سوا عمر کا کوئی حاکم نہیں۔ [1]

مکہ کے امیر نے **1038** ھ میں حاجیوں کے پیاس کی شدت سے مرنے پر ایک کنواں کھدوایا، یہ کنواں آج بھی بئر محسنیہ کے نام سے مشہور ہے۔

[1] جامع الاحادیث **28232**

وادی عسفان

8 عسفان

مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے دوران پیارے نبی ﷺ جن مقامات سے گزرے ان مقامات میں سے ایک مبارک مقام عسفان بھی ہے۔ احادیث میں عسفان کا بکثرت ذکر ملتا ہے۔ حدیبیہ سے واپسی پر مقام عسفان پر حضورا کرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے اور کھانے کی قلت ہوگئی تو حضور ﷺ کی برکت سے وہ کھانا جو چند آدمیوں کے لئے تھا **1400** صحابیوں کے لئے کافی ہوگیا۔

اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر پیارے نبی ﷺ کا **10** ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عسفان سے گزر ہوا تو اس مبارک وادی میں حضور نبی کریم ﷺ سے دوسرا معجزہ رونما ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پانی نہ ہونے کی وجہ سے پیاسے تھے تو آپ ﷺ نے ایک کنویں میں جس میں بہت کم پانی تھا اور پینے کے قابل بھی نہ تھا اپنا لعاب مبارک ڈالا جس کی برکت سے اس کا پانی میٹھا اور جاری ہوگیا۔

پیارے نبی ﷺ کے لعاب کی برکت سے وہ پانی آج بھی جاری وساری ہے۔ اسی وجہ سے یہ کنواں بئر تفلہ یعنی لعاب والے کنویں کے نام سے مشہور ہوگیا۔ آج بھی زائرین اس کنویں کا پانی لینے کے لئے دور دور سے آتے ہیں اور اس کا پانی اتنا ذائقہ دار ہے کہ بطور تحفہ اس کا پانی اپنے دوستوں کے لئے لے کر جاتے ہیں۔[1]

وادی عسفان

[1] کتاب المغازی للواقدی

عسفان کا قلعہ
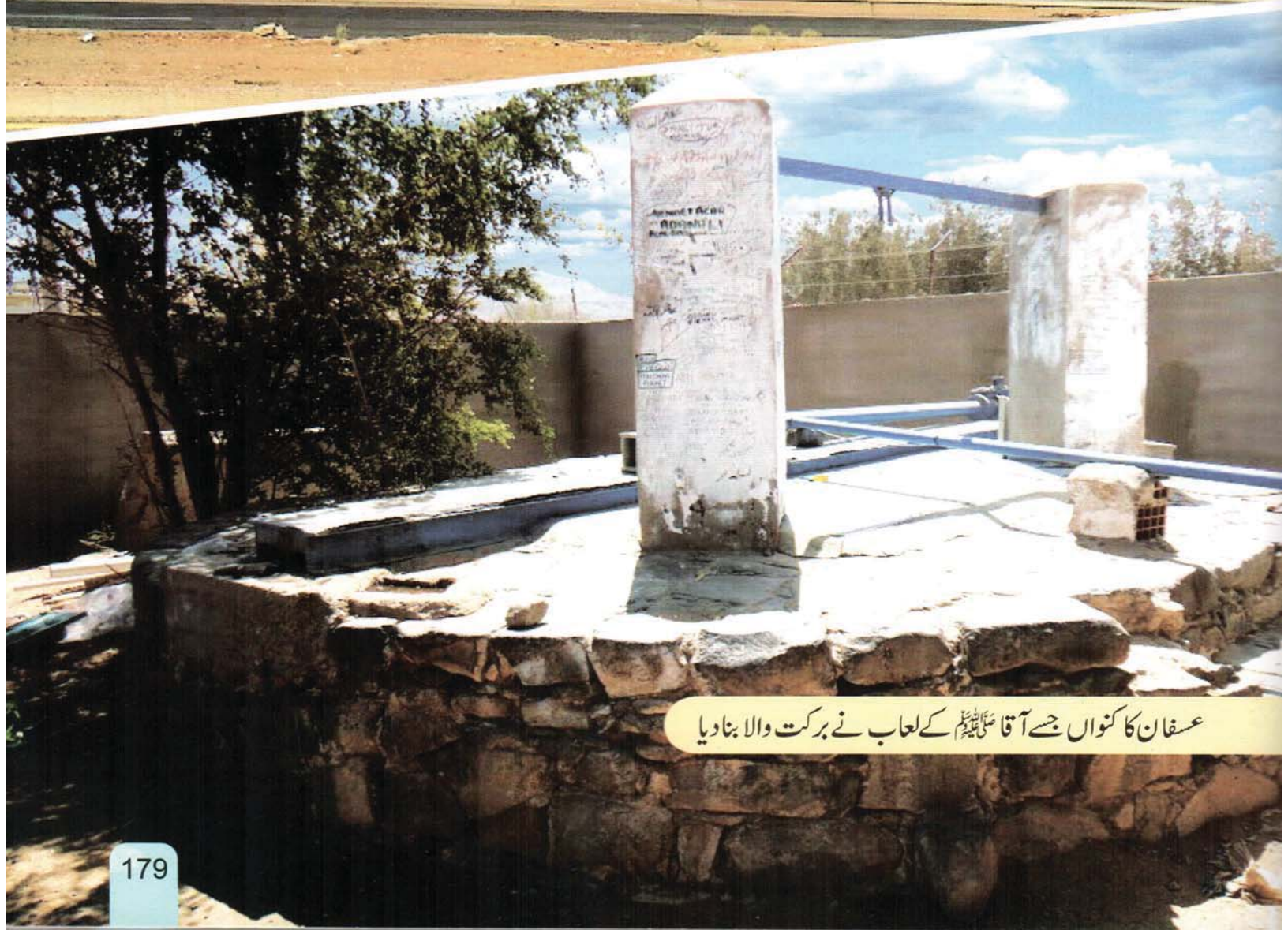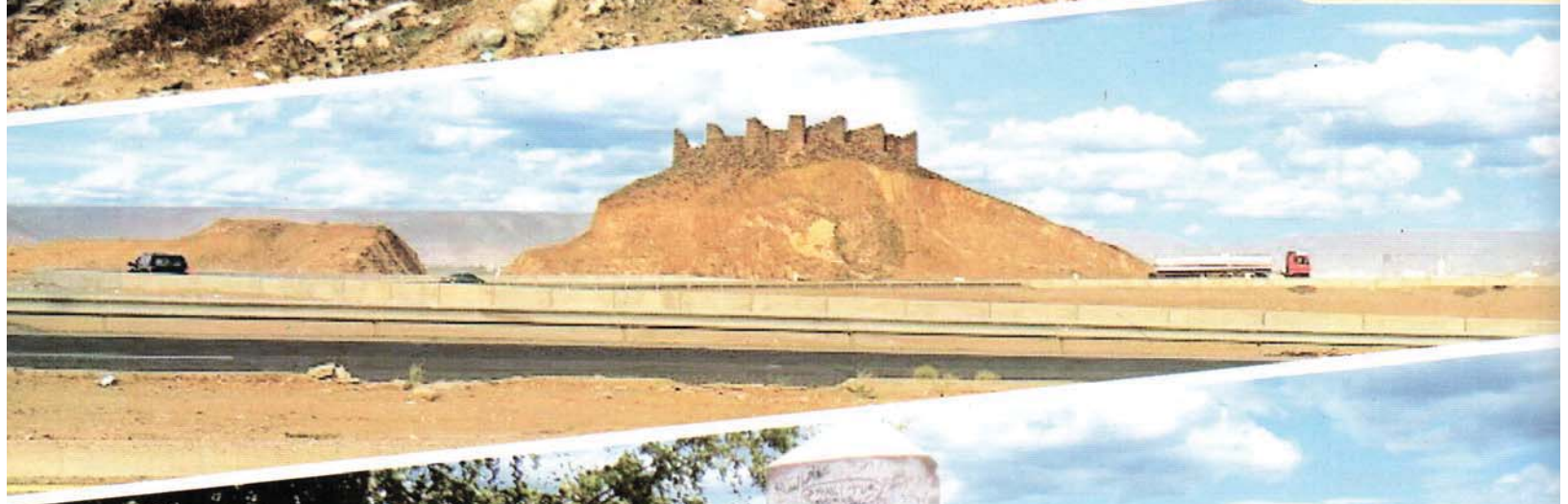
عسفان کا کنواں جسے آقا ﷺ کے لعاب نے برکت والا بنا دیا

9 وادی اج (الخلیص)
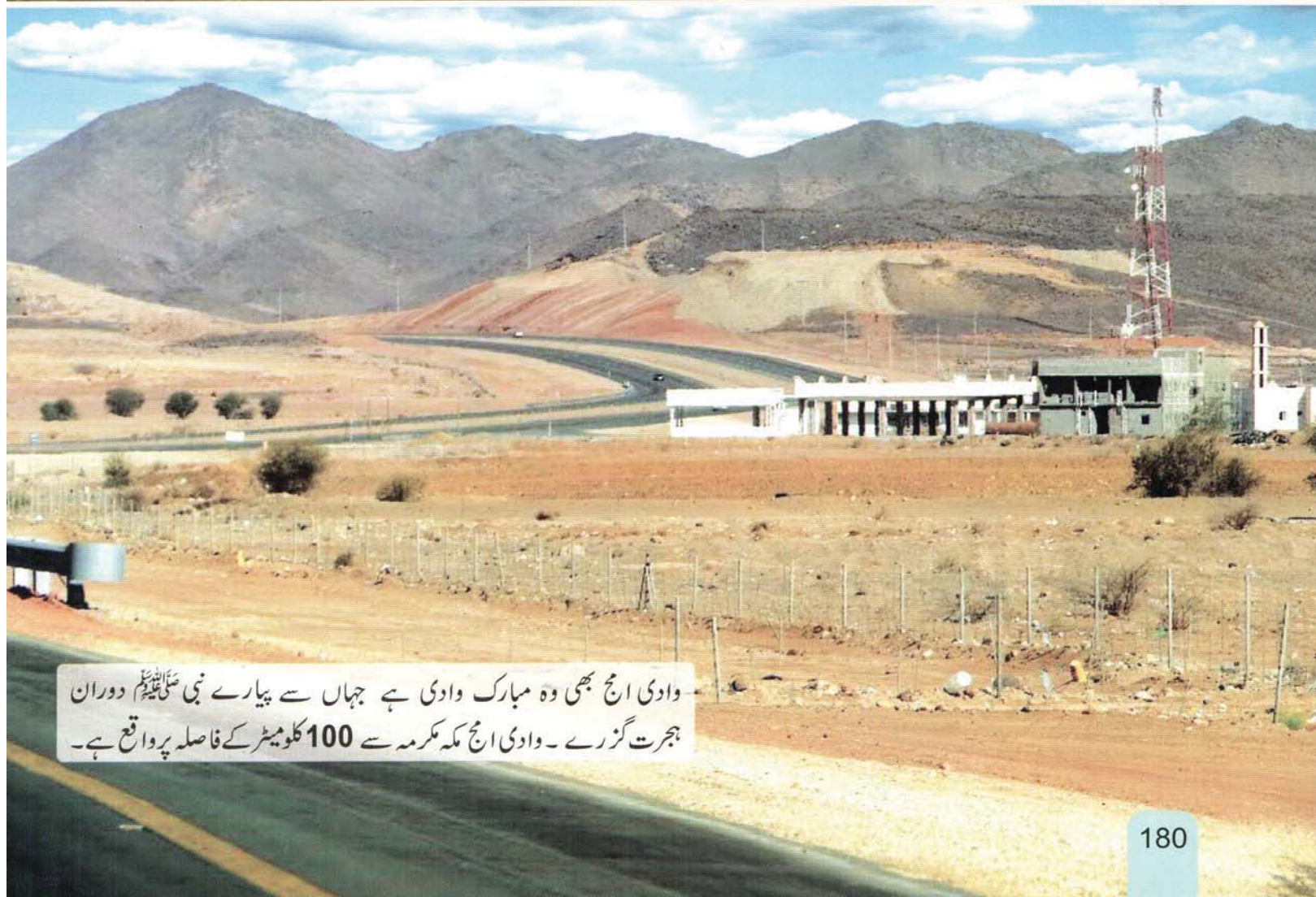
وادی اج بھی وہ مبارک وادی ہے جہاں سے پیارے نبی ﷺ دوران ہجرت گزرے ۔ وادی اج مکہ مکرمہ سے 100 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

10 جحفه

.جحفہ میں مسجد میقات شام کی سمت سے آنے والے حجاج یہیں سے احرام باندھتے ہیں

.جحفہ بھی وہ مقام ہے جہاں سے پیارے نبی ﷺ گزرے ، یہاں ایک بہت مشہور قلعہ ہے جسے اہل علاقہ قصر علیا کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ پیارے نبی ﷺ نے اس مقام کو حجاج کے لئے میقات قرار دیا ہے۔ جحفہ ہی وہ مقام ہے کہ جب سفر ہجرت میں آپ ﷺ یہاں پہنچے اور یہاں جانے والے راستے کی طرف نگاہ پڑی تو مکہ کی یاد تازہ ہوگئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور فرمایا کہ مکہ سے جدائی چندروزہ ہے گویا نبی کریم ﷺ کو اس جگہ فتح مکہ کی بشارت دی گئی۔

.جحفہ میں حضور اکرم ﷺ سے منسوب ایک مسجد بھی ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں پیارے نبی ﷺ کا نماز پڑھنا تاریخی روایات سے ثابت ہے۔ یہ قدیم مسجد جدید مسجد میقات کے قریب ہی واقع ہے۔

.جحفہ ہی وہ مقام ہے جس کا احادیث میں ذکر ہے چنانچہ ایک موقع پر پیارے نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی: اے اللہ! مدینہ منورہ کے بخار کو جحفہ منتقل کردے۔ اس دعا کے بعد پیارے نبی ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک میلی کچیلی عورت مدینہ سے نکل کر جحفہ چلی گئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بخار مدینہ سے نکل کر جحفہ منتقل ہوگیا۔ [1]

کیونکہ اس جگہ کفار رہتے تھے مگر جب حضور اکرم ﷺ کی دعا سے بخار وہاں منتقل ہوگیا تو وہاں کی آبادی آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی گئی اب صرف قدیم کھنڈرات ہی باقی ہیں۔

1 صحيح بخاری كتاب التعبير

.جحفہ میں موجود مسجد میقات
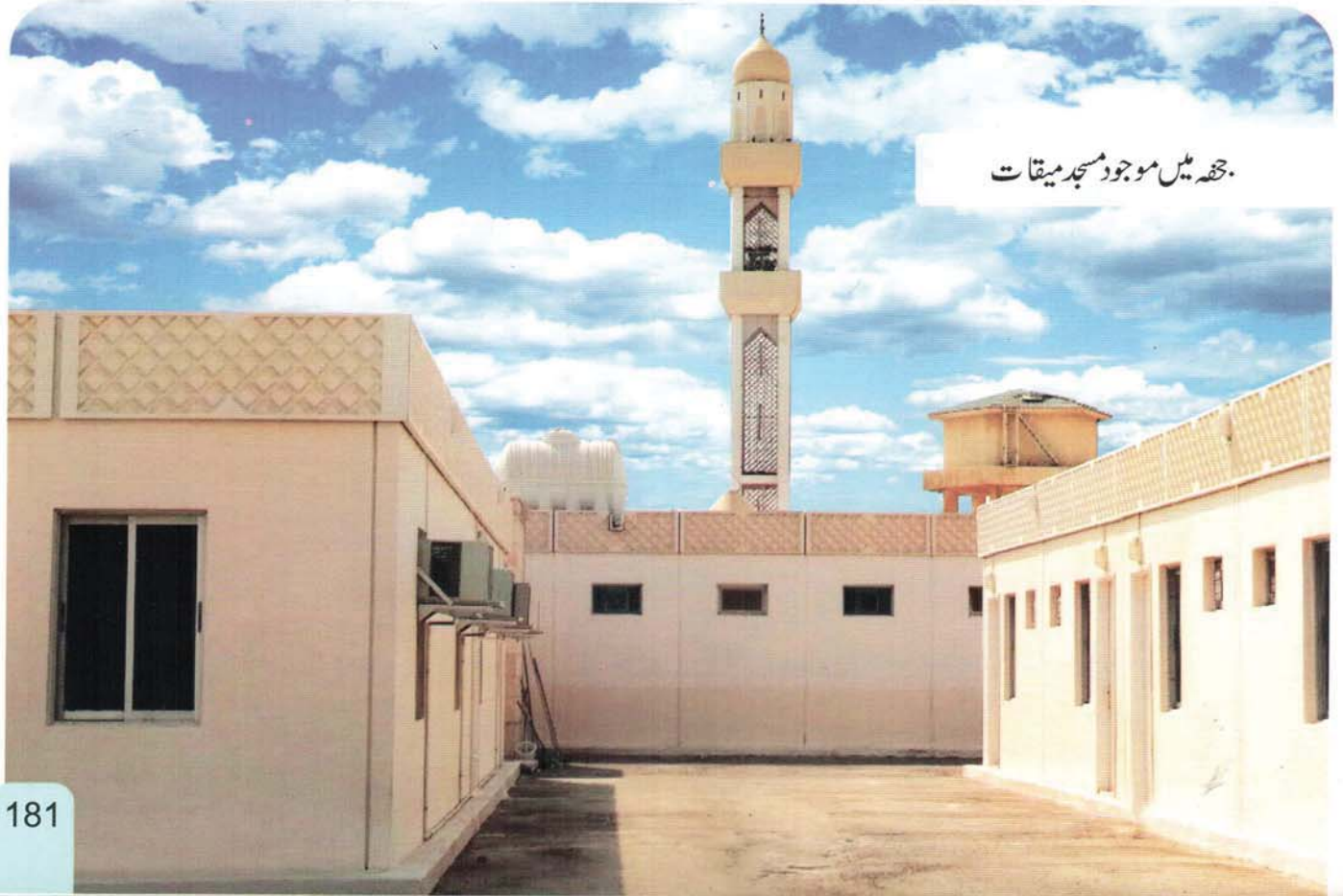
مسجد میقات کو جانے والا راستہ اور بورڈ

11 وادی الخزار

وادی الخزار بھی وہ مبارک وادی ہے جس کی مٹی نے دوران ہجرت حضور اکرم ﷺ کے قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جب آپ ﷺ الخزار سے جانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شام کی تجارت سے واپس آتے ہوئے دیکھا، جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ملے تو انہوں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو لباس تحفے میں دیئے۔ [1]

حجۃ الوداع کے موقع پر پیارے نبی ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع سے خطاب کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ وادی الخزار بھی وہ مشہور وادی ہے جس کا ذکر احادیث میں ملتا ہے چنانچہ ایک موقع پر وادی الخزار میں کفار کا ایک لشکر ٹھہرا ہوا تھا جو مسلمانوں کو تکلیف دیتا رہتا تھا اس لئے پیارے نبی ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو **20** صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کفار کے لشکر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ وادی الخزار قدیم نام ہے دور جدید میں اس کے کچھ حصہ کو غدیر خم اور کچھ حصہ کو وادی حلق کہا جاتا ہے۔

1 ارشاد الساری شرح بخاری: **382/2**

وادی الخرار! جہاں تاجروں کے قافلہ نے آقا ﷺ کو لباس تحفہ میں دیئے

وادی الخرار میں موجود قصر علیا

وادی خرار میں موجود قدیم مسجد کے آثار

12 ثنیۃ المرۃ

ثنیۃ المرۃ بھی وہ مبارک مقام ہے جس نے سفر ہجرت کے دوران آپ ﷺ کے قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی۔ سیرت کی کتب میں بھی ثنیۃ المرۃ کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ چنانچہ ہجرت نبوی ﷺ کے **8** ماہ بعد شوال **1** ہجری میں آپ ﷺ نے عبیدہ بن الحارث کی قیادت میں **60** فوجی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک لشکر کو ثنیۃ المرۃ کے مقام پر ٹھہرے ہوئے کفار پر حملے کے لئے بھیجا۔ اس موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار پر تیر چلایا، یہ اسلام میں پہلا تیر تھا جو اللہ کے راستے میں چلایا گیا۔

1 سبل الهدى والرشاد: **23/6**
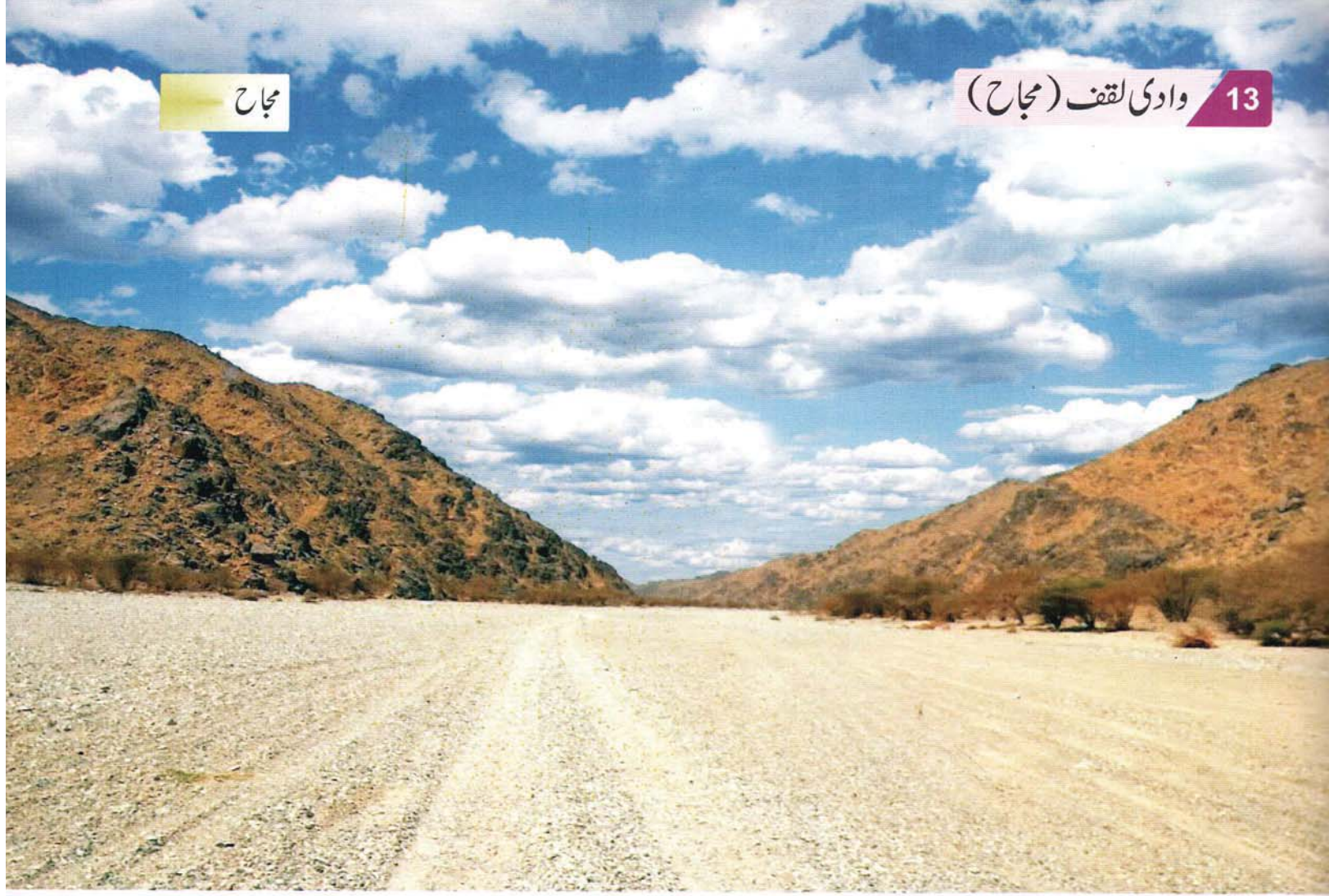
13 وادی لقف (مجاح)
مجاح
لقف
وادی لقف بھی وہ مبارک وادی ہے جہاں سے سفر ہجرت کے دوران پیارے نبی ﷺ کا گزر رہا۔

14 ذی العضوین
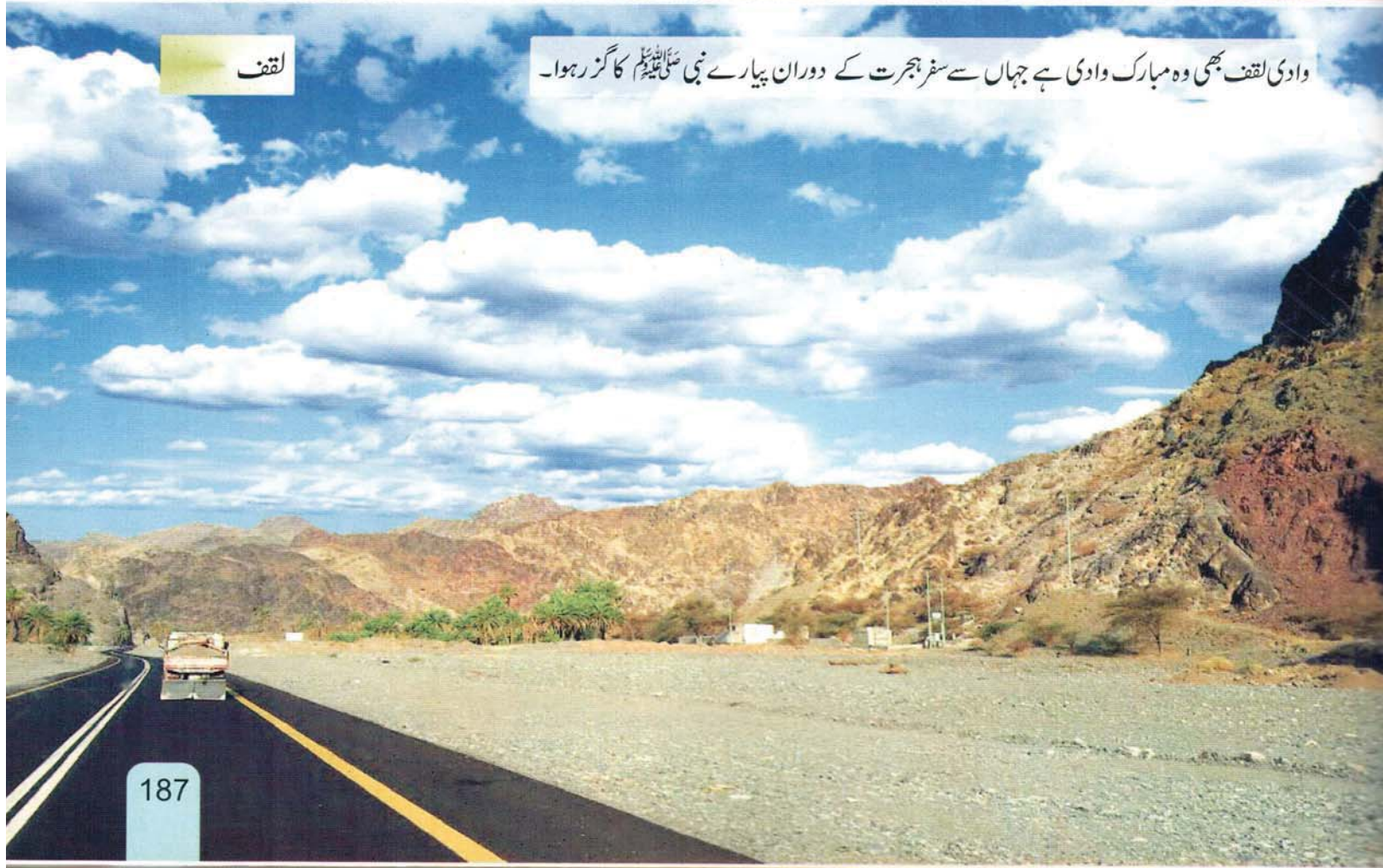
ذی العضوین وہ مبارک جگہ ہے جہاں کی مٹی کو سفر ہجرت کے دوران پیارے نبی ﷺ کے قدموں کو چومنے کی سعادت حاصل ہے۔

15 مدلجه تعهن

بھی ان جگہوں میں سے ہے جہاں سے پیارے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سفر ہجرت کے دوران گزرے تھے۔ سیرت کی کتابوں میں مدلجہ تعھن کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ ایک موقع پر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم یہاں سے گزرے تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے وہاں رہنے والی ایک عورت سے پانی مانگا تو اس نے پانی دینے سے انکار کردیا۔ تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بددعا دی جس سے وہ عورت چٹان کی صورت میں جم کر مسخ ہوگئی۔

علامہ سہیلی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه فرماتے ہیں کہ یہ روایت سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع ہے۔[1]

[1] روض الانف:328/2
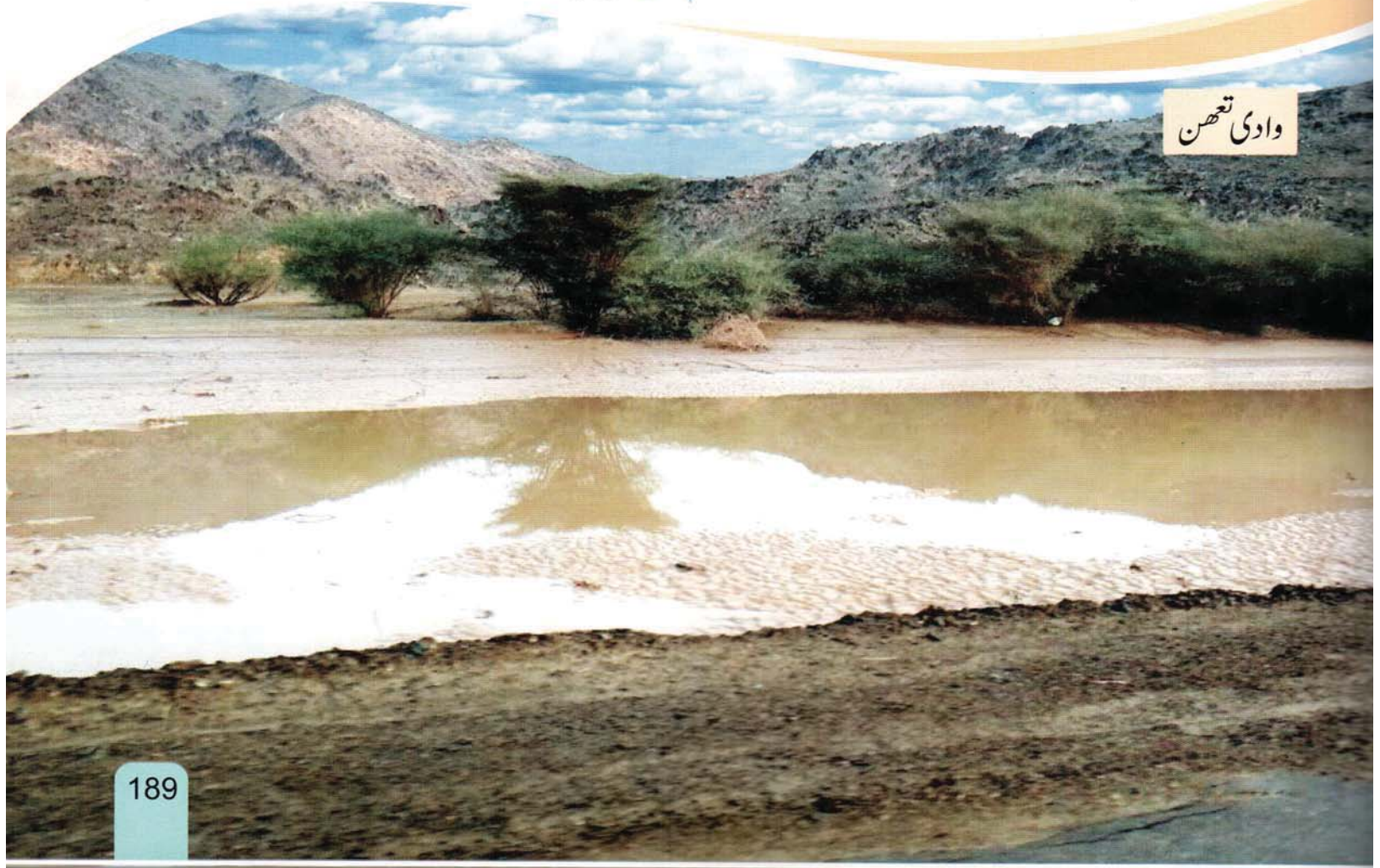
اس مقام سے بھی پیارے نبی ﷺ سفرِ ہجرت کے دوران گزرے۔

17 العبابید (الغثر یانہ)

یہ مبارک مقام بھی ان مقامات میں شامل ہے جہاں سے پیارے نبی ﷺ کا دورانِ ہجرت گزر ہوا۔

18 بطن ذی کشر

اس جگہ سے بھی پیارے نبی ﷺ اپنے جانثار صحابی غار یار سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کے سفر میں گزرے تھے۔

وہ مبارک جگہ ہے جہاں کی مٹی نے ہجرت کے سفر کے دوران نبی پاک ﷺ کے قدموں کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔

20 وادی القاحہ

القاحہ کا ذکر بھی سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے سفرِ ہجرت کے علاوہ سفرِ حج میں بھی پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر یہاں سے ہوا تھا۔ اس خشک، سوکھے اور بنجر علاقے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ ہجرت ہوا، سفرِ ہجرت کے علاوہ بھی متعدد بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے گزرے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، حتیٰ کہ جب القاحہ مقام پر پہنچے، تو ہم میں سے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم احرام میں تھے اور کچھ احرام میں نہیں تھے۔ یعنی انہیں مکہ مکرمہ کی طرف نہیں بلکہ کسی اور طرف جانا تھا، اس لئے انہوں نے احرام نہیں باندھا۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں القاحہ میں پچھنے لگوائے۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ پچھنے لحی جمل کے مقام میں لگوائے، یہ مقام مرکز القاحہ بئر قیعی سے جنوب کی طرف تھا۔ [3]

[1] شرح مسلم للنووی [2] عمدة القاری، باب الحجامة [3] ماخوذ هجرت خیر البشر، ص: 239

21 وادی سقیا/ام البرک
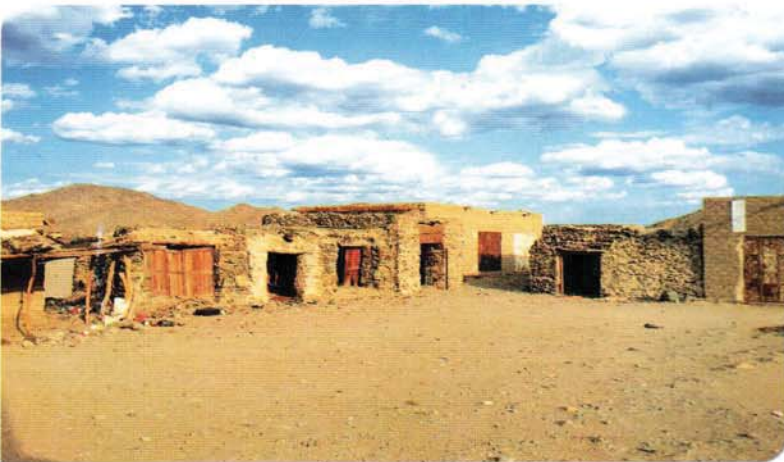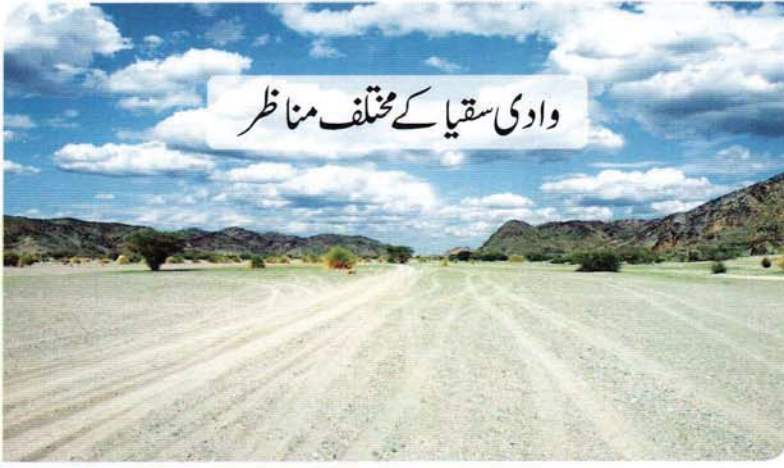
سقیا کا ذکر بھی سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے جس کا موجودہ نام ام البرک ہے۔ سقیا سے پیارے نبی ﷺ کا متعدد بار گزر رہوا ہے۔ چنانچہ حضرت خدیج بن سدرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ میں پیارے نبی ﷺ کے ساتھ وادی سقیا میں سفر کر رہا تھا تو پانی ختم ہونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے سقیا سے ایک میل کے فاصلے پر قبیلہ بنوغفار میں کسی کو پانی کے لئے بھیجا اور آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم وادی میں آرام کرنے لگے پھر آپ ﷺ اچانک بیٹھ گئے اور زمین کو کریدا تو گیلی مٹی برآمد ہوئی پھر مزید کریدا تو پانی نکلنے لگا جس سے سارا لشکر سیراب ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: هٰذِهِ سُقْيَا سَقَا كُمُوْهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "یہ پانی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔"

تب سے لوگوں میں یہ علاقہ سقیا کے نام سے مشہور ہوگیا۔ [1]

1 الأراضي المقدسة

وادی سقیا کے مختلف مناظر

وادی سقیا میں بئر مبیرک نامی قدیم کنواں

رکوبہ کا راستہ اور نورانی پہاڑ

22 رکوبہ

رکوبہ بھی ان مبارک جگہوں میں سے ایک ہے جہاں سے پیارے نبی ﷺ سفرت ہجرت کے دوران گزرے تھے۔
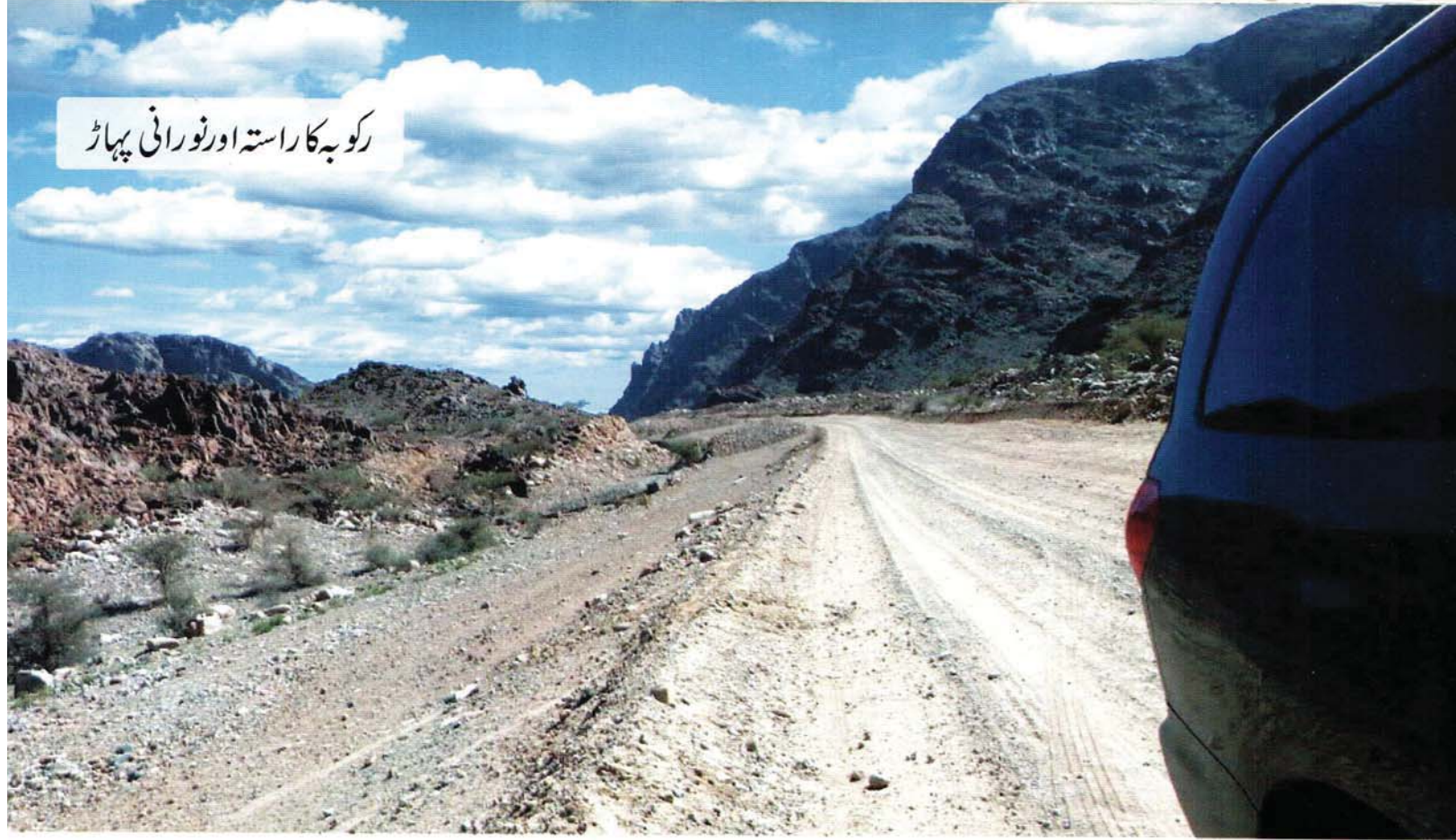
سیرت کی کتب میں بھی رکوبہ کا ذکر ملتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ اور پیارے نبی ﷺ اس وادی سے اس حال میں گزر رہے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آقا ﷺ کی اونٹنی کی دستی کو پکڑا ہوا تھا اور وادی رکوبہ میں ثنیۃ الغائر پر اشعار پڑھتے ہوئے جا رہے تھے جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے مبارک اونٹنی! تیرے اوپر میرے آقا ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں لہٰذا تو تکلیف دہ راستوں پر بھی ایسے چل کہ محمد ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ رکوبہ پہاڑ کے بارے میں عرب میں مشہور ہے کہ جو ایک بار رکوبہ پر چڑھ گیا وہ دوبارہ چڑھنے پر کبھی راضی نہ ہوگا کیونکہ اس کا راستہ مشقت بھرا ہے۔

23 وادی عرج

وادی عرج وہ مبارک وادی ہے جس نے سفرِ ہجرت کے دوران پیارے نبی ﷺ کے قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔

وادی عرج کا موجودہ نام وادی نظیم ہے یہ مدینہ سے **113** کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

وادی عرج سے تقریباً **5** میل پہلے ایک جگہ تھی جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی تھی بعد میں اس جگہ مسجد بنا دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی اس جگہ سے گزرتے تو رک کر سنت نبوی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے نماز پڑھتے۔

رکوبہ کی پہاڑیاں
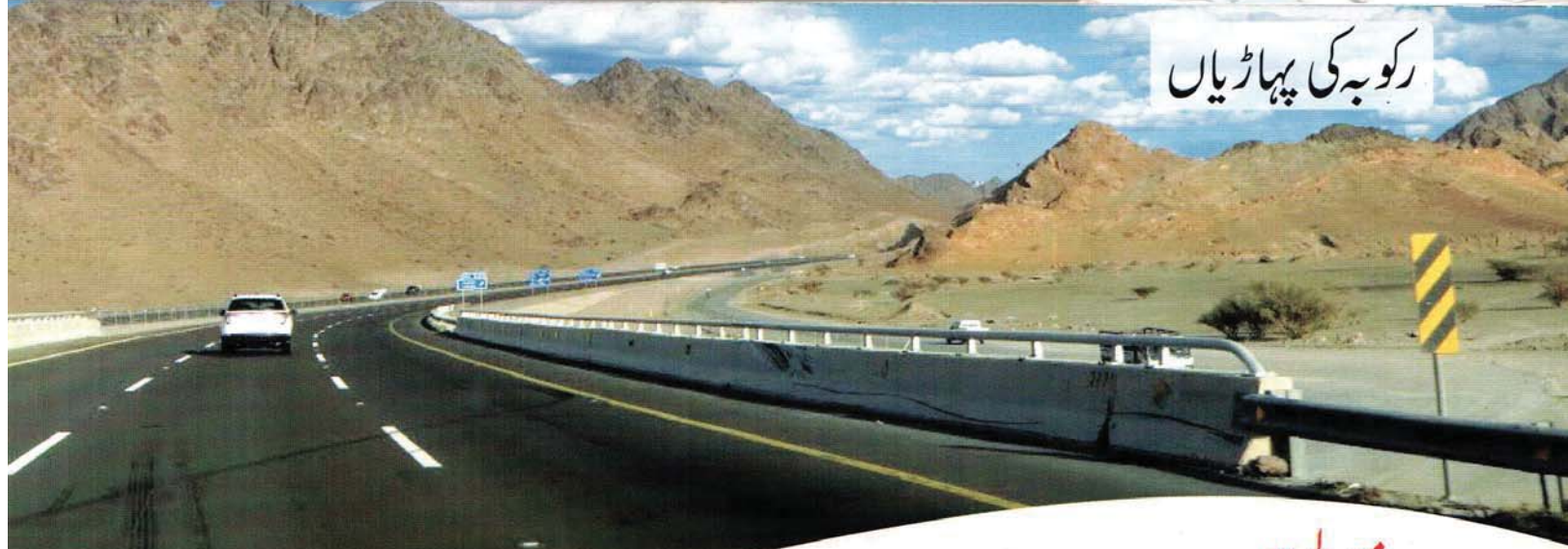
مسجد المیقات

مسجد المیقات مدینہ منورہ سے (شہر سے باہر) مکہ مکرمہ جاتے ہوئے تقریباً **12** کلومیٹر کے فاصلہ پر آبار علی میں واقع ہے، اس کو مسجد ذوالحلیفہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے والوں کی میقات ہے، امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ جاتے اور آتے ہوئے یہاں ٹھہرتے اور نماز ادا فرماتے تھے، مسجد کی موجودہ عمارت بہت خوبصورت ہے۔

شاہ فہد کے حکم سے اس کی تعمیر نو اور توسیع ہوئی، جس میں لگ بھگ **5000** نمازیوں کی گنجائش ہے، سینکڑوں کی تعداد میں طہارت خانے، نہانے کی جگہ اور وضوخانے ہیں، گنبد کی اونچائی تقریباً **28** میٹر اور اسی طرح مینار کی اونچائی تقریباً **46** میٹر کے قریب ہے۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ اب حاجی صاحبان جس نئے راستے سے جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جس راستے سے ہجرت فرمائی تھی اس راستہ پر اب سعودی حکومت نے یہ دورویہ کشادہ سڑکیں بنادی ہیں۔ یہ طریق الھجرہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

اس راستے میں حاجیوں کے لئے تمام قسم کی سہولتیں مہیا ہیں۔ [1]

24 وادی ریم

حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو آپ ﷺ اس وادی سے گزرتے ہوئے قبا پہنچے۔ ہجرت کے سفر کے دوران پیارے نبی ﷺ کی ملاقات قبیلہ اسلم کے دو مشہور چوروں سے ہوئی، آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ اسلام لے آئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے ان کے نام پوچھے تو انہوں نے کہا: المهانان یعنی اہانت والے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم (اسلام لانے کی وجہ سے) عزت والے ہو، مدینہ آکر مجھ سے ملاقات کرنا۔ [2]
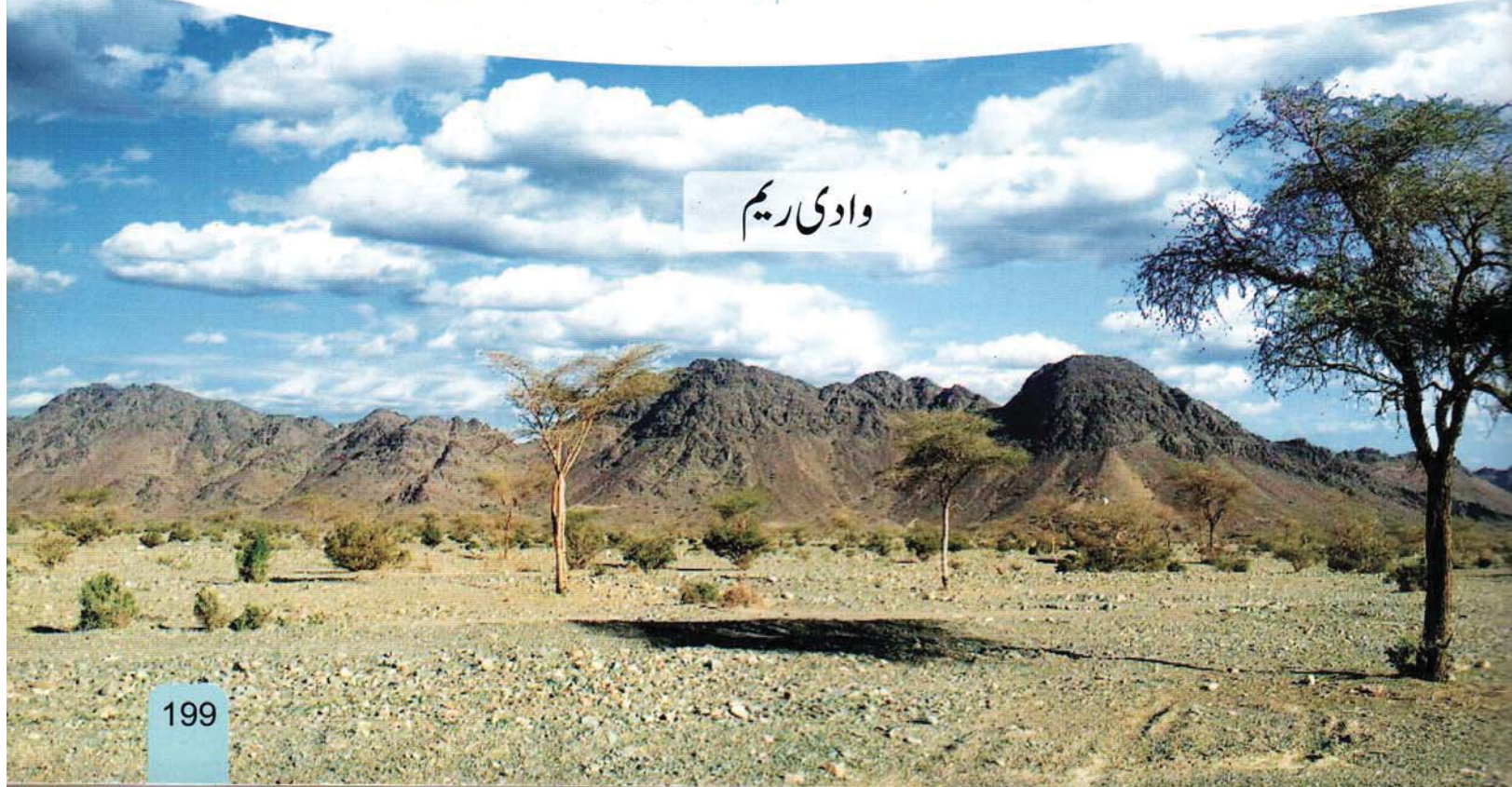
[1] بحواله حج کامل: 280-281 [2] البداية والنهاية: 209/2

وادی ریم

25 وادی غولاء

وادی غولاء وہ مبارک وادی ہے جس نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا ﷺ کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جو کہ صرف سچے عاشق رسول ﷺ ہی کو محسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔

وادی کلیہ میں موجود کھجور کے درخت

26 وادی کُلَیَّہ

وادی کُلَیَّہ وہ مبارک وادی ہے جس نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا ﷺ کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جوکہ صرف سچے عاشق رسول ہی کومحسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کردیا۔

وادی کُلَیَّہ

27 وادی مَرَّہ

وادی مَرَّہ بھی وہ مبارک وادی ہے جس نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا ﷺ کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔

آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جو کہ صرف سچے عاشق رسول ﷺ ہی کو محسوس ہوتی ہے۔ میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔

28 وادی ثقیب

وادی ثقیب وہ مبارک وادی ہے جس نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت پیارے نبی ﷺ کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا ﷺ کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جو کہ صرف سچے عاشق رسول ﷺ ہی کو محسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔

29 الْاُجَيْرِدُ

وادی اَلْاُجَيْرِد وہ مبارک وادی ہے جس نے سفرِ ہجرت کے دوران پیارے نبی ﷺ کے پر نور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔
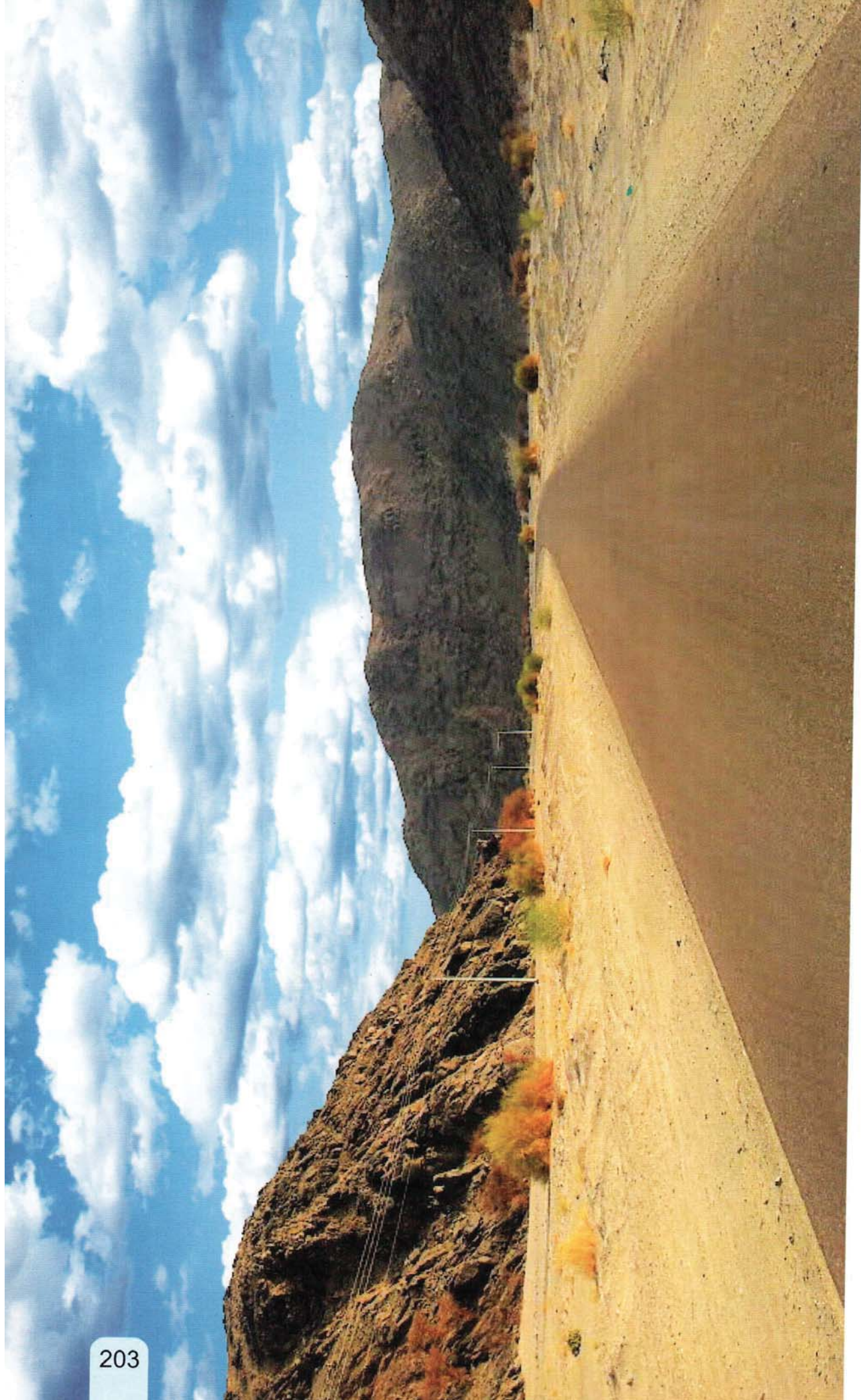
آج بھی اس جگہ کی آب و ہوا میں جانِ دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جو کہ صرف سچے عاشقِ رسول ﷺ ہی کو محسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔

وادی فاجہ کے پہاڑ

30 وادی فاجہ

وادی فاجہ وہ مبارک وادی ہے جس نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا ﷺ کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جو کہ صرف سچے عاشق رسول ہی کو محسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔

وادی فاجہ

بئر طلوب وہ مبارک وادی ہے، جس نے آقا ﷺ کی سفرِ ہجرت کے دوران زیارت کی ہے اب یہ وادی الخفاۃ کے نام سے مشہور ہے۔

وادی بئرطلوب میں موجود قدیم کنواں

32 وادی عقنقل

وادی عقنقل بھی ان مبارک وادیوں میں سے ہے جس نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جو کہ صرف سچے عاشق رسول ہی کو محسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔
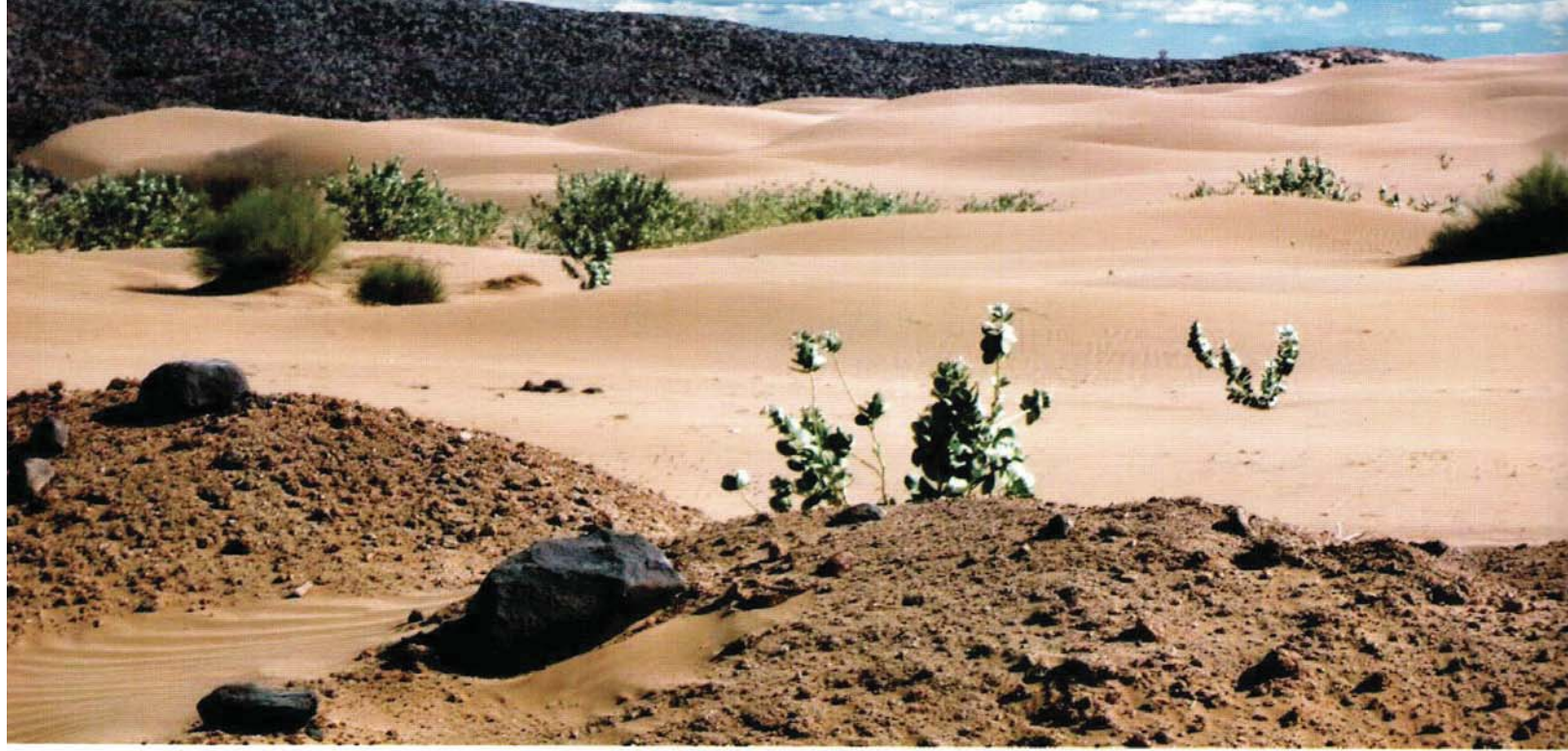
33 ثنیہ لفت

ثنیہ لفت وہ مبارک وادی ہے جس نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور پیارے مدنی آقا ﷺ کے پرنور خوشبودار قدموں کا بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی ہے۔آج بھی اس جگہ کی ہوا میں جان دو عالم ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی مہک موجود ہے جوکہ صرف سچے عاشق رسول ﷺ ہی کو محسوس ہوتی ہے۔

میرے آقا ﷺ کے قدم مبارک اس وادی میں لگے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو قیامت تک کے لئے مشہور کر دیا۔

34 مقام رویثہ

رویثہ کا تذکرہ بھی سیرت کی کتب میں سفر ہجرت کے حوالہ سے ملتا ہے اسی طرح احادیث نبوی ﷺ کے ذخیرہ میں بھی رویثہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ احادیث نبوی ﷺ میں موجود مقامات کی تصاویر اور نقشوں کی زیارت کے لئے احقر کی کتاب احادیث نبوی ﷺ کے تاریخی مقامات زیر طبع کا ضرور مطالعہ کریں۔

رویثہ وہ مبارک وادی ہے جس نے پیارے نبی ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے اس کی مٹی میں مدنی آقا ﷺ کی خوشبو آج بھی موجود ہے۔

حوالہ نقوش پائے مصطفیٰ

ہجرت کے دوران آقا ﷺ کے ہاتھوں مسجد قباء کی تعمیر

مسجد قباء قرآن وحدیث کی روشنی میں

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے **8** ربیع الاول **13** نبوی، بروز دوشنبہ، **23** ستمبر **622**ء کو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یثرب کی بیرونی بستی قباء پہنچے تھے، یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے یہ وہ بستی ہے جس میں ہجرت کے سفر میں پیارے نبی ﷺ نے قیام فرمایا۔ قباء ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قباء مشہور ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے قباء میں قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حبیب بن اساف کو شرف میزبانی بخشا۔ رات کو سعد بن خیثمہ اوسی کے ہاں مجلس لگتی۔ تین دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہیں آپ سے آ ملے۔ قباء میں آپ کا قیام **14** دن رہا۔ قباء، مدینہ منورہ سے تقریباً **3** کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

محبوبِ کائنات ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آچکے تھے وہ بھی یہیں ٹھہرے ہوئے تھے جب جانِ دو عالم ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے چند روز یہاں بنی عمر بن عوف کے ہاں قیام فرمایا اور پہلے روز ہی اپنے دستِ مبارک سے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ دورانِ تعمیر رسالت مآب ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اہل قباء کے ساتھ پتھر اٹھائے اور کام کیا۔ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بوقتِ بنیاد پہلا پتھر حضور نبی کریم ﷺ نے، دوسرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تیسرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ اس کے بعد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تعمیر میں شریک ہوئے۔ [1]

اس کے بعد سرکارِ دو جہاں ﷺ خود بھی بھاری بھاری پتھر اٹھا کر لائے جس سے جسم مبارک خم ہو جاتا تھا۔ عقیدت مند آتے اور کہتے آپ چھوڑ دیں ہم اٹھا لیں گے۔ آپ ﷺ درخواست قبول کرتے اور پھر دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ترتیب کے ساتھ ایک ایک پتھر رکھیں۔

[1] حوالہ اسد الغابة 346/1

مسجد قباء کی **100** سالہ قدیم تصویر

یہ مسجد حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی زمین پر بنائی گئی اس جگہ پر کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جو شاعر بھی تھے وہ بھی تعمیر میں شریک تھے۔ وہ کام پر ابھارنے کیلئے ساتھ ساتھ اشعار بھی پڑھتے جاتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے، جس سے منظر اور بھی دلنشین ہوجاتا وہ اشعار یہ ہیں۔

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا
وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّقَاعِدَا
وَیَبِیْتُ اللَّیْلَ عِنْدَ رَاقِدَا

ترجمہ: وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم میں بھی اس مسجد کی تعمیر اور اہمیت وفضیلت کا تذکرہ باری تعالیٰ نے اپنے حبیب اور محبوبِ کائنات ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلجوئی کرنے کیلئے ارشاد فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ [1]

ترجمہ: ''وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقوی پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ (اے حبیب ﷺ!) تم اس میں قیام کرو اس میں ایسے لوگ ہیں جو صفائی وطہارت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک صاف لوگوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

مدینہ طیبہ میں ایسی کئی مساجد ہیں جن کو محبوبِ خدا ﷺ کی بابرکت ذات کی وجہ سے مخصوص فضیلتیں حاصل ہیں خواہ وہ فضیلتیں دعا کی قبولیت کی ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ہو۔

ان مساجد میں سے مسجد قباء سب سے افضل ہے، جسے میرے محبوب ﷺ نے اس وقت بنایا جب آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اسی وجہ سے اس مسجد کی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں بہت بڑی فضیلت تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے دن فجر مسجد نبوی میں پڑھ کر اشراق کے نوافل مسجد قباء میں ادا کرتے تھے یہی وہ مسجد ہے جس میں پیارے مدنی آقا ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔ [2]

اس کے علاوہ یہ فضیلت بھی حاصل ہے جس کے بارے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی ﷺ پیدل اور سواری پر تشریف لاکر مسجد قباء کی زیارت کرتے اور اس میں دو رکعتیں نماز پڑھتے۔ نیز فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا وہ ہر ہفتہ کو بھی تشریف لاتے۔

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاتِیْهِ کُلَّ سَبْتٍ [3]

اسی طرح محمد بن منکدر سے آپ ﷺ کا ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کی صبح کو بھی تشریف لانا ثابت ہے۔ [4]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! اگر یہ مسجد عالم کے کناروں میں سے کسی کنارے پر بھی واقع ہوتی تو ہم اس کی طلب میں کتنے اونٹوں کے جگر پھاڑ دیتے۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ:

مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا میرے نزدیک بیت المقدس کی دوبار زیارت کرنے سے بہتر ہے۔ [5]

[1] التوبہ: 108 [2] الروض الانف: 332/2
[3] مسلم شریف: 3389 ص 448، بخاری: 1191، 1193
مشکوۃ: 694 سنن بیھقی: 10427، 10429
صحیح ابن حبان: 1616، 1627
[4] جذب القلوب: ص 136 [5] جذب القلوب: ص 136

مسجد قباء میں نماز کا اجر وثواب

ابوامامہ سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ وَجَاءَ مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَ لَهٗ اَجْرُ عُمْرَةٍ

''جس نے اچھی طرح وضو کیا۔ پھر مسجد قباء میں آ کر دو رکعت نماز ادا کی اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔'' [1]

سعید بن الرقیش اسدی نے سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی اس سے ملتی جلتی روایت بیان کی ہے جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع الترمذی میں نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلٰوةُ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاء کَعُمْرَةٍ

مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ ﷺ کی قباء میں نماز پڑھنے کی سنت کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر یہ مسجد قباء یمن کے شہر صنعاء میں بھی ہوتی تو خدا کی قسم! میں اپنے مدنی آقا ﷺ کی اتباع میں ہر ہفتہ وہاں جانے کی کوشش کرتا۔

1. سنن ابن ماجه ، باب ماجاء فی الصلوة
2. حواله خلاصة الوفاء 264

مسجد قباء کی فضیلت پر محدثین اور علماء کی آراء

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آل حذیفہ کا غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ مسجد قباء میں ابتدائی مہاجرین کی نمازوں میں امامت کرتا تھا اور اس جماعت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوتے تھے۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام بخاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار اشخاص سے قرآن حاصل کرو اور سالم رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہے۔ [1]

صاحب مدارج النبوہ شیخ عبدالحق للہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب آقائے نامدار ﷺ اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر قباء تشریف لے جارہے تھے تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ دراز گوش پر سوار ہونے کی دعوت دی کمزوری کے باعث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوار نہیں ہوا جاتا تھا اس لیے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر سوار ہونے کی کوشش کی جس کی وجہ سے دونوں نیچے آ گرے دوسری بار بھی رحمۃ للعالمین ﷺ نے ان کو دعوت دی اور اس بار بھی ایسا ہی ہوا جب تیسری بار نبی رحمت ﷺ نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے خجالت سے سوار ہونے سے معذوری ظاہر کردی یہ واقعہ بھی قباء کے راستہ پر کسی مقام پر ہوا تھا۔ [2]

حضرت سعید بن الرقیش رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد قباء تشریف لائے اور نماز دوگانہ ادا کی جب انہوں نے سلام کے ساتھ نماز ختم کی تو وہیں تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی ان کے گرد بیٹھ گئے انہوں نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا أَعْظَمَ حَقُّ هٰذَا الْمَسْجِدِ

کیا مقام ہے اس مبارک مسجد کا کہ اگر اس تک پہنچنے کے لیے ایک ماہ کا سفر بھی کرنا پڑتا تو بھی لوگ یہاں پہنچتے۔ جو بھی اپنے گھر سے اس ارادے سے روانہ ہوا کہ وہاں جا کر چار رکعت نماز ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عمرہ کا اجر دے گا۔

مسجد قباء سے متعلق سورۂ توبہ کی آیت نمبر **108** کے بارے میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ آیت اہل قباء کے حق میں نازل ہوئی۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد میرے آقا مدنی ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قبا تشریف لے گئے۔ اور ان سے دریافت فرمایا: تمہارا کون سا پسندیدہ اور قابل تعریف عمل ہے جس کی وجہ سے قرآن مجید نے تمہاری تعریف و تحسین کی ہے۔

وہ عرض کرنے لگے: اے اللہ کے حبیب! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں ہمارا بہت زیادہ محبوب عمل تو کوئی معلوم نہیں۔ البتہ ہم رفع حاجت سے فارغ ہو کر پانی سے استنجا کرتے ہیں اس پر سرور کونین ﷺ نے فرمایا۔ اسی نظافت اور طہارت پسندی کے باعث اللہ کریم نے تم لوگوں کی تعریف فرمائی ہے۔

[1] حوالہ صحیح البخاری [2] خلاصۃ الوفاء **372**

ایک اور روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے۔
ہم رفع حاجت سے فراغت کے بعد ڈھیلہ استعمال کر کے مزید طہارت کے لئے پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔
اسلام میں سب سے پہلی مسجد کا درجہ رکھنے والی اس مسجد قباء کی زیارت مسنون ہے۔ مسجد نبوی کے علاوہ باقی تمام مساجد کی حیثیت صرف تاریخی ہے۔ مسجد حرام، مسجد نبوی شریف اور بیت المقدس کے بعد مسجد قباء دنیا بھر میں تمام مساجد سے افضل ہے۔ [1]
یہ مسجد مسلمانوں کے اہتمام و توجہ کا مرکز رہی بالآخر سن **1406** ھ/ **1986** ء میں خادم حرمین شریفین شاہ فہد نے اس کی تعمیر و توسیع میں بھرپور دلچسپی لی جس میں اب بیس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔

یہ عظیم مسجد اس وقت بھی عوام و خواص کے لیے بیش قیمت عظیم زیارت گاہ ہے جس کے صحن میں وہ محراب ہے جہاں سورۂ توبہ کی آیت نمبر **80** نازل ہوئی۔ اسی محراب کے سامنے ذرا بائیں ہاتھ پر وہ جگہ ہے جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی سواری قصواء بیٹھی تھی۔ پہلے کچے فرش پر اس جگہ چونے سے وہ نشان نظر آتا تھا مگر اب سنگ مر مر کا فرش بنا دیا گیا ہے مگر زیارت کے وقت یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہفتہ کے روز اس مسجد کی زیارت انتہائی افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ ہفتہ کے روز یہاں تشریف لاتے تھے۔ اس کے علاوہ **17** رمضان المبارک کو بھی یہاں تشریف لانا ثابت ہے۔ [2]

1. حوالہ خلاصہ الوفاء **373**
2. مسجد نبوی ﷺ کا تصویری البم **41**

مسجد قباء! جہاں نوافل پڑھنا سنت رسول ﷺ ہے ہجرت کے بعد پیارے نبی ﷺ نے یہاں قیام فرمایا اور مسجد تعمیر فرمائی یہ پہلی مسجد ہے جس کی قرآن مجید نے تعریف فرمائی ہے۔
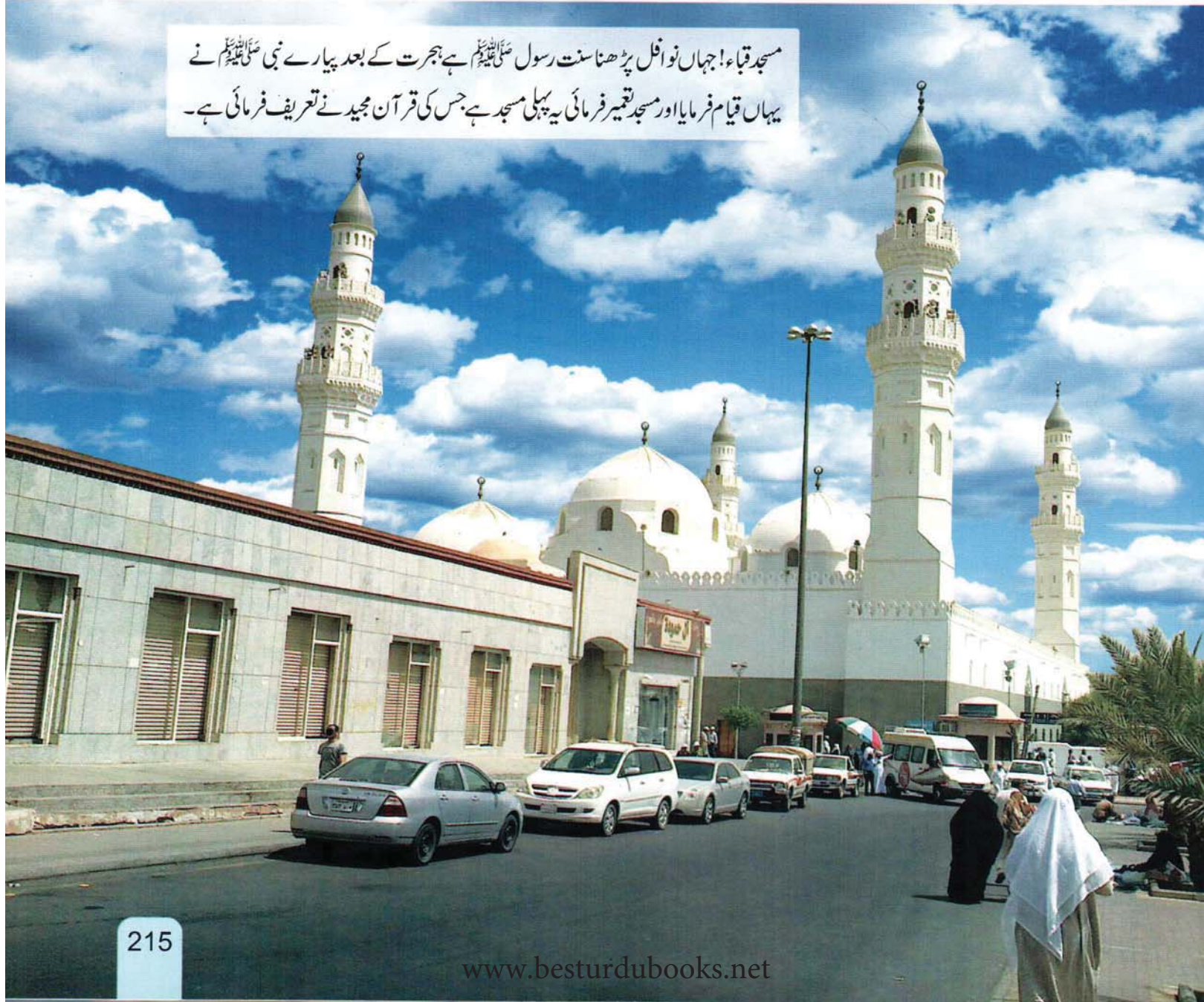
قباء کی وجہ تسمیہ اور محل وقوع

اہل قبا کو سرورِ کونین ﷺ کی مکہ سے رخصت ہونے کی خبر ہوچکی تھی اور اُن کو یہ معلوم تھا کہ آپ ﷺ کسی روز مدینہ منورہ جاتے ہوئے قبا سے گزریں گے۔ چنانچہ وہ لوگ ہر روز شدت سے سید المرسلین ﷺ کے انتظار میں گھروں سے نکل آتے اور آپ کی راہ تکنے لگتے۔ جب دھوپ تیز اور سائے ختم ہوجاتا تو مایوس ہوکر لوٹ جاتے۔ آخر مسرتوں کی وہ مبارک گھڑی آ پہنچی اور حبیب خدا ﷺ سرزمین قباء میں داخل ہوئے۔ پہلا شخص جس نے آپ کو قباء میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا ایک یہودی تھا وہ چلا اٹھا اے بنی قیلہ! وہ ذی شان ہستی آ گئی ہے جس کا تم انتظار کررہے تھے۔ [1]

قباء کی وجہ تسمیہ کے بارے میں آتا ہے کہ قباء ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قباء مشہور ہوگیا۔ میرے آقا ﷺ نے قباء میں قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبیب بن اساف کو شرف میزبانی بخشا۔ رات کو سعد بن خیثمہ اوسی کے ہاں مجلس لگتی۔ تین دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہیں آپ سے آملے۔ قباء میں آپ کا قیام **14** دن رہا۔ قباء مدینہ منورہ سے تقریباً **3** کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (ہم عصر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے اور پھر جب کبھی قباء جایا کرتے تو وہاں ایسے وقت میں پہنچتے کہ سورج ابھی کافی بلند ہوتا تھا)۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ مسجد نبوی شریف اور قباء میں فاصلہ اتنا تھا کہ پیدل چلنے والا انسان نماز ظہر اور عصر کے درمیان بڑے آسانی سے وہاں پہنچ سکتا تھا۔

مدارج النبوۃ میں قباء میں حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کے بارے میں تحریر ہے کہ **12** ربیع الاول کو حضور نبی کریم ﷺ رونق افروز ہوئے اور قبیلہ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ لگایا چاروں طرف سے انصار جوش مسرت میں آئے اور بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرنے لگے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا۔ اور حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔ [2]

اللہ اکبر! عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت سید الانبیاء ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نورانی اجتماع سے ایسا سماں بندھا گیا ہوگا کہ غالباً چاند سورج اور ستارے حیرت کے ساتھ اس مجمع کو دیکھ کر زبان حال سے یہ کہتے ہوئے ہوں گے کہ یہ فیصلہ مشکل ہے کہ آج انجمن آسمان زیادہ روشن ہے یا حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا مکان؟ اور شاید خاندان عمرو بن عوف کا بچہ بچہ جوش مسرت سے مسکرا مسکرا کر زبان حال سے یہ نغمہ گاتا ہوگا۔

ان کے قدم پہ میں نثار، جن کے قوم ناز نے
اجڑے ہوئے دیار کو رشک چمن بنادیا [3]

1. مدارج النبوۃ، ص **631**
2. مدارج النبوۃ ج **2** ص **63** و بخاری جلد **1** ص **560**
3. سیرت مصطفی ﷺ **161**

قباء میں دار کلثوم میں حضور ﷺ کا قیام

دار کلثوم کے بارے میں علامہ عاصم لکھتے ہیں کہ مسجد قباء سے متصل جنوب میں (یعنی قبلہ رخ) دو گھر بنے ہوئے ہیں جن کی چھت گنبدی شکل کی ہے اور اس پر سفیدی کی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک گھر اس جگہ بنا ہوا ہے جہاں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اور دوسرا اس جگہ جہاں حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میرے آقا مدنی ﷺ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے جب قباء پہنچے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنے قیام کے لیے اور حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنی مجلس کے لیے پسند فرمایا تھا اور یہ دونوں گھر مسجد سے متصل جنوب میں (یعنی قبلہ رخ) واقع تھے۔ [1]

اس خاندان کے سربراہ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ تھے جب سرکار دو جہاں ﷺ ان کے گھر ٹھہرے تو اس قبیلے کے تمام افراد نے خوشی و مسرت میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ کائنات کے عظیم انسان عظیم مہاجران کے مہمان ہوئے **4** دن یا **14** دن قباء میں قیام رہا۔

آپ ﷺ قباء سے مدینہ منورہ پہنچے تو کچھ ماہ بعد جب مسجد نبوی ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کی تعمیر جاری تھی پیغام اجل آ پہنچا اور میزبان رسول اللہ ﷺ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے یہ کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی قبر قبا مقبرہ میں ہے یہ مقبرہ مسجد قباء سے جنوب مشرقی کونے سے باہر تقریبا پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر واقع ہے دو حصوں میں منقسم ہے دونوں کے گرد چار دیواری ہے اس مقبرہ میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم آرام فرما ہیں۔ [2]

حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی قبر مسجد قباء کے قریب موجود قبرستان قباء میں ہے یہ قبرستان مسجد قباء سے **20** فٹ کے فاصلہ پر ہے اس قبرستان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔

1. بحوالہ روض الانف **11/2**
2. ہجرت خیر البشر ﷺ، ص**156**

اس جگہ **1400** سال قبل
سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔

مسجد قبا
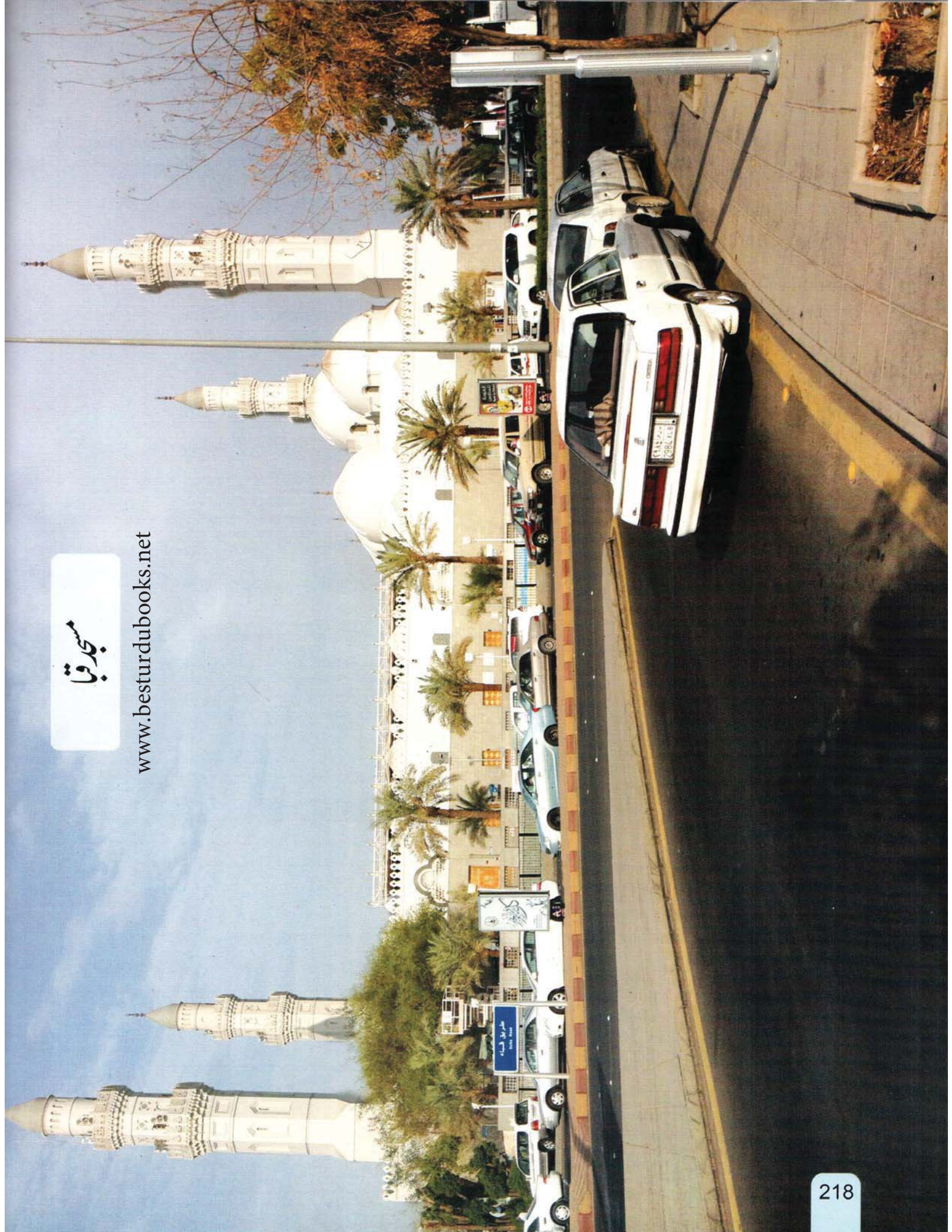
قباء میں حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کا گھر

حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہم کے مکان کے ساتھ ہی حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، عام لوگوں سے ملنے جلنے کے لئے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں نشست رہتی تھی۔ یہ گھر ہجرت سے قبل بھی اسلام کا مرکز تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی کبھار اس میں جمعہ ادا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا اس گھر میں آرام کرنا اور نماز پڑھنا بھی ثابت ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ گھر بعد میں مسجد میں تبدیل ہوگیا اور مسجد دار سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ سے مشہور ہوا۔

یہ مسجد زمانہ ماضی تک موجود رہی۔ **1490** ھ میں مسجد قباء کی توسیع کے وقت یہ مسجد اور کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا مکان توسیع میں آ گئے اب یہ دونوں مکان محراب مسجد کی دائیں جانب کی اگلی صفوں میں شامل ہیں۔ [1]

[1] ھجرت خیر البشر ﷺ، ص **156**

میز بان رسول کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا قباء میں مکان جسے گرا کر مسجد قباء کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔
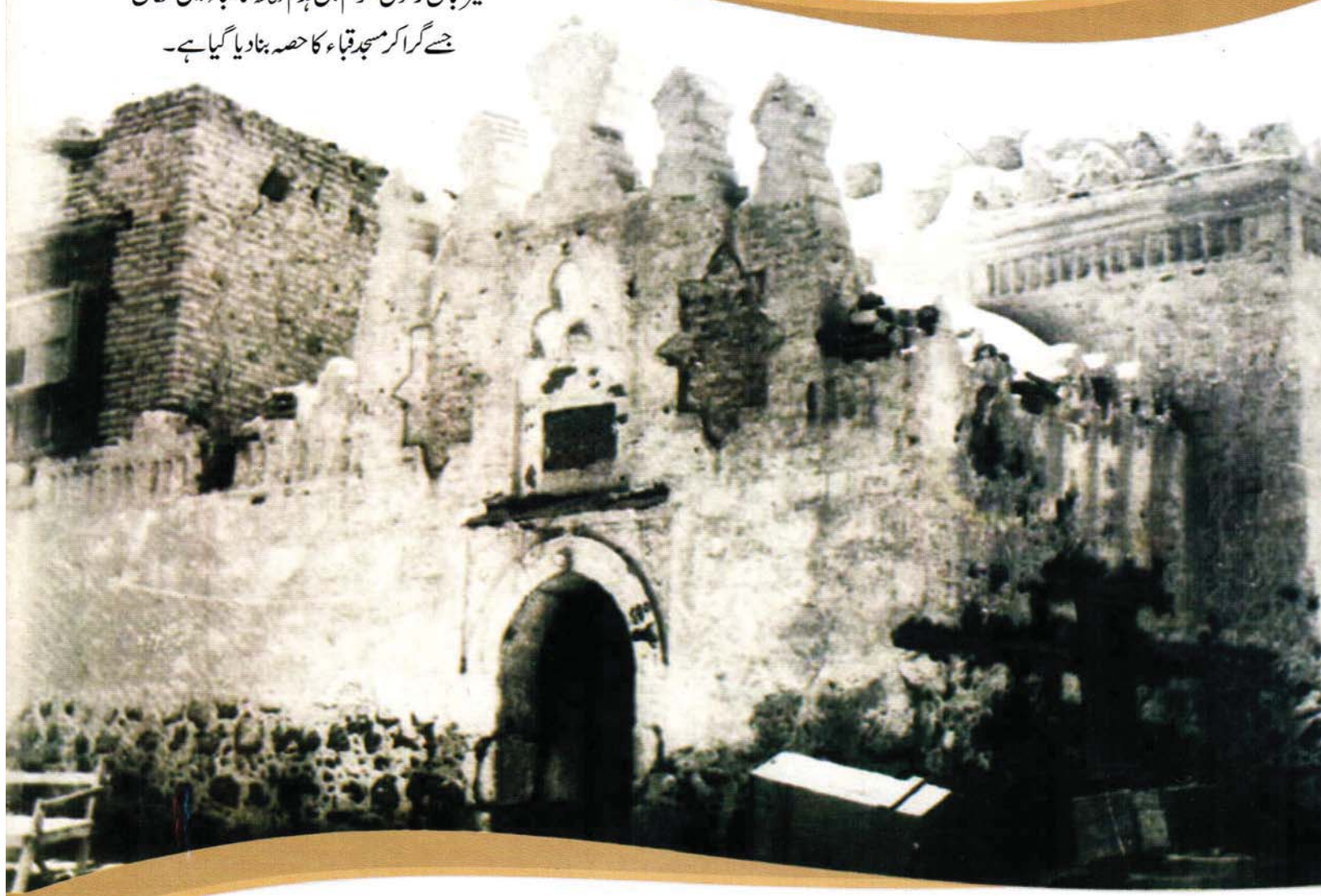
مسجد قباء مؤرخین کی نظر میں

مشہور مؤرخ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کے راستہ میں وادی قباء کے مقام پر محبوب کائنات ﷺ نے جو پہلا کام کیا وہ رب ذوالجلال کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ مسجد قباء کی جگہ پر پہلے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی ایک زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ یہ جگہ انہوں نے مسجد کے لئے پیش کی۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس جگہ حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی وہیں پر مسجد تعمیر کی گئی۔ اہل قباء نے درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک مسجد بنوا دیجئے۔ فرمایا: تم میں سے ایک شخص ہمارے ناقہ پر سوار ہو کر اسے پھرائے۔

مسجد قباء کی تعمیر سے قبل کی بات ہے کہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ ان بارہ انصاری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں شامل تھے۔ جنہوں نے بیعت عقبہ ثانی میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، انہوں نے بیعت عقبہ سے واپسی پر اپنے گھر کے پاس ایک احاطے میں نماز پڑھنے کا بندوبست کیا تھا۔ یہ زمین ایک عورت کی ملکیت تھی جس کا نام لیہ تھا جہاں وہ اپنے بار بردار جانور باندھا کرتی تھی۔

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ نے وہ زمین لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی تا کہ اس پر مسجد تعمیر کی جا سکے، اس کے احاطے میں ایک کنواں ہوا کرتا تھا جس کا نام بیر قباء تھا۔ اسی نسبت سے اس مسجد کو مسجد قباء کہا جانے لگا۔

طبرانی شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کی ناقہ (اونٹنی) پر بیٹھ کر اس جگہ کا چکر لگائیں۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ناقہ رسول ﷺ پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر وہ چھلانگ لگا کر کھڑے ہو گئی اور ان کو اپنے اوپر بیٹھنے نہ دیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوشش کی مگر اس بار بھی اس نے ایسا ہی کیا۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اور ہے جو اس پر سوار ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور قسمت آزمائی کی کوشش کی سب دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ قصوی بڑے آرام سے بیٹھی رہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آسانی سے اس پر سوار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دو اور جہاں جہاں یہ چکر لگائے اس پر نشان لگا دیا جائے اور پھر انہی نشانات کی حدود پر مسجد تعمیر کر دی جائے اس لیے کہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ اس طریقے سے مسجد قباء کی حدود متعین کی گئی۔ احاطہ مسجد کے اندر ہی ناقہ رسول ﷺ کے باندھنے کے لیے جگہ مختص کر دی گئی۔

جب زمین کی حد بندی ہو گئی تو ارشاد رسالت مآب ﷺ ہوا: اے اہل قباء! آؤ مجھے حرہ سے پتھر لا کر دو۔ یوں جب بہت سے پتھر جمع ہو چکے تو ایک پتھر کو اپنے دست مبارک سے اٹھا کر خشت اول کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل قباء سے ارشاد ہوا حرہ سے پتھر لے آؤ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نیزہ نما لاٹھی سے قبلہ کے تعین کے لئے ایک لکیر کھینچی اور اپنے دست مبارک سے ایک پتھر رکھا پھر رفیق غار و مزار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اس کے دائیں جانب پتھر رکھیں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور اس کے ساتھ نصب کر دیا۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد انہیں اسی ترتیب سے خلافت عطا کی جائے گی۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ [2]

[1] بحوالہ تاریخ مدینہ 52/1 [2] حوالہ مستدرک حاکم 313/3

مسجد قباء کا خوبصورت منبر

مسجد قباء کا اندرونی منظر جس میں منبر اور محراب بھی نظر آ رہا ہے
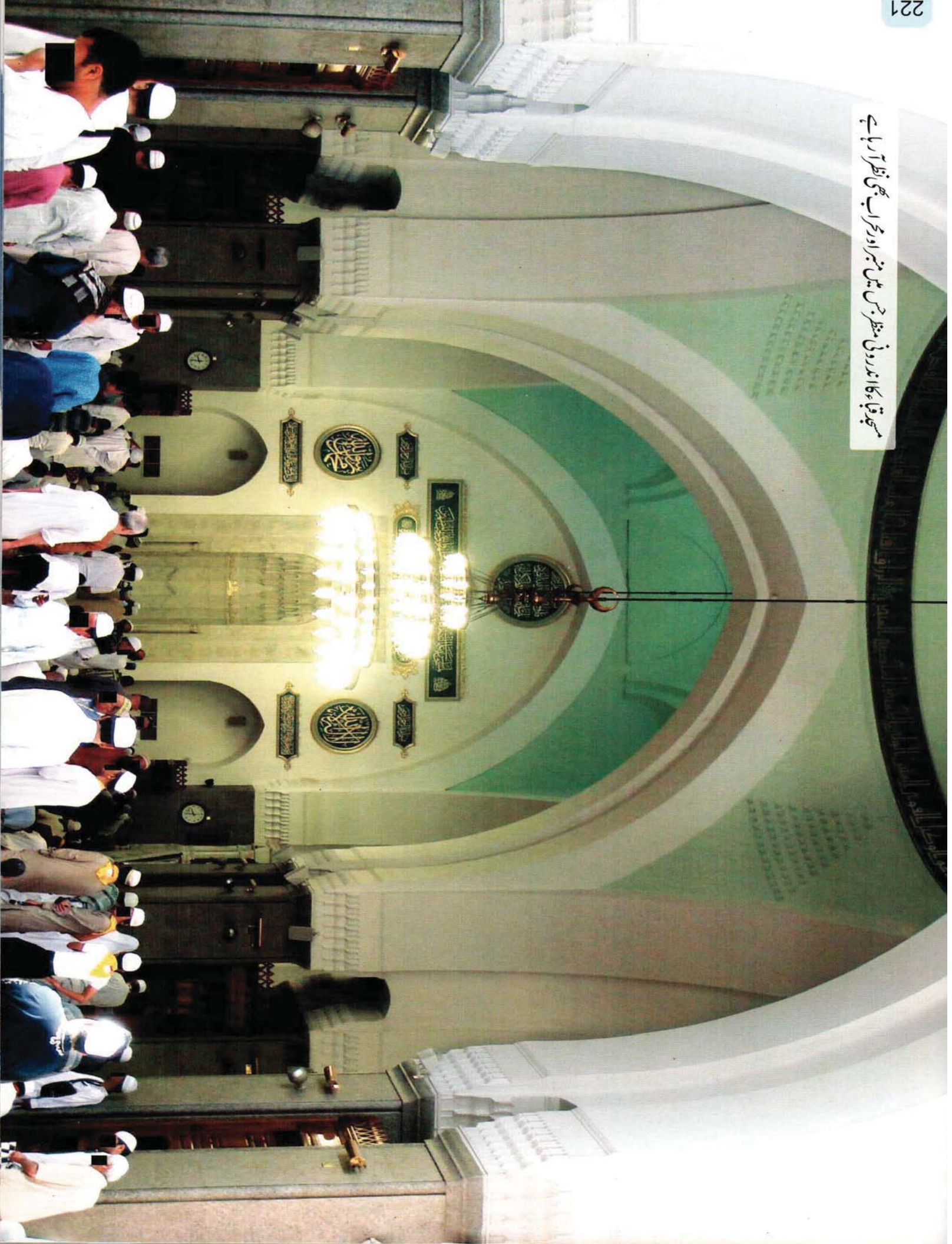
مسجد قباء میں پیارے نبی ﷺ کا قیام اور احاطہ مسجد

سیّد المرسلین ﷺ کے قباء میں قیام کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ چار دن یعنی پیر، منگل، بدھ اور جمعرات قیام فرمایا اور جمعہ کو یثرب روانہ ہوئے۔ محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنا پر **14** دن لکھا ہے۔

سیّد المرسلین ﷺ کے ہاتھوں تعمیر کردہ مسجد قباء کا طول اور عرض **66** گز بیان کیا جاتا ہے۔ اس مسجد میں چاروں طرف عمارت تھی اور اس کے درمیان میں یعنی وسط صحن میں ایک قبہ تھا جو ''مبرک الناقہ'' کہلاتا تھا، کہتے ہیں اونٹنی پہلے اسی مقام پر بیٹھی تھی۔ عمارت مسجد میں کعبہ کی جانب وسط میں ایک محراب تھی اور اس کے بازو میں منبر۔

مسجد قباء کے مصلیٰ کے بائیں جانب کے کونے میں ایک محراب تھی جس کا نام ''طاقۃ الکشف'' تھا۔ مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اس محراب کے محاذی کھڑے ہوتے تو کعبہ نظر آتا تھا۔ اب یہ مسجد نئے سرے سے تعمیر ہوگئی ہے۔ پرانے آثار میں سے کسی چیز کا پتا نہیں ملتا۔

یہی وہ پہلی مسجد ہے جس میں مشرکوں کے کسی خوف کے بغیر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نمازیں پڑھیں۔

یہی وہ پہلی مسجد ہے جو آپ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لئے تعمیر فرمائی۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حبیب خدا ﷺ جب پہلے دن عمرو بن عوف کے قبیلے میں آئے اور مسجد کی بنیاد رکھی تو قبلے کی جہت کا تعین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کیا۔

تحویل قبلہ کے بعد جب میرے آقا ﷺ مسجد قباء تشریف لائے تو اس کی دیوار کعبہ کی جانب کر دی۔

مسجد قباء! جسے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا جس کا ذکر قرآن و حدیث میں بھی ہے، یہ وہ مبارک مسجد ہے جس میں دو رکعت نماز پڑھنے پر عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔

محراب مسجد قباء

جس وقت فخر دو عالم ﷺ نے مسجد قباء کی تعمیر فرمائی تھی۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔ لیکن سولہ یا سترہ ماہ بعد جب بیت اللہ کو قبلہ قرار دے دیا گیا تو مسجد قباء کا محراب بھی تبدیل ہو گیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد قباء میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے بآواز بلند کہا کہ آج رات حضور نبی کریم ﷺ کو حکم خداوندی ملا ہے کہ کعبۃ اللہ کو اپنا قبلہ بنالو لہٰذا تم سب نمازی اپنا منہ کعبہ شریف کی طرف پھیر لو جس پر ہم سب بیت المقدس کی طرف سے کعبۃ اللہ کی طرف نماز ہی میں پھر گئے۔

مصنف تاریخ المدینہ مولانا عبدالمعبود صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ راقم الحروف **1398**ھ **18** اکتوبر **1978**ء کو جب مسجد قباء کی زیارت سے مشرف ہوا تو اس وقت محراب کی صورتِ حال یوں تھی جب تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تو اس کے بعد شمالی دیوار کی بجائے جنوبی دیوار میں کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنے کی غرض سے مصلّٰی کی جگہ مقرر کر دی گئی جیسا کہ نقشہ میں دی گئی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے اس طرح بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جس جگہ نماز پڑھی جاتی رہی وہاں محراب بنا ہوا ہے جو کہ صحن مسجد میں واقع ہے اور مکبر کے چبوترہ کے قریب ہے اس کے اوپر

پتھر پر یہ عبارت کنندہ ہے۔

هٰذَا مَحَلُّ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ اَلْفُ هَانِيَة

اس محراب پر ایک مختصر سا گنبد بنا ہوا ہے اس محراب کے قریب مشرق میں مؤذن کے لئے سیڑھیاں ہیں جبکہ اذان کی جگہ برآمدہ میں ہے۔ [1]

تحویل قبلہ کے بعد جہاں سیّد المرسلین ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز پڑھی وہاں بھی محراب بنادی گئی ہے جو مسجد کی جنوبی اور شمالی محراب کے درمیان مائل بمغرب ہے اس کے اوپر سنگ مرمر کے دو پتھروں پر یہ آیت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ [2]

1. حوالہ صحیح البخاری 625/2، صحیح مسلم 2000/1
2. بحوالہ کامل تاریخ المدینہ المنورہ 476

مسجد قباء میں زائرین نوفل پڑھتے ہوئے
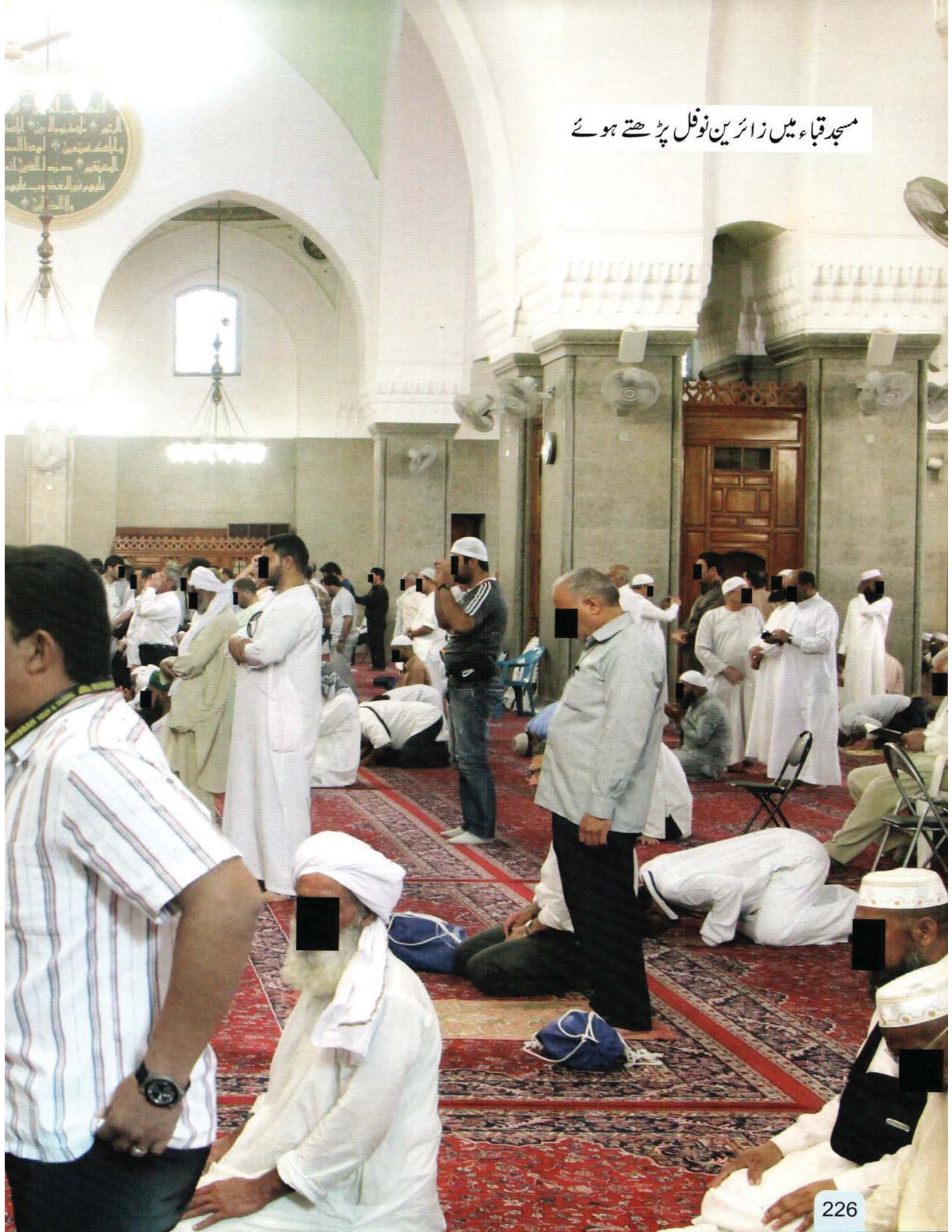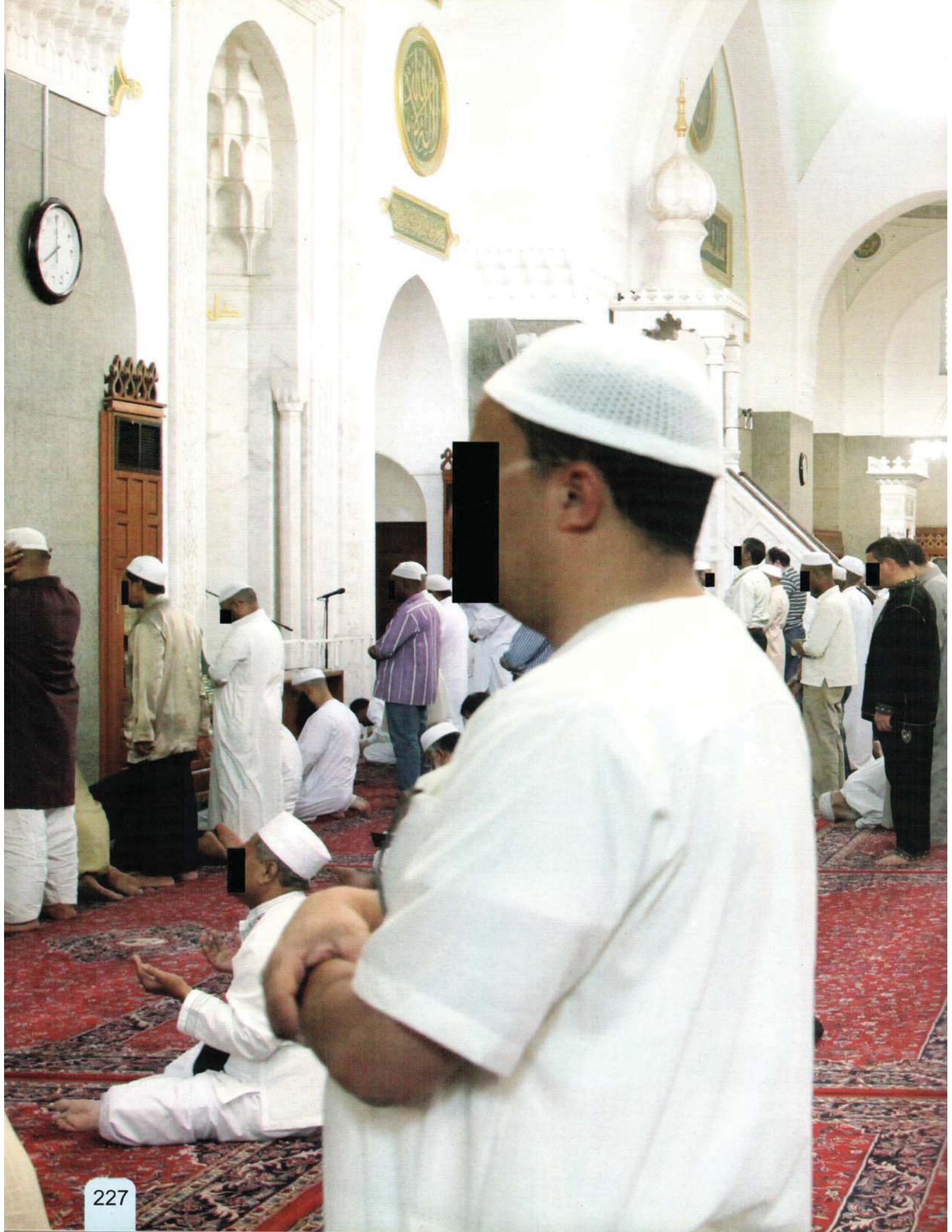
مسجد قباء میں موجود آقا ﷺ کا مصلّٰی

حافظ محمد علی مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

مسجد قباء مدینہ منورہ کی جانب سے جنوب مغربی سمت کی طرف واقع ہے گو کہ شہر کی توسیع کے بعد اب یہ مسجد مدینہ منورہ میں ہی تصور کی جاتی ہے۔ قدیم زمانے سے ہی اس مسجد کا مینار محراب اور منبر سنگ مرمر کا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں ایک کنواں بھی کھدوایا تھا۔ یہاں رسول پاک ﷺ کا مصلی مبارک بھی موجود تھا۔ یہاں باقاعدہ اونٹ کو بٹھانے کی ایک جگہ بھی بنائی گئی تھی۔ قدیم زمانے میں یعنی موجودہ توسیع سے قبل اس مسجد کا طول و عرض ابو غسان کے مطابق **66** ہاتھ تھا۔ یعنی مسجد کے پیٹ میں جو صحن تھا اس کا عرض چھبیس ہاتھ اور طول پچاس ہاتھ تھا۔ بعد میں ممکنہ حد تک اس کی توسیع بھی کی جاتی رہی۔ اس لیے بعد میں اس کے طول و عرض کے حوالے سے علماء میں اختلاف رہا ہے۔ واللہ اعلم!

مسجد قباء میں موجود مسجد نبوی ﷺ کا قدیم ممبر

مسجد قباء کے ضمن میں ہم ایک اور بات قارئین کے گوش گزار کرنا چاہیں گے کہ سلطان قیطبانی نے **888** ہجری میں سنگ مرمر کا ایک خوبصورت منبر بنوا کر مسجد نبوی ﷺ شریف روانہ کیا تھا جو کہ ایک صدی کے لگ بھگ منبر رسول اللہ ﷺ کے مقام پر رہا پھر بعد میں جب سلطان مراد ثانی خلیفہ بنے تو انہوں نے ایک اور منبر بنوا کر مسجد نبوی ﷺ کی نذر کیا تو وہ پرانے منبر کی جگہ نیا منبر مسجد قباء میں رکھ دیا گیا جو کہ آج بھی محراب کے دائیں جانب رکھا ہوا ہے۔

یہ سفید سنگ مرمر سے بنا ہے اور اس کے دروازے گہرے بھورے رنگ کے ہیں جن پر نفیس لکڑی کا کام کیا گیا ہے جس سے مصری کاریگروں کی مہارت اور عشق رسول ﷺ کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ منبر شریف اب بھی زیر استعمال ہے اور مسجد قباء کے امام صاحب اسی پر بیٹھ کر خطبہ دیتے ہیں۔

مسجد قباء کی تعمیر لمحہ بہ لمحہ

مسجد قباء کی تعمیر و توسیع ہر خلیفہ کے دور میں ہوتی رہی، عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں اس مسجد کو کچھ وسیع کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی (ﷺ) کی نئے سرے سے تعمیر کرائی تو مسجد قباء میں بھی توسیع کی اور اسے پتھروں سے مضبوط بنایا۔ اس میں پتھر کے دو بڑے ستون بھی بنوائے جبکہ ان کے بیچ میں لوہا اور سیسہ پگھلا کر ڈلوایا گیا۔ نقش ونگار کے ساتھ ساتھ یہاں ایک منارہ اور چھت بھی تعمیر کرائی۔

ایک وسیع دالان بنوا کر اس کے ساتھ ہی صدر دروازہ نصب کروایا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعمیر بھی خستہ حال ہوئی۔ **555** ہجری میں موصل کے حاکم ابن زنگی کے وزیر جمال الدین اصفہانی نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ **671** ہجری میں پھر اسے جدید طریقے پر تعمیر کرایا گیا۔

733 ہجری میں الناصر بن قلاوون نے یہاں مزید کام کروایا۔ **840** ہجری میں الاشرف برسبائی نے اس میں چھت کا اضافہ کروایا۔ **877** ہجری میں اس مسجد کا ایک مینار شہید ہو گیا جسے **881** ہجری میں تعمیر کروایا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی دیوار اور چھت کو بھی جدید انداز میں مرمت کیا گیا۔

مسجد کے سامنے پانی کی سبیل بھی بنائی گئی۔ دولت عثمانیہ کے دور میں سلطان محمد ثانی اور اس کے بیٹے سلطان عبد المجید کے دور میں **1245** ہجری میں جدید طرز کی خوبصورت تعمیر کی گئی۔

جب سلطان مراد عثمانی نے مسجد نبوی کو موجودہ منبر نذر کیا تو اشرف قاتیبائی کا ممبر مسجد نبوی سے منتقل کر کے مسجد قباء بھیجا گیا۔ مسجد قباء میں اذان دینے کی جگہ بھی بنی ہوئی ہے اور کشادہ صحن سے بھی راستہ ہے جس میں سنگریزے بچھے ہوئے ہیں۔

اس مسجد میں ایک گنبد بنا ہو ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ مسجد کے وسیع صحن میں ایک کنواں بھی ہے۔ نیز مسجد کی اگلی دیوار میں مشرق کی طرف ایک محراب ہے جس کو طاقۃ الکشف کش کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد بھی اس میں مرمت کا کام جاری رہا۔ سلمان محمود ثانی نے **1245** ہجری میں اسے نئے سرے سے بنوا دیا اس کے بعد شاہ فیصل مرحوم کے دور میں **1388** ہجری میں اس کی تعمیر سعودی وزارت حج واوقاف کی نگرانی میں ہوئی اس وقت اس پر **800،000** ریال خرچ ہوئے۔

شاہ فیصل شہید نے **1970**ء میں اسے از سر نو **6** میٹر بلند چبوترے پر استوار کیا اس وقت اس کا ایک سادہ مینار وسط میں گنبد اور رقبہ **40** میٹر مربع تھا۔

1988 کی شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ **15** ہزار مربع میٹر ہو گیا ہے اور اس میں **10** ہزار نمازیوں کے لیے گنجائش ہے۔ اس کی چھت پر **58** چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پر شکوہ مینار ہیں۔ ساری مسجد مکمل طور پر ائیر کنڈیشنڈ ہے۔

مسجد قباء کے اندر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک مرقوم ہے کہ جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر نکلا اور اس مسجد میں داخل ہو کر **2** رکعت نماز پڑھی اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ہوگا۔

مسجد کے قبۃ الثنایا کی محراب کے اوپر آیت تاسیس اور مسجد کے نیچے ترکی زبان میں قطعہ تاریخ کندہ ہے جس میں امام المسلمین شاہ جہاں سلطان محمود خان کے عجز اور گناہ گاری کا اظہار کر کے خدمت تعمیر کی قبولیت اور بخشش کی دعا کی گئی ہے۔ [1]

حضرت مولانا قاری شریف صاحب مسجد قباء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ **47** اور اس کے بعد **56**ء تک مسجد کی یہ کیفیت تھی کہ صحن کچا اور اس میں سرخ بجری بچھی ہوئی تھی جس کو حصوہ کہتے ہیں اور اس جگہ پیارے نبی ﷺ کی ناقہ مبارک بیٹھی تھی وہاں ایک قبہ (مبرک ناقہ) بنا ہوا تھا راقم الحروف نے ایک مرتبہ مبرک ناقہ کی زیارت کی ہے۔

دوسری مرتبہ جب حاضری کا موقع نصیب ہوا تو قبہ ٹوٹ چکا تھا البتہ مبرک ناقہ کی جگہ صحن میں ایک پتھر لگا ہوا تھا اس پر اونٹنی کا قدم بنا کر وہاں لگا دیا تھا تا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ ہجرت کے وقت آپ ﷺ کی اونٹنی یہاں بیٹھی تھی۔

[1] حوالہ ابواب تاریخ مدینہ **120** تا **121**

مسجد قباء اور توسیع شاہ فہد

1984ء میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبد العزیز نے اس کی نئے سرے سے تعمیر کا حکم صادر کیا انہوں نے خاص ہدایات جاری کیں کہ اس کی تعمیر نو ایسے انداز سے کی جائے کہ اس میں اسلامی فن تعمیر کی جھلک نمایاں رہے اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کی عمارت جدید دور کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو چونکہ پچھلی تین دہائیوں میں زائرین کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی اس لیے اس میں مزید توسیع دینے کے احکامات بھی جاری کئے مسجد کا سنگ بنیاد ماہ صفر **1405** ہجری میں رکھا گیا۔

تعمیر نو کا کام بن لادن گروپ کے ذمے لگا جنھوں نے محنت شاقہ اور پوری لگن سے اسے **1986**ء میں پایہ تکمیل تک پہنچا دیا تعمیر کے دوران **600** سے **800** کاریگر اس منصوبے پر کام کرتے رہے ماضی میں اس کا رقبہ **1352** مربع میٹر تھا جو اب بڑھ کر **7465** مربع میٹر ہو گیا ہے مسجد کے اندر **4500** مرد اور زنانہ حصہ میں **1000** خواتین بیک وقت نماز ادا کر سکتی ہیں۔

مسجد کے باہر کے علاقے کا فرش خوش رنگ گرینائٹ کے بلاکوں سے بنایا گیا ہے مسجد کا فرش سطح زمین سے تقریباً ایک منزل بلند ہے اور شمالی جانب نیچے اتر کر زنانہ اور مردانہ بیت الخلاء اور وضو خانے بنائے گئے ہیں مردوں کی طرف کل **134** وضو بنانے کی جگہیں ہیں جب کہ زنانہ کی طرف **23** خواتین بیک وقت وضو بنا سکتی ہیں کل رقبے میں سے **742** مربع میٹر کا علاقہ صرف خواتین کے لیے مخصوص ہے۔

سینٹری ایریا کے ساتھ ہی تجارتی علاقہ ہے جس میں بہت سی دکانیں بنائی گئی ہیں جہاں عموماً تحائف اور مدینہ طیبہ کی سوغاتیں بکتی ہیں خوبصورت شجر کاری کر کے مسجد کے ماحول کو بہت خوشنما بنا دیا گیا ہے ان میں کہیں کہیں مدینہ طیبہ کے روایتی درخت یعنی کھجور کے پیڑ لگا کر اس منظر کو روایتی مدنی رنگ دے دیا گیا ہے جو کہ طلوع آفتاب کے وقت مسحور کن نظر آتا ہے۔

قباء کو مدینہ طیبہ سے ملانے والی ہائی وے جب مسجد قباء کے قریب سے زیرزمین انڈر پاس سے گزرتی ہے تو اس سے یہ منظر اور بھی حسین ہو جاتا ہے پاس ہی پانی کے فوارے لگے ہوئے ہیں جن کی جل ترنگ اہل ذوق کو دعوت فکر دیتی ہے۔

مسجد کے چار مینار ہیں اور ایک بہت بڑا گنبد ہے جو کہ سفید سنگ مرمر کا بنا ہے معذور زائرین کے لیے خاص انتظامات اور راستے بنائے گئے ہیں تاکہ وہ اپنی وہیل چیئر پر اندر جا سکیں مسجد کو مرکزی ایئر کنڈیشننگ نظام سے ٹھنڈا اور گرم کیا جاتا ہے غرض آج کی مسجد قباء بہت دیدہ زیب جو منجھے ہوئے فن تعمیر کی عکاسی کرتی ہے چاروں بلند و بالا مینار اور متعدد چھوٹے بڑے گنبد اس کی عظیم الشان تعمیر کی منہ بولتی تصویر ہیں جو شاہ فہد کے دور میں بنائی گئی۔

مساجد کا ایک طرح امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں ہر قسم کی جدید سہولتیں فراہم کی گئی ہیں جو قدیم اسلامی فن تعمیر اور جدید نظریات کا حسین امتزاج پیش کرتی ہیں۔ یہ تمام خوبیاں مسجد قباء میں بدرجہ اتم موجود ہیں صحن مسجد کے اردگرد مسقّف دالان اور برآمدے ہیں جن کے اوپر چھوٹے چھوٹے گنبد بنائے گئے ہیں صحن کو موسمی اثرات سے بچانے کے لیے اس پر بجلی سے کھلنے اور بند ہونے والی مضبوط ترپال (کینوی لیس) ڈالی گئی ہے جو کہ **12** طویل بڑی پیٹوں کی صورت میں چھت کا سا سایہ مہیا کرتی ہیں۔

سعودی توسیع میں مسجد کا فرش ایسے سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے جس پر موسمی اثرات اور خاص طور پر گرمی اثر نہیں کرتی مسجد کے اردگرد گاڑیاں پارک کرنے کے لیے وسیع پارکنگ ایریاز بنا دیئے گئے ہیں۔ بسیں اور لیموزین مدینہ طیبہ اور قباء کے درمیان زائرین کے آنے جانے کے لیے بہت اہم کردار کرتی ہیں۔

تعمیر نو کے مرحلے میں ایک بار جب حبیب بورقیبہ صدر تیونس نے مسجد قباء کی زیارت کی تو انہوں نے تیونسی گرینائٹ سے بنا ہوا خاص میٹریل اور انجینئر اور کاریگر بھیجنے کی پیش کش کی یوں موجودہ محراب کی چمک اور خوبصورتی میں تیونسی خلوص بھی میسر ہو گیا، مسجد کی تعمیر میں کل **30** لاکھ اینٹیں استعمال ہوئیں جو کہ ارض پاک مدینہ طیبہ کی تراب سے میمنی فیکٹری میں بنی تھیں شاہ فہد نے عامۃ الناس کے لیے مسجد قباء کا **1407** ہجری (**1987**) میں افتتاح کیا مسجد کے ساتھ رہائشی ایریا بھی ہے جہاں امام صاحب اور دیگر عملہ رہائش پذیر ہے۔ [1]

شاہ فہد کی توسیع کے بعد مسجد آگے اور پیچھے کافی بڑھ گئی ہے جس جگہ امام الانبیاء ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی تھی وہاں اب محراب بھی بنی ہوئی ہے۔

[1] جستجوئے مدینہ، باب نمبر 17، 659

محراب دالانوں کے سرے پر بنی ہوئی ہے محراب کے باہر صحن بھی اب سنگ مرمر کا بنا دیا ہے۔

صحن کو شامل کر کے ساری مسجد تقریباً 7465 مربع میٹر ہو گئی ہے جس کی وجہ سے تقریباً دس 10,000 ہزار نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں پہلے صرف ایک مینار تھا اب چار مینار ہو گئے ہیں رات کو جب ان میں روشنی ہوتی ہے تو عجیب سماں ہوتا ہے اور دور دور سے روشنی نظر آتی ہے اور اشراق کے وقت بند کر دی جاتی ہیں۔ [1]

مسجد کا مینار جو کہ شمال مغربی کونے میں باہر سے نمایاں ہوتا تھا اسے مسجد کی دیوار کے اندر شامل کر لیا گیا اور عورتوں کے داخلے کے لئے علیحدہ دروازہ بنایا گیا۔

مسجد کے مشرقی حصے میں الیکٹریکل پینل بورڈ ایئر کنڈیشننگ کے سازو سامان کے ساتھ ساتھ پانی کا بڑا حوض پیدل چلنے والوں کی راہداری کے نیچے واقع ہے۔ پیدل چلنے والوں کے لئے یہ مخصوص راستہ بڑی سڑک سے شروع ہو کر بیرونی صحن کی سطح تک جاتا ہے۔

عورتوں کے لئے خاص صحن کے بالائی جانب معذوروں کے لئے ایک مخصوص راستہ بنایا گیا ہے جہاں سے مسجد کی تمام سطحوں تک رسائی ممکن ہے۔ مسجد کے شرقی حصے میں چھ رہائشی مکانات تعمیر کئے گئے ہیں ان مکانات میں داخلے کا راستہ ایک طرف بڑی سڑک سے ملا ہوا ہے اور دوسری جانب مسجد کے مغرب میں واقع گلی میں کھلتا ہے۔

بڑے دروازے کے بالمقابل بیرونی صحن اور لائبریری کے سامنے والے حصے کو ایک بالائی پل کے ذریعے ملایا گیا ہے جو وضو خانہ جات کو جانے والے راستہ کے اوپر سے گزرتا ہے۔ اس طرح لائبریری کے سامنے اور پل کے نیچے مارکیٹ کے لئے موزوں جگہ نکل آئی ہے۔

مسجد قباء کا رقبہ

حصہ مردانہ برائے نماز 5035 مربع میٹر۔ اندرونی حصہ زنانہ برائے نماز 750 مربع میٹر ہے۔

مسجد کی عمارت کی تعمیر میں برمحل کنکریٹ اور لوہے کی سلاخوں سے متحمل پہلے سے تیار شدہ کنکریٹ بلاکوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ مسجد کے فرش کی بنیادیں اور بڑی دیواریں برمحل کنکریٹ سے بنائی گئی ہیں جب کہ چھت کے اوپر بیرونی دیوار محراب اور گنبد میں پہلے سے تیار شدہ کنکریٹ بلاک استعمال کئے گئے ہیں۔

مسجد کی عمارت میں 6 میٹر قطر کے 56 عدد چھوٹے گنبد اور 12 میٹر قطر کے 6 عدد بڑے گنبد شامل ہیں۔ آٹھ گنبد ایک دوسرے سے ملحق ہیں اور مسجد کے شمالی میناروں کے درمیان دو راہداریوں کے اوپر واقع ہیں۔ ان گنبدوں نے چھت کو ڈھانپا ہوا ہے۔

مسجد کے چاروں کونوں پر چار ایک جیسے مینار ہیں جن کی بلندی 47 میٹر ہے اور یہ پہلے سے تیار شدہ کنکریٹ بلاکوں سے بنائے گئے ہیں۔ مسجد کے صحن کو ریموٹ کنٹرول چھت سے ڈھانپا گیا ہے اور جو موسم کے مطابق کھولے اور بند کئے جا سکتے ہیں۔ مسجد میں داخلے کے سات بڑے دروازے ہیں۔

پھر مسجد کے اندرونی اور بیرونی ہال کے لئے مقامی طور پر بنی ہوئی سنگ مرمر کی ٹائیلوں کا استعمال کیا گیا ہے اسی طرح سنگ مرمر کی ٹائلیں مسجد کی اندرونی اور بیرونی دیواروں کی بنیادوں، گنبدوں اور محرابی سطح تک نہایت خوبصورتی سے استعمال کی گئی ہیں۔ روشنی کے لئے کھلی جگہوں پر پردوں اور جالی کے لئے جپسم کے تختوں کے دونوں جانب رنگ دار شیشوں کا امتزاج بہت ہی جاذب نظر ہے۔ گنبدوں کی آرائش بڑے ماہرانہ انداز سے ہوئی ہے۔

ایئر کنڈیشننگ کا نظام دو طرفہ مکمل خود کار کنٹرول پر مبنی ہے۔ ٹھنڈی ہوا کو اندرونی اور بیرونی ہال تک لے جانے لئے خاص طور پر ایسے راستے بنائے گئے ہیں جو ٹھنڈی ہوا کو نچلی سطح سے بالائی ہوادانوں کے ذریعے مسجد کے تمام حصوں میں پہنچاتے ہیں۔ وضو خانہ جات میں خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں اور کثیف ہوا کو عمودی نالیوں کے ذریعے چھت کی بالائی سطح پر لے جا کر پنکھوں کے ذریعے خارج کیا جاتا ہے تمام مکان لائبریری اور دفاتر بھی پوری طرح علیحدہ مشینوں کے ذریعے ایئر کنڈیشنڈ بنائے گئے ہیں۔

مسجد میں روشنی کا برقی نظام چھت سے لٹکے ہوئے فانوسوں اور شمع دانوں پر مشتمل ہے۔ ان فانوسوں کے مرکز میں ہوا کے مناسب دوران کو قائم رکھنے کے لئے پنکھوں کا اہتمام موجود ہے۔ رات کے وقت روشنی کو تیز تر کرنے والے برقی شمع دان دونوں صحنوں کی چھت اور میناروں کو بڑے خوبصورتی سے منور کرتے ہیں۔ اسی قسم کے شمع دان بیرونی احاطہ میں بھی روشنی کا خاطر خواہ انتظام کرتے ہیں۔ [2]

[1] تاریخ حرمین شریفین 267

[2] مسجد نبوی کا تصویری البم، ص 357

مسجد قباء میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کا قیام

ہجرت مبارکہ کے چھ یا سات ماہ بعد جس عرصہ میں حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم رہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا تا کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ کو مدینہ طیبہ لایا جا سکے اس وقت تک مسجد نبوی شریف کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات ﷺ کے دو حجرات مبارکہ بھی تیار ہو چکے تھے۔

مکہ مکرمہ سے تشریف آوری پر آپ ﷺ کے اہل خانہ پہلے قباء میں حضرت کلثوم ابن ہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان رہے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ بھی تھے پھر جب سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا جو کہ اس وقت حاملہ تھیں تشریف لائیں تو وہ بھی قباء میں ہی ٹھہریں اور اسی اثناء میں ان کے ہاں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی جو کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے بچے تھے جن کی پیدائش ہجرت کے بعد ہوئی تھی۔ یوں ارض قباء کو ایک اور فخر کا مقام مل گیا اور ہجرت مبارکہ کے بعد مہاجرین کے ہاں پہلے بچے کی ولادت بھی ارض قباء پر ہی ہوئی۔ ❶

قباء میں مہاجرین کیلئے انتظامات

ہجرت مبارکہ کے بعد بے گھر مہاجرین جن کے پاس رہنے کا کوئی انتظام نہیں تھا وہ مسجد نبوی شریف کے ایک کونے میں ایک چبوترے (یعنی الصفہ یا الظلہ) پر قیام کرتے تھے بعد میں جب مزید مہاجرین آ گئے تو صفہ کا مقام بھی تنگ پڑ گیا لہذا ان کے قیام کے لیے قباء میں عارضی انتظامات کئے گئے اس علاقہ کو حیّ المہاجرین اور بعد میں اسے حوش المہاجرین اور العرفات بھی کہا جاتا تھا۔

یہاں حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے قیام فرمایا تھا اصحاب صفہ میں سے بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی وہیں ٹھہرے تھے اس ٹیلے کو العرفات اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اسی جگہ رسول اللہ ﷺ یوم عرفات کو ٹھہرے تھے (جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے) اور معجزے کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میدان عرفات کا جلوہ دکھایا تھا جہاں ان کے دیگر ساتھی فریضہ حج کے دوران وقوف عرفات کر رہے تھے۔ ❷

اس مقام پر ایک خوبصورت مسجد ہوا کرتی تھی جس کو مسجد عرفات کہا جاتا تھا جسے مسمار کر دیا گیا ہے اور وہ مسجد اور اس کا محل وقوع اہل قباء کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں (لیکن دل سے اوجھل نہیں ہوئی) اسی طرح اس بستی کی باقیات بھی ویران کر دی گئی ہیں تاہم اس کی کچھ باقیات جہاں اصحاب الصفہ (مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) نے عارضی طور پر قیام فرمایا تھا ابھی بھی بقید حیات ہیں مگر انتہائی خستہ اور ناگفتہ بہ حالت میں ہیں اس کے علاوہ قباء میں ایک اور تاریخی مقام قباء کا قدیم قلعہ ہے جس کی عمارت سے اس کی عظمت رفتہ کی جھلک اب بھی نظر آتی ہے۔

❶ جستجوئے مدینہ، ص 651 ❷ حوالہ رحلۃ ابن جبیر 145

قباء کے دیگر تاریخی مقامات

تقریباً نو صدیاں پہلے مشہور سفر نامہ نگار ابن جبیر نے جب قباء کی زیارت کی تو وہ اس میں واقع تاریخی مقامات کے متعلق لکھتے ہیں۔
مسجد قباء کے قبلہ کی جانب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر ہے اور اس گھر کے احاطے میں مغربی جانب ایک کنواں ہے جس کے پاس ہی ایک چوڑا پتھر پڑا ہے جس پر لوگ وضو کرتے ہیں اور پھر دار بنی نجار کے بعد دار عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس کے سامنے دار عمر رضی اللہ عنہ، دار فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دار ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے جس کے سامنے بئر اریس ہے جس کا پانی نمکین ہوا کرتا تھا مگر جونہی اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا اس کا کھارا پانی میٹھا اور پینے کے قابل ہو گیا اور اسی کنویں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے انگوٹھی گر گئی تھی۔

1 حوالہ رحلۃ ابن جبیر 145
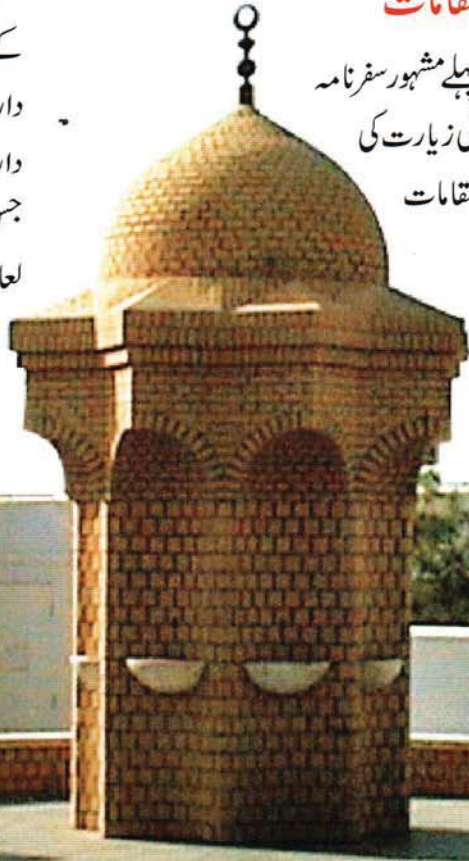
مسجد قباء کے باہر بئر اریس نامی کنواں ہوا کرتا تھا، اب جدید تصویر میں کنویں کے آثار ختم کر کے اس کے اوپر یہ فوارہ بنا دیا گیا البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ کنواں اس جگہ پر تھا، جہاں اب پانی کی سبیل بنی ہوئی ہے
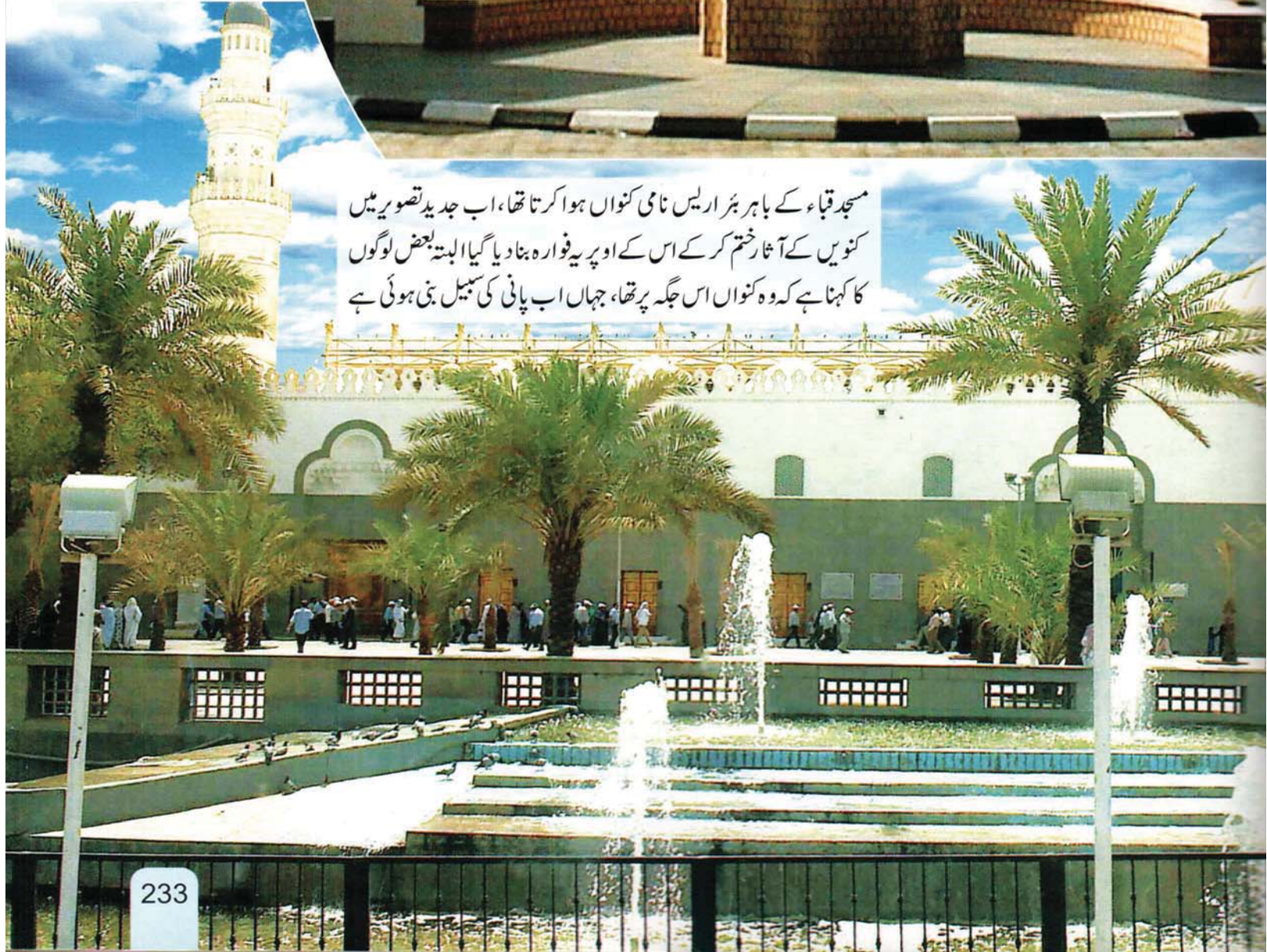
جب سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو انہوں نے مسجد قباء سے متصل ایک گھر لے لیا اور اہل بیت طاہرہ کے یہ سرخیل چھ ماہ تک وہیں مقیم رہی۔ ابراہیم رفعت پاشا کے بیان کے مطابق مسجد قباء کی مغرب جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہوا کرتی تھی جو کہ اس گھر کی جگہ تھی جہاں خاتون جنت سیدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے اس میں چکی پیسا کرتی تھی جو حضور نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں جہیز کے طور پر دی تھی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے تاریخی مقامات تھے جو کہ قباء میں تھے مثلاً بیر غرس، بیر اریس وغیرہ جن میں سے چند تو ابھی تک بقید حیات ہیں، اگرچہ لوگوں کو ان کے استعمال سے منع کرنے کے لیے انہیں بند کر دیا گیا ہے جب کہ باقی کے آثار اور مقامات ترقی کی اندھی دوڑ میں بلڈوزروں سے روندے جا چکے ہیں۔

اہم تاریخی مقامات مثلاً دار حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ دار سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ (جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوقت ہجرت قیام فرمایا تھا) مسجد سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور بئر اریس وغیرہ سب مسجد قباء کے توسیعی منصوبے کی آڑ میں منہدم کر دیئے گئے تھے، حالانکہ یہ تمام مقامات مسجد قباء کی قبلہ کی جانب واقع تھے جس طرف مسجد شریف بڑھائی نہیں گئی ان میں صرف چند ایسے ہیں جو کہ مسجد قباء میں آ گئے مگر باقیوں کی جگہ پارکنگ گراؤنڈ بنا دیئے گئے ہیں جہاں تک بئر اریس کا تعلق ہے تو وہ سڑک اور درختوں کے جھنڈ کے نیچے دفن کر دیا گیا ہے۔

ان دنوں قباء العوالی تقریباً پھیل کر ایک گنجان آبادی بن چکی ہے وہاں چند بچے کچے آثار اور تاریخی مقامات کے نشانات اب بھی موجود ہیں جن میں مسجد جمعہ، مسجد شمس، مسجد مصبح، بیر غرس، بستان حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مؤلف کی مدینہ طیبہ میں **2002**، کے اواخر میں

مسجد قباء کے اطراف میں موجود خوبصورت باغ! یہ وہ جگہ ہے جس کے ایک ایک ذرہ میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کی خوشبو آج بھی موجود ہے

حاضری پر معلوم ہوا کہ وہاں درختوں کی باقیات کا بھی صفایا کر دیا گیا ہے) بستان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہے) بیر العہن (عام زائرین کی نظروں سے اوجھل انتہائی بے اعتنائی کا شکار ہے) مشربہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہا، مسجد الفضیخ (یہ مسجد اگست 2002، میں گرادی گئی تھی) مہاجرین کی بستی اور یہودیوں کی چند قدیم بستیاں وغیرہ شامل ہیں مسجد قباء کے قریب ہی قبلہ کی جانب وہ تمام تاریخی مقامات ہوا کرتے تھے جو حیات رسول مقبول ﷺ سے کسی طور پر منسلک رہے تھے۔

مثلاً دار سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ اور دار کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ (جہاں سرور دو عالم ﷺ نے ہجرت پر قیام فرمایا تھا) پاس ہی بئر اریس (بئر خاتم) ہوا کرتا تھا قبلہ ہی کی جانب دو چھوٹی چھوٹی مساجد بھی ہوا کرتی تھیں جن میں سے ایک مسجد سیدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھی جو اس مقام پر تعمیر کی گئی تھی جو شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے سیدہ النساء سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد لیا تھا اور جہاں پر دونوں نے چھ ماہ تک قیام فرمایا تھا ایک اور چھوٹی سی مسجد بھی ہوا کرتی تھی جو کہ مسجد شمس کے نام سے مشہور تھی مسجد قباء کے توسیعی منصوبے کی وجہ سے وہ تمام جگہ صاف کر دی گئی تھی اب نہ تو وہاں مسجد ہے اور نہ ہی وہ تاریخی مقامات پہلے تو اس جگہ کو خالی پلاٹ کی صورت میں کھلا چھوڑ دیا گیا مگر اب 2002 کے اواخر میں وہاں ایک شاپنگ سینٹرز زیر تعمیر تھا ان مکانات کی جگہ حال ہی میں کھجوروں کی ایک منڈی بھی قائم کر دی گئی ہے۔ مراۃ الحرمین 397

مسجد قباء کے باہر نصب تختی اور خوبصورت دروازہ

ہجرت کے وقت حضور ﷺ کے ہاتھوں مسجد جمعہ کی تعمیر اور پہلی نماز جمعہ

تقریباً **1400** سال قبل مسجد نبوی سے **2** کلومیٹر دور مسجد قباء تھی، مسجد قباء کی شمالی جانب **800** میٹر کے فاصلہ پر ایک قبیلہ بنو سالم رہتا تھا۔

سیّد المرسلین ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے کے **14** یا **24** روز کے قیام کے بعد مسجد قباء کی تعمیر فرما کر جمعہ کے دن آپ قباء سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں قبیلہ بنی سالم کے لوگوں نے آقا ﷺ سے درخواست کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ اگر کچھ دیر ہمارے محلّہ میں قیام فرمالیں تو یہ ہمارے لیے بڑی خوش نصیبی ہوگی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی اس درخواست کو قبول فرمایا اسی اثناء میں جمعہ کی نماز ہوگئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے بنو سالم کے ہی محلّہ میں نماز جمعہ پڑھی بعد میں اس جگہ باقاعدہ مسجد بنادی گئی یہی وہ مسجد ہے جو آج تک مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے۔

یہ جگہ وادی رانوناء بھی کہلاتی ہے۔ یہ جمعہ کی پہلی نماز تھی جو میرے آقا ﷺ نے مدینہ منورہ میں ادا فرمائی۔ اسی نسبت سے اس مسجد کو مسجد جمعہ کہا جانے لگا۔ اب یہ مسجد نہایت پختہ اور خوبصورت بنی ہوئی ہے اگر چہ اس کے گرد اب کوئی وادی نہیں ہے۔ یہ مسجد مسجد قباء سے **1** کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ [1]

مسجد جمعہ جہاں ہجرت سے قبل حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسعد بن زرار رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔

اخبار مکہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ مدینہ کے محلّہ بنو سالم میں پہلی نماز جمعہ کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ **100** کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ [2]

اس جمعہ میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک نہایت ہی خوبصورت اور جامع خطبہ دیا۔ [3]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اس خوشی میں ایک بکری ذبح کرنے کا بھی اہتمام کیا۔ وہ جمعہ عالم اسلام میں سب سے پہلا جمعہ تھا۔ کیونکہ مکہ میں کفار کا غلبہ تھا اس وجہ سے وہاں جمعہ کا اہتمام کرنا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے عبادت کرنا مشکل تھا کیونکہ وہاں امن نہیں کفار کا شر تھا اس وجہ سے مکہ مکرمہ میں جمعہ ادا کرنا ثابت نہیں ہے۔ [4]

[1] خلاصة الوفاء، ص **267** اخبار مدينة الرسول **68**
[2] الطبقات لابن سعد **236/1** [3] حواله تاريخ طبری **115/2**
[4] حواله فتح الباری **326/7**

100 سال پرانی مسجد جمعہ! اس جگہ اب نئی مسجد جمعہ تعمیر کر دی گئی ہے، جس کی تصاویر آپ اگلے صفحہ پر دیکھ سکتے ہیں۔

البتہ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے فرض ہوگیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل جمعہ پڑھتے تھے۔

تاریخی مساجد کی اہمیت کے لحاظ سے مسجد جمعہ تیسری مسجد ہے جہاں امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مبارکہ کے بعد باجماعت نماز کی اقتداء فرمائی تھی پہلی دو مساجد میں مسجد قباء اور مسجد بنوانیف کا نام آتا ہے۔

بنو سالم قبیلہ میں حضرت ابو حصین رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ آپ نے انہیں اسلام لانے پر مجبور کیا تو آیت نازل ہوئی:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ [1]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں ظاہر ہوچکی ہے۔

اسی قبیلے کے حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے رہ گئے۔ ایک دن سخت گرمی تھی گھر پہنچے تو چھڑکاؤ کیا ہوا تھا، پانی ٹھنڈا اور کھانا تیار تھا۔ کہنے لگے: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت دھوپ، لُو اور گرمی میں ہے اور ابو خیثمہ ان نعمتوں میں! یہ انصاف نہیں ہے، اللہ کی قسم! میں گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ پھر تیاری کی اور سامان سفر لے کر روانہ ہوگئے۔ تبوک میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کرے یہ ابو خیثمہ ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آقا! وہی ہیں۔ حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کر کے آپ بیتی سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا دی۔ [2]

اس مسجد کی تعمیر نو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں **88** ہجری میں ہوئی اس کا طرز تعمیر بھی ان دیگر مساجد جیسا تھا جو کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تھیں، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اس کی تعمیر نو عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے دور میں دوسری صدی ہجری کے وسط میں ہوئی پھر اس کے بعد صدیوں تک اس کی مرمت یا تعمیر نو کا کہیں ذکر نہیں ملتا یہاں عثمانیوں کی نظر التفات اس کی زبوں حالی پر پڑی اور ترکی سلطان مظفر بایزید (**886-198** ہجری) کو اس کی تعمیر نو کا فخر حاصل ہوا اور اوپر دی گئی تصویر ترکی دور کی تعمیر سے تعلق رکھتی ہے اور یہ **1960** ء کی دہائی سے متعلق ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کافی بلند سطح پر تعمیر کی گئی تھی اور **5.5×8** میٹر کے رقبے پر بنائی گئی تھی جس پر ایک چھوٹا سا مگر جاذب نظر گنبد تعمیر کیا گیا تھا۔

البتہ مولانا عبد المعبود صاحب لکھتے ہیں کہ مسجد جمعہ کے اولین تعمیر کنندگان میں عبد الصمد عباسی امیر مدینہ بھی تھا جسے خلیفہ مہدی عباسی نے **159** ھ/ **776** ء میں معزول کر دیا تھا۔

[1] سورۃ بقرۃ: **256** [2] تاریخ مدینہ منورہ، ص **50**
[3] آثار المدینہ، ص **88**

جدید مسجد جمعہ کا بیرونی منظر

مسجد جمعہ کی توسیع ومقام

مسجد جمعہ کی نصف عمارت پتھروں سے بنائی گئی ہے۔اس کی موجودہ مضبوط پتھروں کی عمارت سلطان بایزید عثمانی نے نویں صدی ہجری میں تعمیر کرائی تھی۔

ایک سعودی تاجر سید حسن الشربتلی نے مسجد کے جنوب میں کچھ عرصے پہلے ایک باغ خریدا تھا اور انہوں نے مسجد کو دوبارہ سنگ مرمر سے بنوایا تھا۔

مسجد جمعہ کا طول **8** میٹر عرض 4.5 میٹر اور بلندی **2** میٹر سے کچھ زیادہ ہے۔اس کے علاوہ اندر **8** میٹر لمبی ایک کشادہ جگہ ہے۔

یہ مسجد موضع قباء کی وادی رانوناء کے دامن میں کھجوروں کے ایک باغ کے اندر واقع ہے۔

یہ وادی مسجد قباء کے شمال میں نصف کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور مدینہ منورہ سے 2.5 کلومیٹر دور ہے۔

مسجد جمعہ کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر خادم حرمین شریفین شاہ فہد کے زمانہ میں اس کی تعمیر و توسیع کا اہتمام کیا گیا اس میں **650** نمازیوں کی گنجائش ہے۔ مینار کی بلندی **25** میٹر ہے۔
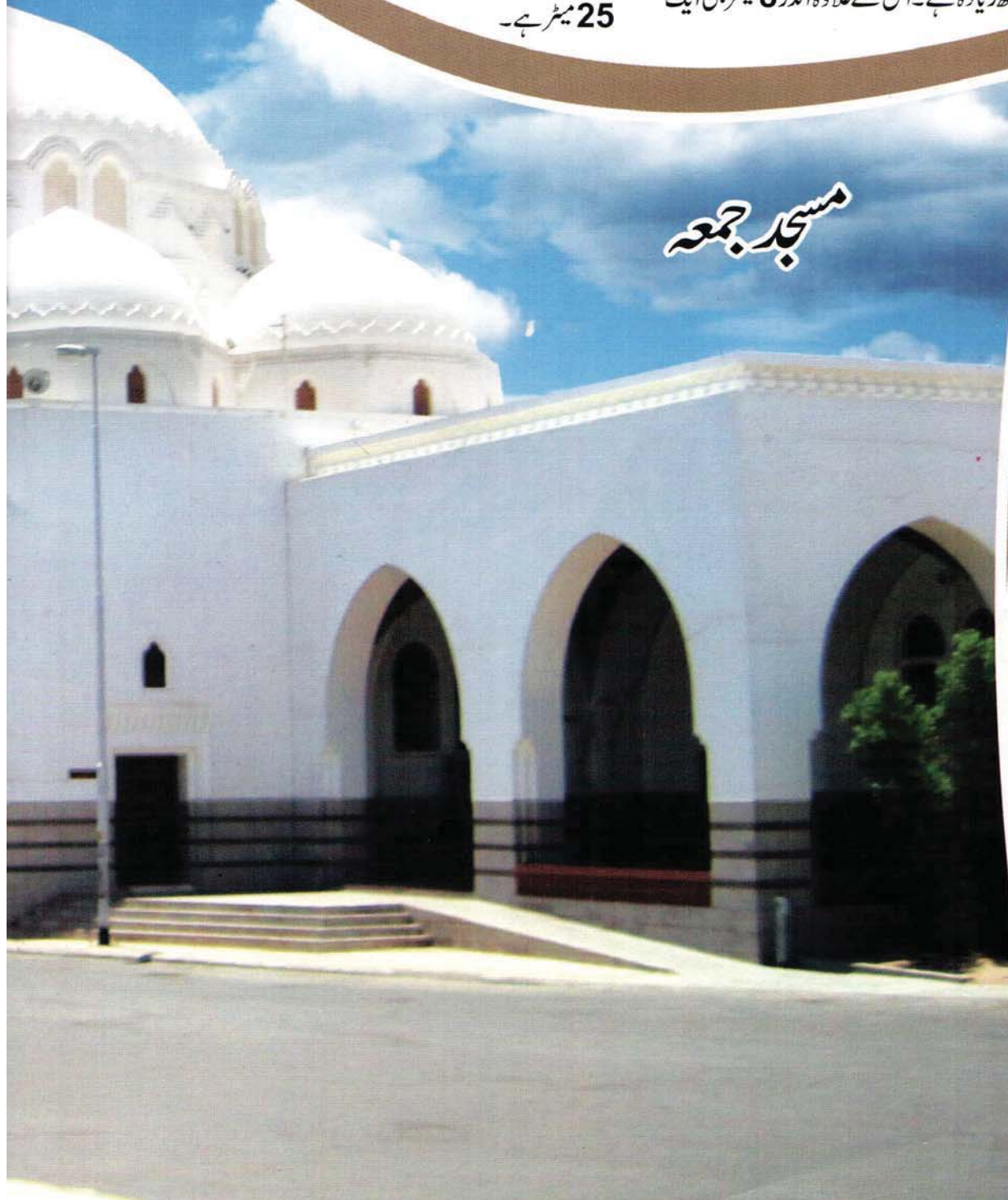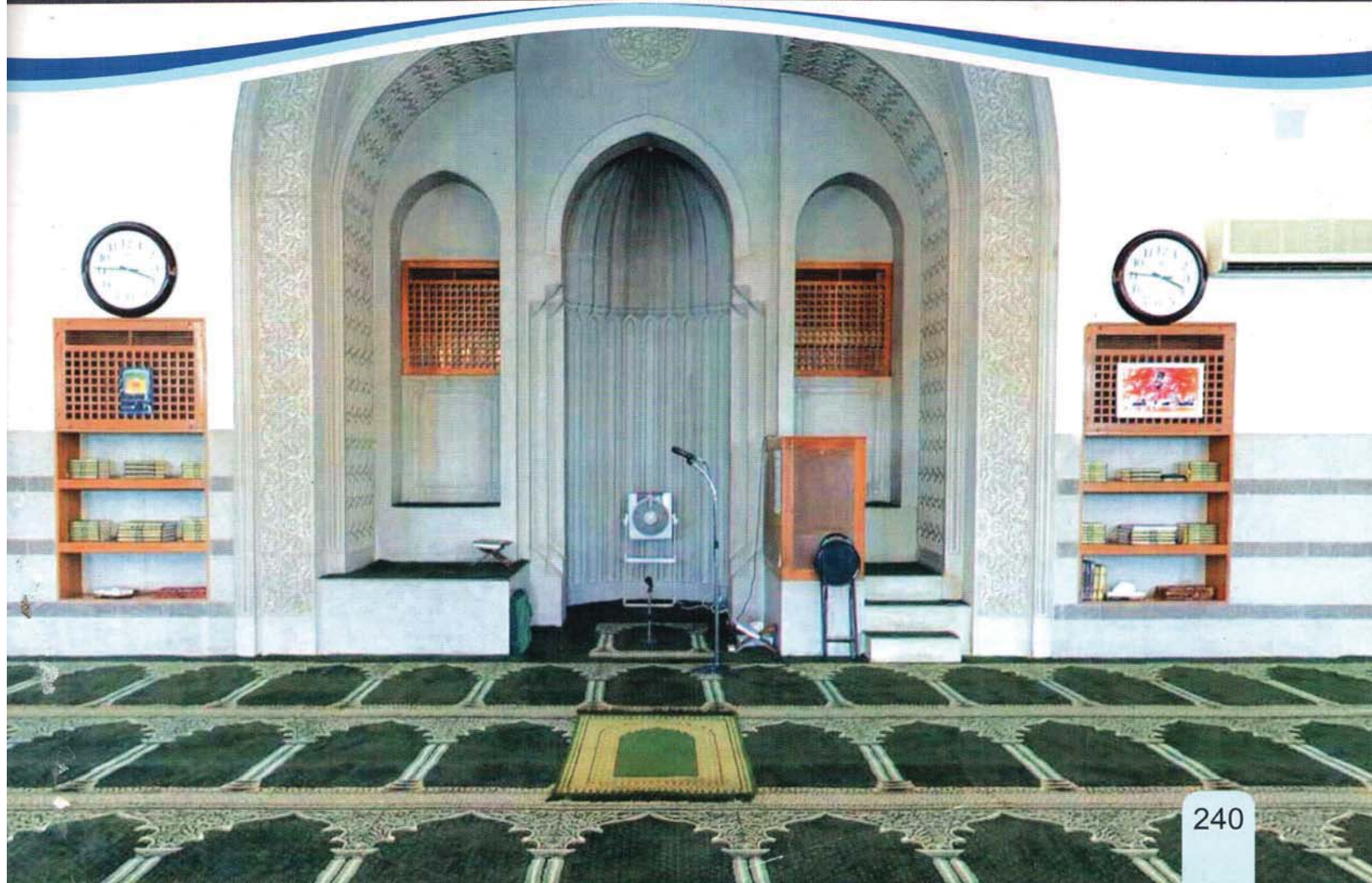
مسجد جمعہ کا بیرونی دروازہ

مسجد جمعہ کی دوران تعمیر لی گئی تصویر
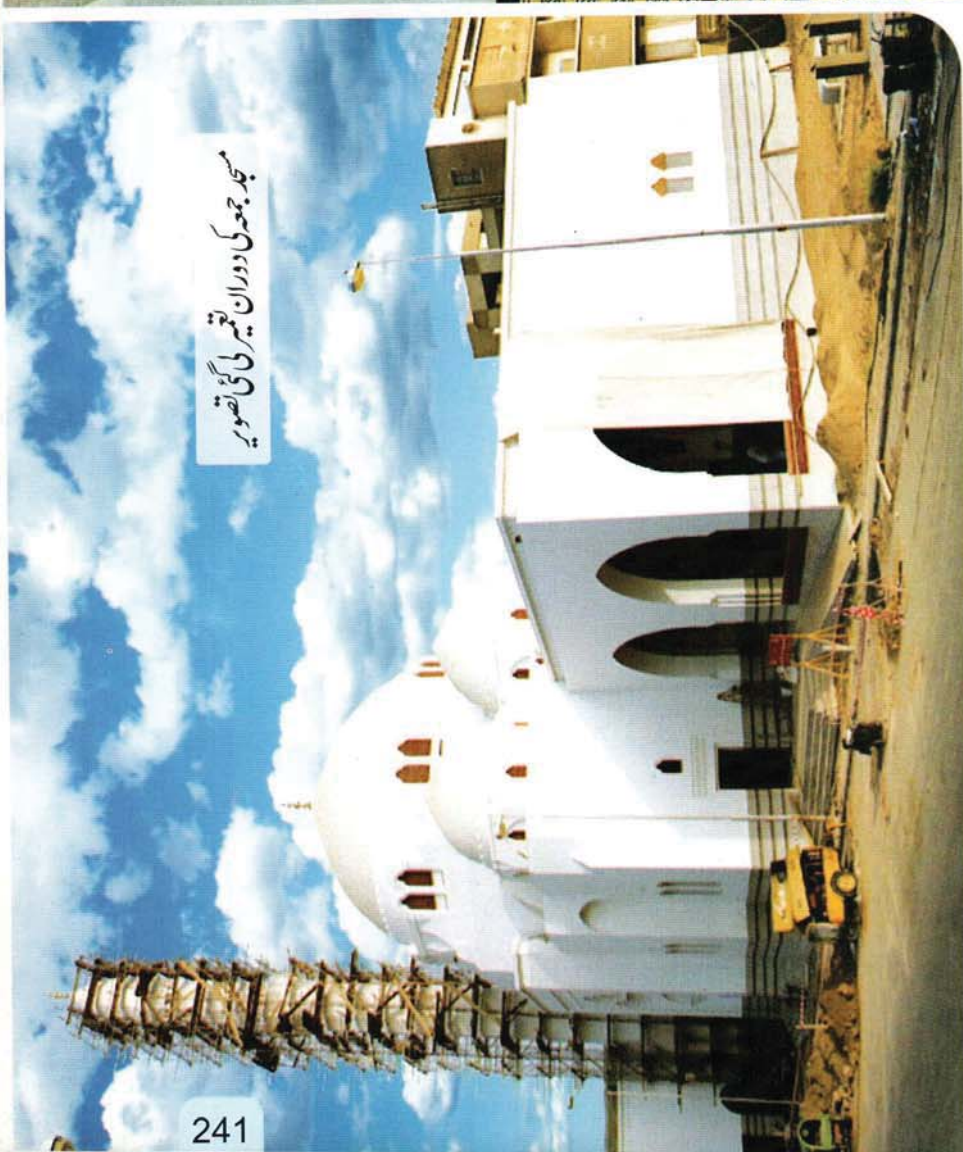
مسجد جمعہ کی دوسرے رخ سے لی گئی تصویر
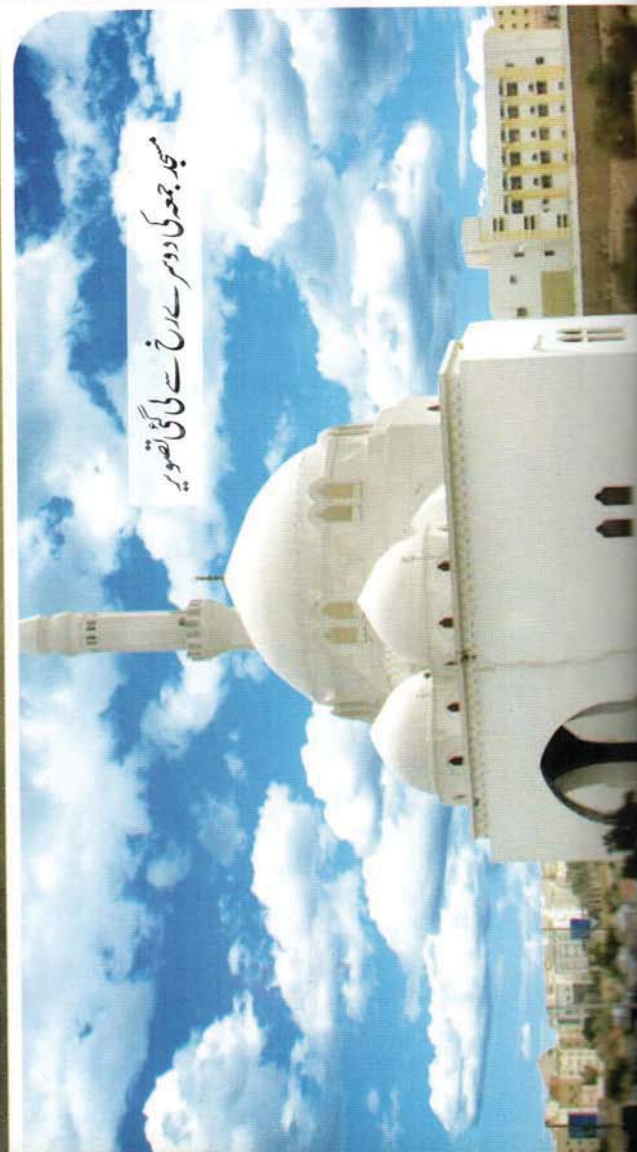
مسجد جمعہ کے اندرونی روح پرور مناظر
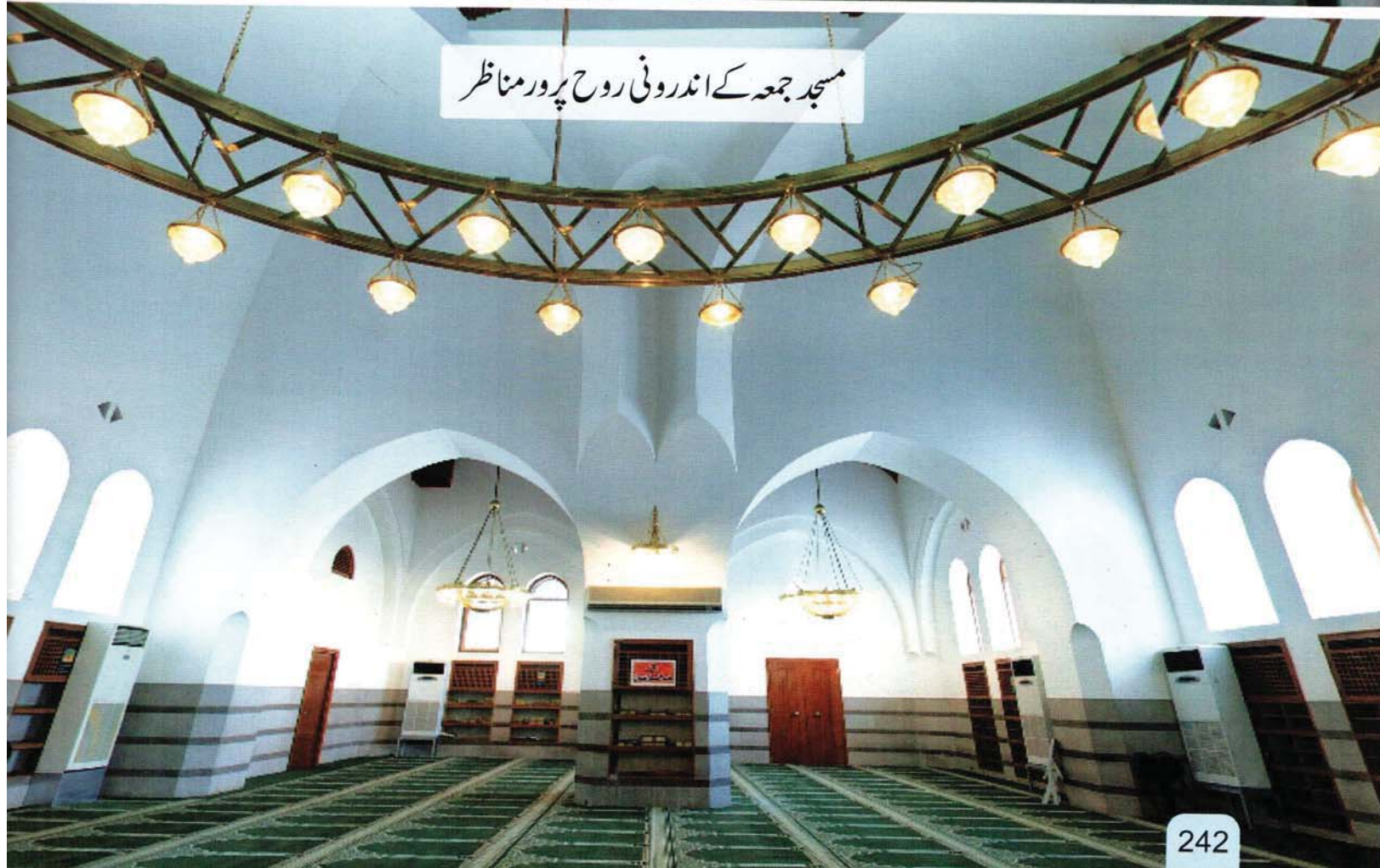
مسجد جمعہ کا خوبصورت گنبد
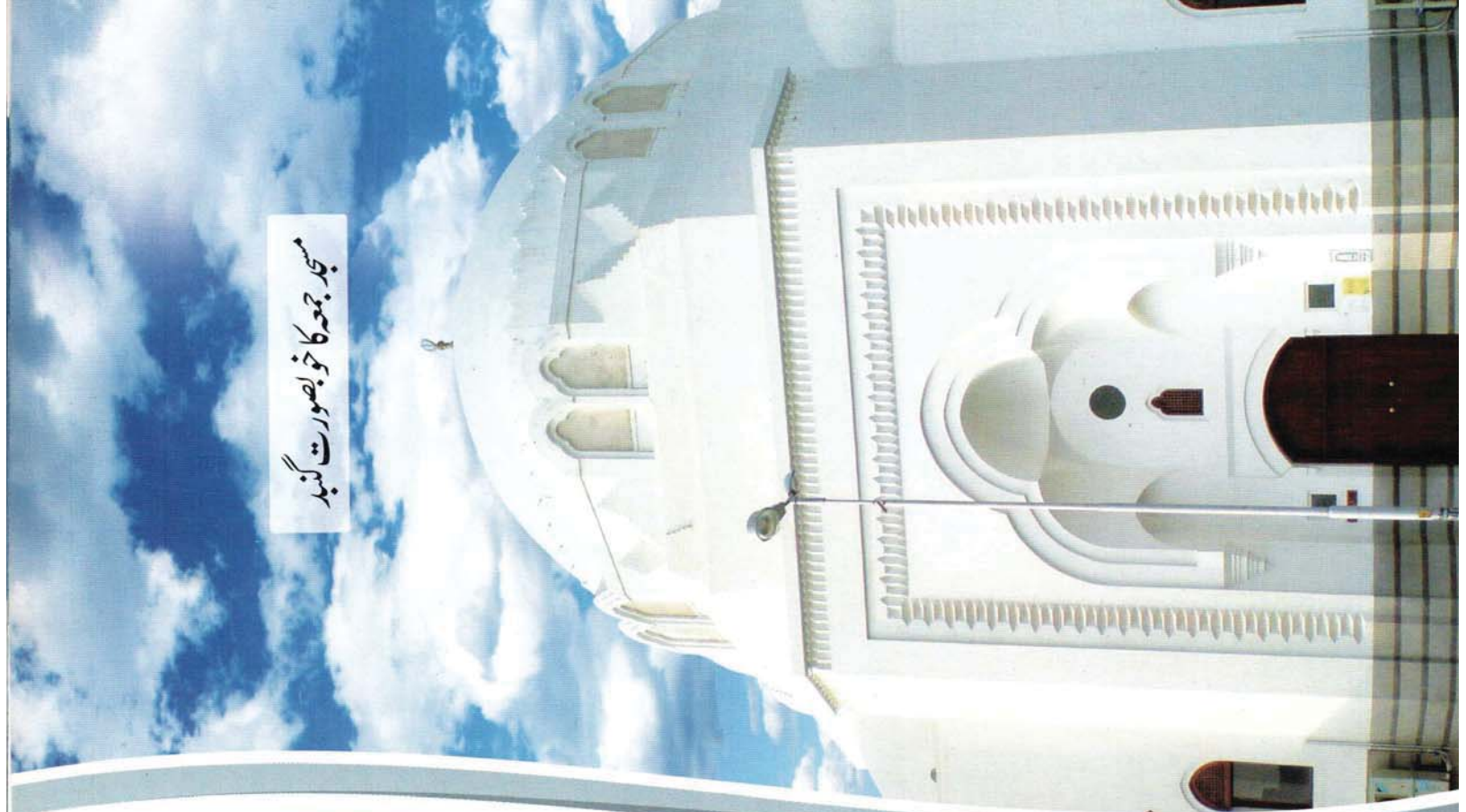
مسجد جواثی جہاں مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا

جواثی، بحرین (الاحساء، سعودی عرب) میں ایک شہر ہے۔ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد روایت میں ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی ایک بستی جواثی کی مسجد عبدالقیس میں ادا کیا گیا۔ [1]

سعودی عرب کے مشرقی صوبہ الاحساء میں جواثی کے کھنڈر پائے جاتے ہیں جہاں مسجد کے آثار بھی ہیں۔

موجودہ مملکت بحرین، کا سب سے بڑا جزیرہ بحرین، دارین سے کم وبیش **60** کلومیٹر مشرق میں خلیج فارس کے اندر واقع ہے۔ عہد ماضی میں جزیرہ بحرین، دلمن یا دلمون کہلاتا تھا اور تیسری ہزاری ق م میں سمیری دور میں اس نے شہرت حاصل کی تھی۔ [2]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اسلام میں پہلا جمعہ وہی ہے جو مدینہ میں سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں فرض ہوگیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے جمعہ پڑھتے بھی تھے۔ اس کی دلیل میں انہوں نے حضرت معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث پیش کی ہے جسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجمعہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ ادا کرنے کے بعد پہلا جمعہ بحرین میں عبدالقیس کی بستی جواثی میں ادا کیا گیا۔ جبکہ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ بحرین میں عبدالقیس کی بستی جواثی میں پڑھا گیا۔ [3]

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے۔ اس کے لفظ ہیں: اسلام میں پہلا جمعہ جو مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد ادا کیا گیا، وہ بحرین کی ایک بستی جواثی میں ادا کیا گیا۔ [4]

1. معجم ما استعجم: 402،401/2
2. المنجدفی الا علام بحواله اطلس سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم 184
3. صحیح البخاری 892
4. سنن ابی داؤد: 1068

مسجد جواثی جہاں ایک روایت کے مطابق اسلام کا پہلا جمعہ پڑھا گیا
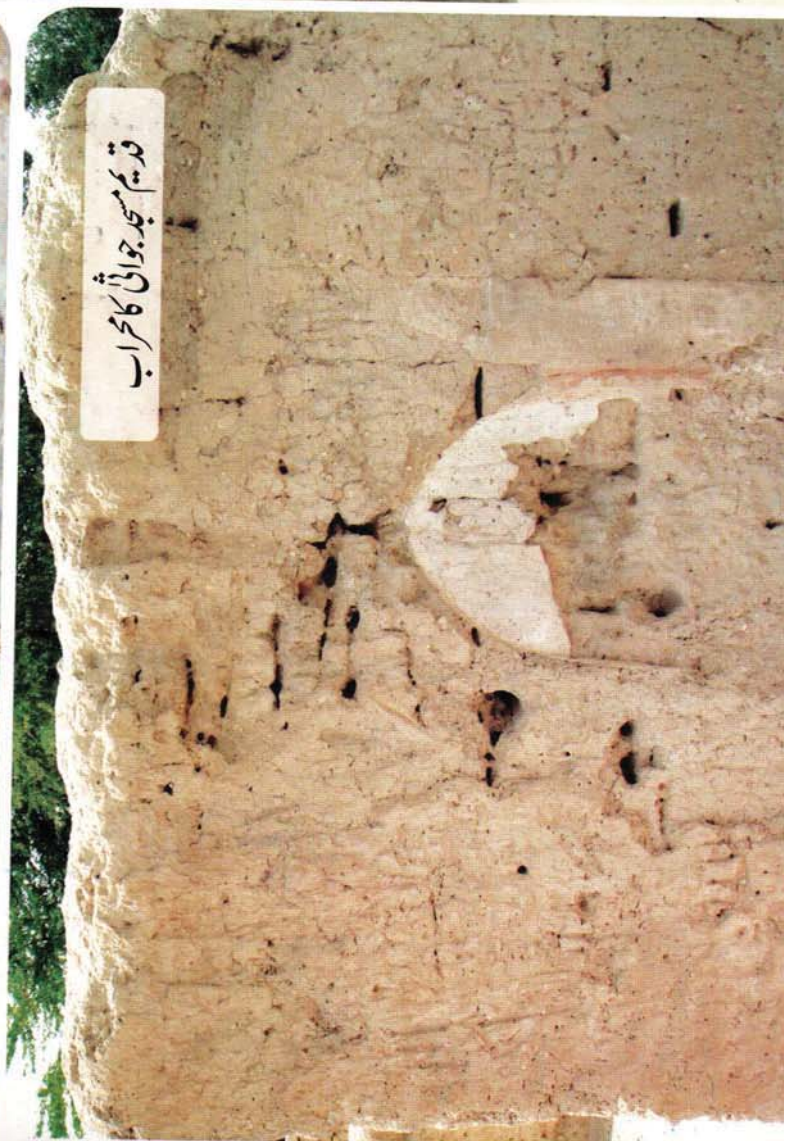
مسجد جواثی کی قدیم مسجد کے آثار

قدیم مسجد جواثی کا محراب

قدیم مسجد جواثی کے آثار میں مصلی

بحرین کی مسجد جواثیٰ جہاں آقا ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھی

مسجد جواثی کا دروازہ

مسجد جواثی کا اندرونی منظر
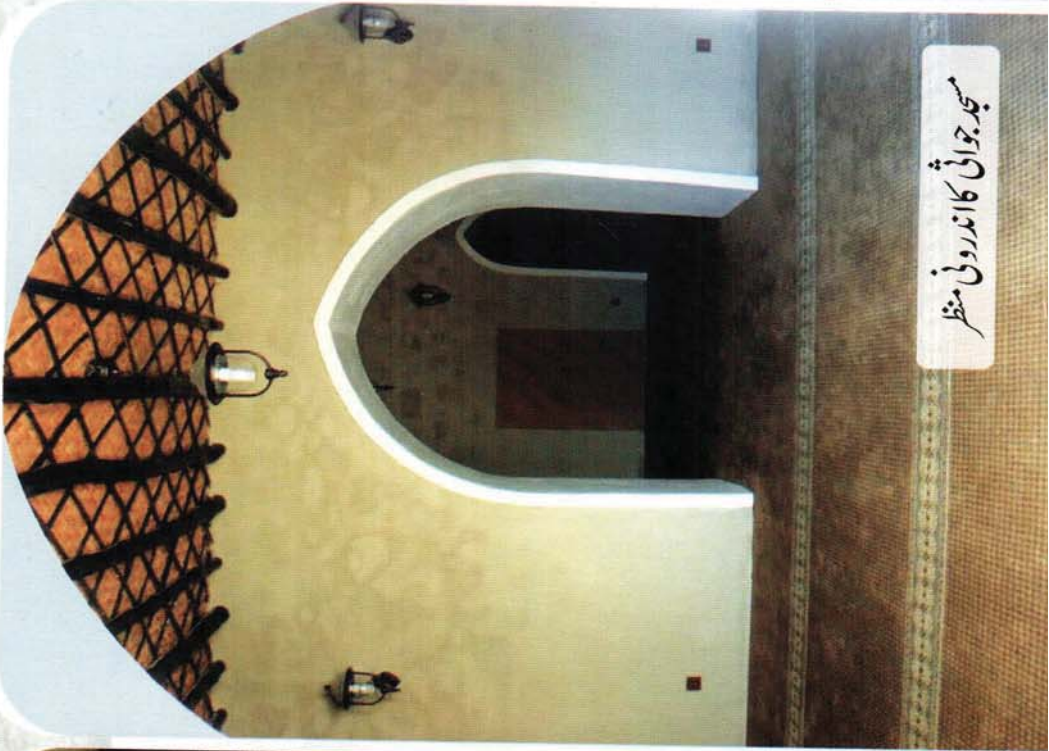
مسجد جواثی کا اندرونی منظر
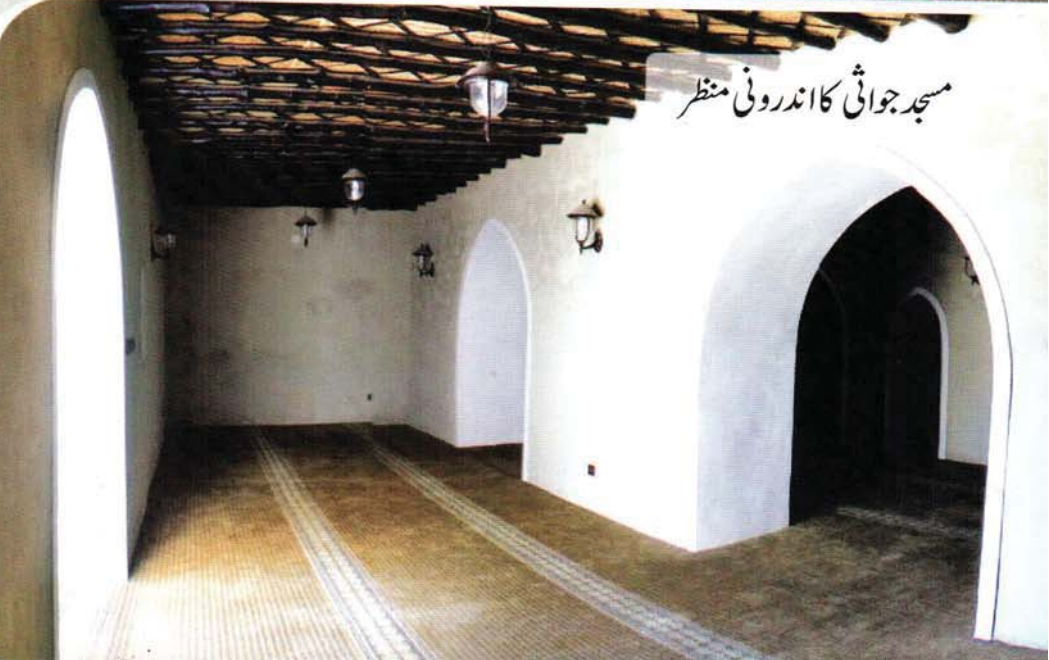
ثنیۃ الوداع پہاڑی سے حضور ﷺ کا استقبال

آقا مدنی ﷺ مکہ مکرمہ سے دشمنانِ دین کی وجہ سے مکہ کو آنسو سے تر سرگیں آنکھوں سے الوداع اور مدینہ ہجرت کرنے کا موقع انتہائی جذباتی منظر پیش کررہا تھا۔ آپ ﷺ ہجرت کر کے ثنیۃ الوداع سے گزرے تھے۔

لغت کے اعتبار سے پہاڑوں کے درمیان والے راستے کو ''ثنیۃ'' کہتے ہیں، مدینہ منورہ میں دوثنیہ مشہور ہیں۔

پہلا ثنیہ

ایک ثنیہ قباء کی طرف تھا، قبا کے راستے سے مکہ مکرمہ آنے جانے والے اس جگہ سے گزرتے تھے، یہ جگہ قباء کے قلعے اور مسجد جمعہ کے قریب قریب تھی۔ آپ ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے بنونجار کی بچیوں نے بھی آپ کا بھرپور استقبال کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے استقبال کے بارے میں کچھ شارحین احادیث (مثلاً حافظ ابن حجر وغیرہ) کا اختلاف ہے کچھ اس کو ہجرت کا استقبال قرار دیتے ہیں اور کچھ غزوہ تبوک سے واپسی کا استقبال۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھیں اس لیے عین ممکن ہے کہ وہ جس والہانہ خوش آمدید کا ذکر کررہی ہیں وہ اس وقت سے متعلق ہو جبکہ سرور کونین ﷺ غزوہ تبوک سے فاتح و کامران لوٹ رہے تھے اور اس وقت بھی اسی ثنیۃ الوداع پر بچوں نے آپ کا استقبال کیا تھا کیونکہ شام کی طرف سے آنے والوں کا نقطہ استقبال یہی مقام تھا۔

فتح تبوک میں مدینہ منورہ کا ہر فرد خوشی سے سرشار اپنے سالار لشکر کا چشم براہ تھا اور جونہی یہ خبر مدینہ پہنچی تو پیر و جوان، زن و مرد سب گھاٹی پر پہنچ کر اپنی پلکیں بچھائے چشم براہ تھے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں بھی باقی بچوں کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کا استقبال کرنے ثنیۃ الوداع پر گیا ہوا تھا۔

دوسرا ثنیہ: جہاں سے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا واپسی میں استقبال کیا جاتا تھا

دوسرا ثنیہ شمالی جانب تھا۔ خیبر، تبوک اور شام جانے والے یہاں سے گزرتے تھے۔ **15** ویں صدی ہجری کے آغاز میں سڑک کی توسیع ہوئی تو یہ ثنیہ اسی میں آ گیا۔ یہ شارع سید الشہداء رضی اللہ عنہ اور شارع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سنگم پر واقع تھا، جس کا فاصلہ مسجد نبوی کے شمال مغربی کونے سے تقریباً **750** میٹر ہے، اس پر ایک مسجد بنی ہوئی تھی، جو ''مسجد ثنیۃ الوداع'' کے نام سے مشہور تھی۔

جس جگہ پر بنونجار کی بچیوں نے اشعار پڑھ کر آقا ﷺ کا استقبال کیا تھا، اس جگہ پر ایک مسجد بنادی گئی تھی، اس مسجد کا نام ''مسجد بنات بنونجار'' تھا، مدتوں وہ مسجد قائم رہی، مگر اب وہ مسجد کافی عرصہ سے منہدم ہوچکی ہے، اس کا محل وقوع مسجد جمعہ کے سامنے کی طرف تھا۔

مقام ثنیۃ الوداع کی موجودہ جگہ

مدینہ منورہ میں موجود ثنیۃ الوداع کی تحقیق

جب مسلمانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا رہے ہیں تو مدینہ منورہ کے مسلمان روز صبح اپنے گھروں سے نکل کر ''الحرۃ'' کے مقام پر آ کر آپ ﷺ کا انتظار کرتے، دوران انتظار انہیں سب سے زیادہ سورج کی تپش سے پریشانی ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن جب مسلمان اپنے آقا ﷺ کا انتظار کر کے واپس آنے لگے تو ایک یہودی ان کے پاس آیا۔ اس علاقے میں یہودیوں کی بہت سی حویلیاں تھیں۔ یہودی نے مسلمانوں کو کہا کہ اگر اسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آ گئے ہیں تو وہ انہیں مطلع کر دے گا لیکن جب اس یہودی نے رسول پاک ﷺ کو دیکھ لیا تو مسلمانوں کو اس کی خبر نہ کی۔

وہاں موجود حویلیوں کو ''أطم'' کہا جاتا تھا۔ یہ مربع شکل کی اونچی حویلی ہوتی تھی جس کی چھت پر کھڑے ہو کر دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ مسلمانوں کو جب اس امر کا اندازہ ہوا کہ یہودی نے انہیں خبر نہیں دی تو وہ بدلہ لینے کی تیاری کرنے لگے۔ جب وہ الحرۃ کے مقام پر پہنچے تو رسول پاک ﷺ تشریف لا رہے تھے۔

محبوبِ کبریاء ﷺ کی آمد پر ہر طرف سے لوگ جذبات اور عاشقانہ وار استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کے ننھالی رشتہ دار ''بنو نجار'' ہتھیار لگائے ''قباء'' شہر تک دو رویہ صفیں باندھے مستانہ وار چل رہے تھے۔ آپ ﷺ راستہ میں تمام قبائل کی محبت کا شکریہ ادا کرتے اور سب کو خیر و برکت کی دعائیں دیتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ شہر قریب آ گیا تو اہل مدینہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ استقبالیہ اشعار پڑھنے لگیں کہ:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعِ

ترجمہ: ہم پر چاند طلوع ہو گیا وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک اللہ سے دعا مانگنے والے مانگتے ہیں۔

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
جِئْتَ اَنْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِيْنَةَ
مَرْحَبًا يَا خَيْرَ دَاعِ

ترجمہ: اے وہ ذات گرامی! جو ہمارے اندر مبعوث کیے گئے۔ آپ وہ دین لائے جو اطاعت کے قابل ہے۔ آپ نے مدینہ کو شرف بخشا تو آپ کے لیے ''خوش آمدید'' ہے۔ اے بہترین دعوت دینے والے۔

فَلَبِسْنَا ثَوْبَ يَمَنٍ
بَعْدَ تَلْفِيْقِ الرِّقَاعِ
فَعَلَيْكَ اللّٰهُ صَلّٰى
مَا سَعٰى لِلّٰهِ سَاعِ

ترجمہ: تو ہم لوگوں نے یمنی کپڑے پہنے۔ حالانکہ اس سے پہلے پیوند جوڑ جوڑ کر کپڑے پہنا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے جب تک اللہ کے لیے کوشش کرنے والے کوشش کرتے رہیں۔

مدینہ کی ننھی ننھی بچیاں جوش مسرت میں جھوم جھوم کر یہ گیت گاتی تھیں کہ:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

ترجمہ: ہم خاندان ''بنو النجار'' کی بچیاں ہیں، واہ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہو گئے۔

پیارے آقا ﷺ نے ان بچیوں کے جوش مسرت اور ان کی والہانہ محبت سے متاثر ہوکر پوچھا کہ: اے بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ تو بچیوں نے یک زبان ہوکر کہا کہ: ''جی ہاں ... جی ہاں۔'' یہ سن کر محبوبِ ارض وسماء ﷺ نے خوش ہوکر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ: ''میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔'' [1]

چھوٹے چھوٹے لڑکے اور غلام جھنڈ کے جھنڈ مارے خوشی کے مدینہ کی گلیوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کا نعرہ لگاتے ہوئے دوڑتے پھرتے تھے۔ صحابی رسول حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور انوار وتجلیات حضور نبی کریم ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے دن ظاہر ہوئے نہ اس سے پہلے کبھی ظاہر ہوئے تھے نہ اس کے بعد۔ [2]

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک اور ایسی ہی روایت بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ مؤتہ کے موقع پر فخر دو عالم ﷺ اپنی افواج قاہرہ کو اس مقام تک وداع کرنے کے لیے بنفس نفیس تشریف لے گئے تھے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ عازم غزوہ تبوک ہوئے تو پہلا پڑاؤ اس مقام پر ڈالا گیا تھا۔ اسی طرح اور صاحبان مغازی کے مطابق جب آقائے دو جہاں ﷺ غزوۂ بدر سے فاتح و کامران لوٹے تو اسی گھاٹی میں واقع درے سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اس کے برعکس کچھ صاحبان کا خیال ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ ہجرت کے موقع پر بھی وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مگر ایسا نظریہ حقیقت سے متضاد ہے۔

قبا کے قریب موجود مقام ثنیۃ الوداع

1. زرقانی علی المواہب ج1ص 359-360
2. مدارج النبوۃ ج 2 ص 65

قبا پہاڑی پر موجودہ ثنیۃ الوداع

مؤرخین، محققین اور سیرت نگاروں میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جب آقائے دوجہاں ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت پر تشریف لائے تو قباء کی طرف سے تشریف لائے تھے چونکہ اس طرف بھی ایک ثنیۃ الوداع تھی۔ جہاں سے مکہ مکرمہ سے آنے جانے والے گزرتے تھے۔ اس لیے اصح ترین قول یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اسی ثنیۃ الوداع سے گزر کر قباء میں ورود مسعود فرمایا تھا۔ جہاں اہلیان قباء کے بچوں نے آپ کا پرجوش استقبال کیا تھا۔ مگر قباء سے گزر کر جب آقائے نامدار ﷺ نے مدینہ منورہ میں نزول فرمایا تو چونکہ سب سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ مختلف قبیلوں سے ہوتے ہوئے قبیلہ بنی ساعدہ کے علاقے سے گزر کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو چونکہ قبیلہ بنوساعدہ شامی ثنیۃ الوداع کی قریب ہی واقع تھا، اغلب امکان یہ بھی ہے کہ آپ جبل سلع کے دامن میں واقع ثنیۃ الوداع کے درے سے بھی گزرے ہوں جہاں پر اہلیان مدینہ کے نونہالوں نے دف بجا کر اپنے آقا اور مولا کا والہانہ استقبال کیا ہو۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ اس طرح جب سید الانس والجان اور نور کون ومکان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یثرب کے اندھیروں کو مدینۃ النبی کے انوار طاہرہ سے منور کیا ہوگا تو کون ایسا شخص ہوگا جو یہ نہ گنگنا رہا ہوگا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

تقریباً چودہ صدیوں تک وہ ثنیۃ الوداع آثار رسالت مآب ﷺ کے ایک اہم جزو کے طور پر مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں جبل سلع کے مشرقی دامن میں موجود رہی مگر جونہی مدینہ منورہ نے عصر حاضر سے ہم آہنگی کے لیے عمرانی ارتقاء کی کروٹ لی تو وہ تاریخی آثار بھی اسی تجدد کی بھینٹ چڑھ گئی اور شارع سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (شارع سلطانہ قدیما) کو سیدھا کرنے کی غرض سے جبل سلع کا وہ تمام تر علاقہ ہموار کر دیا جس کی زد میں وہ مسجد بھی آئی جو اس گھاٹی کے اوپر بنادی گئی تھی اور یوں ایک اہم آثار نبوی دیکھتے دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

انجینئر عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کعکی (صاحب معالم المدینۃ المنورہ) کہتے ہیں:

جہاں تک ثنیات الوداع کا تعلق ہے یہ پوری کی پوری معدوم کردی گئی ہے تاکہ المناخہ کی سرنگ (انڈر پاس) اور ملحقہ میدان کو وسیع کیا جاسکے۔ اس کا محل وقوع موجودہ شارع سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انٹرسیکشن کے قریب ہی تھا۔ یہ پورے کا پورا کونہ کبھی ثنیات الوداع ہوا کرتا تھا۔

اس ضمن میں جناب غالی الشنقیطی رقمطراز ہیں:

جب عمر قاضی مدینہ منورہ امپرومنٹ ٹرسٹ کے رئیس بنے تو انہوں نے شہر نبی کریم ﷺ کو خوب سے خوب تر بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ وہ چھوٹی سی مسجد اور ثنیات الوداع بھی اسی جوش و جذبے کی نذر ہوگئی جو اس میدان میں واقع تھی جہاں پر طریق شہداء (شارع ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور طریق سلطانہ (شارع سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کا تقاطعہ (انٹرسیکشن) ہونا تھا۔ اس گھاٹی کا تھوڑا سا حصہ ایک کونے میں بچ گیا تھا مگر وہ بھی **1406** ہجری کے پہلے ہفتے میں معدوم کردیا گیا۔ اے کاش کہ اس جگہ پر یادگار کے طور پر کوئی فوارہ یا کچھ اور تعمیر کردیا جاتا تاکہ لوگ اس مقام کے متعلق جان سکتے۔ [2]

[1] مَحاسن المدینہ **171** [2] (جستجوئے مدینہ **415**)

مدنی آقا ﷺ کی مدینہ آمد

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث سے ثابت ہے کہ پیارے نبی ﷺ ماہ ربیع الاول میں پیر کے دن مدینہ کے بالائی علاقے میں بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف فرما ہوئے، آپ ان کے پاس چودہ رات رہے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور آپ نے اس میں نماز پڑھی۔ پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور لوگ آپ کے ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ مدینہ آ کر مسجد رسول کے پاس اونٹنی بیٹھ گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی جب اہل مدینہ پہنچے تو تمام اہل مدینہ یکبارگی نکل پڑے، یہاں تک کہ دلہنیں چھتوں کے اوپر سے آپ کو دیکھ کر پوچھنے لگیں۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کون ہیں، ہم نے اس سے پہلے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

صحیحین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ ہجرت میں ہے کہ جب ہم لوگ مدینہ آئے تو لوگ راستوں اور چھتوں پر نکل آئے اور غلام اور نوکر چلا کر کہنے لگے:

اللّٰہ اکبر، رسول اللہ آ گئے... اللّٰہ اکبر، محمد آ گئے...
اللّٰہ اکبر، رسول اللہ آ گئے... اللّٰہ اکبر، محمد آ گئے۔

مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا

اللہ اکبر! مدینہ منورہ کی تاریخ کا یہ کتنا مبارک دن تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ روشن تھا، جس روز آپ ﷺ کا انتقال ہوا، تو ہر چیز مرجھائی ہوئی تھی...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ ﷺ کی آمد سے۔

آپ ﷺ کے پاس عتبان بن مالک اور عباس بن عبادہ بن نضلہ، بنی سالم کے دیگر کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ ہمارے پاس قیام کیجئے، ہم نفری قوت اور اسلحہ اور ساز و سامان والے لوگ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔

تو یہ لوگ الگ ہٹ گئے اور اونٹنی چلتی ہوئی جب دار بنی بیاضہ کے سامنے آئی تو بنی بیاضہ کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ ہمارے پاس تشریف لائیے، ہم نفری قوت، اسلحہ اور ساز و سامان والے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ تو وہ لوگ اس کے راستے سے ہٹ گئے۔

اونٹنی چل پڑی یہاں تک کہ دار بنی ساعدہ کے سامنے آئی تو وہ لوگ کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ ہماری تعداد بڑی ہے اور ہم آپ کی حفاظت کی طاقت رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، تو وہ الگ ہٹ گئے۔

اونٹنی آگے چل پڑی، یہاں تک کہ دار بنی الحارث بن خزرج کے سامنے پہنچی تو کچھ لوگ آگے بڑھ کر کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، ہم تعداد، ہتھیار اور قوت دفاع میں زیادہ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا راستہ چھوڑ دو، یہ مامور ہے، تو لوگوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

اونٹنی آگے چل پڑی۔ یہاں تک کہ عدی بن نجار والوں کے علاقے میں پہنچی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ننھیال والے تھے، اس لیے کہ عبدالمطلب کی ماں سلمہ بنت عمرو انہی لوگوں کی بیٹی تھیں، وہاں کچھ لوگ آگے بڑھے اور کہا: یارسول اللہ! آپ اپنے ماموں زادوں کے پاس تشریف لائیے۔ ہم لوگ تعداد، اسبابِ جنگ اور دفاعی قوت میں زیادہ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا راستہ چھوڑ دو، یہ مامور ہے، تو لوگوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اونٹنی چلتی ہوئی جب بنی مالک بن نجار والوں کے پاس پہنچی تو آج کی مسجد نبوی کے دروازے کے پاس بیٹھ گئی۔ اس وقت وہ جگہ بنی مالک بن نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی بکریوں کا باڑا تھی، اور یہ دونوں معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی گود میں پلے بڑھے تھے۔

جبکہ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ دونوں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی گود میں پلے بڑھے تھے۔ واللہ اعلم۔ [1]

اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ راستے میں عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس سے گزرے، وہ اس وقت اپنے ایک گھر میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر انتظار کرنے لگے کہ وہ آپ کو گھر کے اندر بلائے، ان دنوں وہ خزرج کا سردار تھا۔

عبداللہ نے کہا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے تمہیں بلایا ہے، ان کے پاس جا کر ٹھہرو۔

آپ ﷺ نے یہ بات چند انصاری صحابہ سے کہی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف سے معذرت پیش کرتے ہوئے کہنے لگے: یارسول اللہ! اللہ نے آپ ﷺ کو بھیج کر ہم پر احسان کیا ہے۔ ہم عنقریب ہی اس کے سر پر تاج رکھ کر اسے اپنا بادشاہ بنانے والے تھے۔ [2]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انصارِ مدینہ آپ ﷺ کے بنی عمرو بن عوف والوں کے پاس سے روانہ ہونے سے پہلے جمع ہو چکے تھے۔ سب آپ کی اونٹنی کے گرد چلنے لگے، ان میں سے ہر ایک رسول اللہ ﷺ کی تکریم و تعظیم کے لیے کوشش کر رہا تھا کہ وہ اونٹنی کی لگام تھامے اور آپ ﷺ جب کسی انصاری کے گھر کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کو اپنے گھر کے اندر تشریف لانے کی درخواست کرتا، تو آپ ﷺ فرماتے، اسے چھوڑ دو، یہ مامور ہے۔ میں وہیں ٹھہروں گا جہاں مجھے اللہ ٹھہرائے گا۔ [3]

1. السيرة النبويه ابن كثير 272.268/15، سيرة ابن هشام 495.494/1
2. السيرة النبوية، ابن كثير: 272-268/5، سيرة ابن هشام: جلد 494/1
3. الصادق الامين، ص 80

اونٹنی کا قیام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں

آخر کار آقائے دو جہاں ﷺ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس پہنچی تو ان کے دروازے پر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ اتر کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوگئے اور وہاں قیام پذیر ہوگئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے لیے مسجد اور کمرے بنائے گئے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اونٹنی جب وہاں بیٹھی تو آپ ﷺ اس سے نہیں اترے، وہ پھر دوبارہ کھڑی ہوگئی اور تھوڑی دور چلی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی تھی، اونٹنی پھر پیچھے کی طرف مڑی اور جہاں پہلی بار بیٹھی تھی وہیں لوٹ گئی اور دوبارہ اسی جگہ بیٹھ گئی، پھر اونٹنی نے آواز نکالی اور آرام کے ساتھ وہیں پھیل گئی۔ تب آپ ﷺ اتر گئے، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا سامان سفر اتار کر اپنے گھر میں رکھا اور رسول اللہ ﷺ وہاں قیام پذیر ہوگئے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان مبارک

آپ ﷺ نے بکری کے باڑے کے بارے میں پوچھا: یہ کس کا ہے؟ تو حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ عمرو کے دونوں بیٹوں سہل اور سہیل کا ہے، یہ دونوں یتیم میرے زیرِ نگرانی ہیں اور میں ان دونوں کو اس زمین کے لیے راضی کرلوں گا۔ آپ ﷺ اسے مسجد بنالیجئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تعمیر مسجد کا حکم دے دیا۔ [1]

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب اونٹنی ابوایوب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو بنی نجار کی کچھ لڑکیاں دف بجاتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی نکلیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ترجمہ: ”ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد ہمارے کتنے اچھے پڑوسی بن گئے ہیں۔“

محبوبِ کائنات ﷺ یہ سن کر نکلے اور کہا: کیا تم لوگ مجھ سے محبت کرتی ہو؟

تو انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ (ﷺ)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اور میں بھی اللہ کی قسم! تم سب سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ اسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسی جیسی ایک حدیث امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے نبی ﷺ نے انصار کی عورتوں اور بچوں کو کسی شادی سے واپس آتے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اللہ گواہ ہے کہ تم لوگ مخلوق میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

[1] حوالہ سیرت ابن ھشام 494/1

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے لئے پیارے نبی ﷺ کی دعا

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں رہنے لگے تو آپ ﷺ نیچے ٹھہرے اور میں اور ام ایوب بالائی منزل پر۔ میں نے آپ ﷺ سے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ میں آپ کے اوپر رہوں اور آپ میرے نیچے، اس لیے آپ ﷺ اوپر تشریف لے چلیں اور ہم نیچے آ جاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوایوب! ہمارے لیے اور ہمارے پاس آنے والوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ میں نیچے رہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نیچے رہنے لگے اور ہم اوپر۔

ایک دن اوپر ہمارے پانی کا ایک مٹکا ٹوٹ گیا تو میں اور ام ایوب فوراً اپنا ایک کمبل لے کر پانی کو خشک کرنے لگے (ہمارے پاس اس کے سوا کوئی لحاف نہ تھا) تاکہ پانی کا کوئی حصہ آپ ﷺ کے اوپر ٹپک کر آپ کی تکلیف کا سبب نہ بنے۔

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم آپ ﷺ کے لیے رات کا کھانا تیار کرکے آپ ﷺ کے پاس بھیج دیتے تھے اور جب اس کا باقی ماندہ حصہ واپس کرتے تو میں اور ام ایوب آپ ﷺ کے ہاتھ کے نشان کی جگہ سے لے کر بطور تبرک کھایا کرتے۔ ایک رات ہم نے آپ ﷺ کا کھانا بھیجا جس میں پیاز یا لہسن ملا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے جب واپس کیا تو اس میں ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کا نشان نہ پایا۔ میں گھبرایا ہوا آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے کھانا واپس کر دیا اور اس میں ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کا نشان نہیں دیکھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس سے (پیاز یا لہسن) کی بو آئی تھی اور میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سرگوشی کرتا ہوں۔ اس لیے تم لوگ وہ کھانا کھالو۔ چنانچہ وہ کھانا ہم لوگوں نے کھالیا اور پھر اس کے بعد کبھی آپ ﷺ کے کھانے میں پیاز یا لہسن نہیں ڈالا۔ [1]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں اس حدیث کو احمد بن سعید سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب السیرۃ النبویہ (2/278) میں اسے ذکر کیا ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: جب آپ ﷺ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر مہمان بنے تو پہلا ہدیہ جو آپ ﷺ کے لیے آیا وہ دودھ، گھی اور روٹی سے تیار کردہ ثرید کا پیالہ تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے کہا: یہ میری ماں نے بھیجا ہے تو آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی اور اپنے اصحاب کو بلا کر سب کے ساتھ اسے کھایا۔ پھر دوسرا پیالہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے آیا جس میں ثرید اور گوشت تھا۔ اس طرح ہر رات آپ ﷺ کے دروازے پر تین چار آدمی باری باری کھانا لے کر آتے۔ آپ ﷺ کا قیام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں سات ماہ تک رہا۔ [2]

---

1. سیرۃ ابن ھشام: 1/498، 499
2. السیرۃ النبویۃ، ابن کثیر: 2/277-279 بحوالہ الصادق الامین 281

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مبارک مکان جسے مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں شامل کر دیا گیا ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور عشق رسول ﷺ

اکثر کتب سیرت میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جس گھر میں قیام کیا تھا وہ تبع بادشاہ کا تھا۔ بعد میں یہ مقام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا تو آپ ﷺ کی آمد پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نیچے کا حصہ حضور نبی کریم ﷺ کو دے دیا اور خود گھر کی پہلی منزل پر رہنے لگے۔

ایک رات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ گھر کی پہلی منزل پر لیٹے ہوئے تھے تو اچانک خیال آیا کہ میرے آقا ﷺ تو نیچے ہیں گویا کہ ہم آپ ﷺ کے سر کے اوپر چل پھر رہے ہیں، فوراً وہاں سے کھسک گئے اور ایک کنارے سوکر رات گزاری، صبح ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی مناسب ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس چھت پر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ ﷺ ہوں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ بالائی منزل میں اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ زیریں منزل میں منتقل ہوگئے۔ ❶

بعض روایتوں میں لکھا ہے کہ پیارے نبی ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اسی مکان میں فروکش ہوئے اور جب تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے تعمیر نہیں ہوئے یہیں مقیم رہے۔

ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں حبیب کبریا ﷺ ٹھہرے
مگر جب ہوگئی تیار مسجد اس میں آ ٹھہرے ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس اترے اور دریافت کیا: ہمارے ننھیالی عزیزوں میں کس کا مکان سب سے قریب ہے؟

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں، اے اللہ کے نبی! یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ہمارے لیے آرام کا بندوبست کرو۔ ❸

رکی یکبارگی ناقہ بحکمِ حضرت باری
جہاں اِک سمت بستے تھے ابو ایوب انصاری
صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری
ہمارے میزباں ہوں گے ابو ایوب انصاری ❹

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے آزادکردہ غلام افلح کہتے ہیں:

جب آنحضور ﷺ تشریف لائے تو زیریں منزل کو اختیار فرمایا اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کا کنبہ بالائی منزل میں مقیم رہا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مبارک گھر

جب آئے طیبہ، محبوب کریم حضرت باری ﷺ
بنا مسکن مکان حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ
وہ گھر جس میں رہائش رکھتے تھے ایوب انصاری رضی اللہ عنہ
حقیقت یہ ہے، وہ ملکیت تھی سرور دیں کی

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر وہ مبارک گھر ہے کہ جس میں پیارے نبی ﷺ مدینہ تشریف آوری کے وقت قیام پذیر ہوئے۔ اس گھر کی تعمیر شاہ یمن (تبع) نے کروائی تھی، جس کا پورا نام ''تبان اسعد کل کیکرب'' تھا۔ شاہ یمن کا جس وقت مدینہ منورہ سے گزر ہوا تو اس کے لشکر کے ساتھ **400** علماء پر مشتمل ایک جماعت بھی تھی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد بادشاہ نے جب مدینہ منورہ سے کوچ کا ارادہ کیا تو علماء کی اس جماعت نے متفق ہوکر بادشاہ سے گزارش کی کہ ہم مدینہ منورہ سے نہیں جائیں گے۔ آپ ہمیں یہیں رہنے کی اجازت دے دیں۔

---

❶ سیرۃ ابن ہشام 1/499،498 ❷ حفیظ ❸ السیرۃ النبویہ، ابن کثیر 2/279،277 ❹ حفیظ

یہ بات آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے **1000** سال پہلے کی ہے۔ بادشاہ نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں جس نبی کریم کا ذکر ہے اور جس کا نام ''محمد'' یا ''احمد'' ہوگا یہ عظیم شہر ان کی ہجرت گاہ بنے گا۔ اس لیے ہم یہاں پر ہی قیام کریں گے۔ شاید ہماری ان سے ملاقات ہو جائے، ہم ان کی زیارت کا شرف حاصل کریں اور ان پر ایمان لائیں یا پھر ہماری آئندہ نسلوں میں کوئی بھی ان کا زمانہ پائے تو ان پر ایمان لے آئے۔

اس سارے واقعے کو سننے کے بعد بادشاہ نے بھی ارادہ کرلیا کہ وہ بھی یہاں قیام کرے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان چار سو علماء کے لیے چار سو گھر تعمیر کیے جائیں، چار سو کنیزیں خریدیں اور ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کردیا۔ پھر ہر عالم کو اتنا مال و متاع دیا کہ وہ آسانی سے اپنے اخراجات کرسکیں۔ پھر ایک خط سرور کائنات ﷺ کے نام تحریر کیا جس کا مختصر اُترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

اے اللہ کے رسول! میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا۔ میں نے آپ کا دین قبول کیا، اگر مجھے آپ کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہوگی۔ اگر مجھے زیارت نہ ہوسکی تو آپ میری شفاعت ضرور فرمائیں۔ اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے آپ کا زمانہ پالیا تو میں آپ کا وزیر بنوں گا اور تلوار کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا۔

شَهِـدْتُّ عَـلٰـى أَحْـمَـدَ أَنَّـهُ

رَسُـوْلٌ مِّـنَ الـلّٰـهِ بَـارِي النَّسَمُ

وَلَـوْ مَـدَّ عُـمْـرِيْ اِلٰى عُـمْـرِهٖ

لَـكُـنْـتُ وَزِيْـراً لَّـهٗ وَابْـنَ عَـمّ

مذکورہ خط کو شاہ یمن نے سونے کے ساتھ سربمہر کیا اور پھر ان علماء میں سے سب سے بڑے عالم کے سپرد کردیا اور ان سے گزارش کی کہ اس خط کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اگر وہ پیش نہ کرسکے تو وہ اپنی اولاد در اولاد وصیت کرتا جائے کہ جس کو وہ مبارک زمانہ دیکھنا نصیب ہو وہ یہ خط حضور نبی رؤوف الرحیم ﷺ کی خدمت میں پیش کردے۔[1]

شاہ یمن کا انتقال ہوگیا اور ایک ہزار سال بعد آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور پھر جب آپ ﷺ مکی زندگی گزارنے کے بعد مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور اہل مدینہ کو یہ خبر ملی تو وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس عظیم خط کو کس طرح آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ باتفاق رائے قبیلہ انصار سے ایک نہایت ہی سمجھدار اور معزز آدمی جس کا نام ''ابولیلیٰ'' تھا اس کو خط دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ''ابولیلیٰ'' نے اس خط کو نہایت احتیاط سے اپنے سامان میں چھپایا ہوا تھا۔

حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی فرمایا: ابولیلیٰ تو ہے؟

عرض کیا: جی ہاں۔

فرمایا: تبع اول کا خط جو میرے نام ہے مجھے دے دو۔

حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ اس سے قبل میں آپ ﷺ کو پہچانتا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ کی صورت مبارکہ کاہنوں جیسی نہیں ہے، پھر آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟

فرمایا: میں رسول اللہ ہوں ''لاؤ وہ خط''۔

جب میں نے خط دیا تو پڑھ کر تین مرتبہ فرمایا:

مَرْحَبًا بِالتُّبَّعِ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ

''خوش آمدید اے تبع! خوش آمدید اے میرے نیک و صالح بھائی!''۔

اس عظیم بادشاہ یمن کی سرور کائنات ﷺ سے عقیدت اور بے انتہا محبت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس نے آپ ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل ایک گھر سرور کائنات ﷺ کے لیے بنوایا کہ جب آپ ﷺ اس شہر کی طرف ہجرت کریں گے تو اس میں ٹھہریں گے اسی لیے تو قباء کی بستی سے مدینہ شریف تک جب لوگ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دیتے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ

کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے پتہ ہے کہ کس جگہ کے لیے وہ مامور ہے۔

[1] حوالہ دیار حبیب ﷺ 129

بالآخر اونٹنی شاہ یمن کے گھر کے قریب آ کر بیٹھ گئی جو نسل در نسل چلتا ہوا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی عظیم عالم کی اولاد میں سے تھے۔ یہ گھر آپ کی ملکیت نہ تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ بادشاہ یمن کے نمائندے کی حیثیت سے اس گھر کی حفاظت پر مامور تھے کیونکہ اصل میں یہ گھر حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ہی شاہ یمن نے ہدیہ کرنے کے لیے بنوایا تھا (اس واقعہ کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے)۔

یہ ہی وہ عظیم گھر تھا کہ جس میں ایک عرصہ آپ ﷺ قیام پذیر رہے اور اسی عظیم گھر میں آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں اس گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر بھی دنیا کا کوئی گھر متبرک ہوگا؟ ❶

بعض روایات میں یہ اضافہ بھی لکھا ہے کہ یہ خط لکھ کر تبع نے اس پر مہر لگادی اور ایک بڑے عالم کے سپرد کر کے یہ وصیت کی کہ اگر تم نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ پاؤ تو یہ میرا یہ عریضہ ان کی خدمت میں پیش کر دینا، وگرنہ اپنی اولاد کو یہ خط اسی وصیت کے ساتھ سپرد کرنا جو میں کر رہا ہوں۔ چنانچہ یہ خط اسی وصیت کے ساتھ اس عالم کی نسل میں منتقل ہوتا رہا۔

حضرت ابوایوب انصاری ﷺ اسی عالم کی اولاد میں سے تھے اور جس مکان میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے ہجرت کے بعد قیام فرمایا، یہ وہی مکان تھا، جسے تبع شاہ یمن نے آپ ﷺ کے لیے تعمیر کرایا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خط شاہ یمن کی طرف سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ❷

1400 سال قبل حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کا محل وقوع

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی کے جنوب مشرق کونے پر واقع تھا، جس کے جنوب میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جو بعد میں ''دار جعفر صادق رضی اللہ عنہ'' (جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مکان) سے مشہور ہوا اور شمال میں اولاً ایک گلی ''زقاق حبشہ'' نام سے تھی، اس کے بعد اسی سمت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اور مغربی سمت میں بھی ایک تنگ گلی تھی، جس کے بعد متصلاً حسن بن زید کا مکان تھا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے بعد یہ مکان ان کے آزاد کردہ غلام فلح کے پاس آ گیا، مگر انہوں نے شکستہ ہوجانے کے بعد ایک ہزار دینار میں حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے اس کی مرمت کرائی اور ایک مسکین مدنی پر صدقہ کر دیا، اس کے بعد کیا کیا تغیرات ہوئے اس کا تاریخ سے کچھ پتہ نہیں چلتا اور ایک مدت کے بعد سلطان شہاب الدین غازی بن ملک عادل نے اس کو ازسرنو تعمیر کرا کر اس کا ''مدرسہ شہابیہ'' نام رکھ دیا۔

پھر ملک شہاب الدین غازی نے اسے چاروں فقہی مذاہب کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ ❸

یوں آنحضور ﷺ کی پہلی قیام گاہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی تعلیم کا مرکز بن گیا۔ جس کی تعمیر جدید **1291**ھ میں ہوئی۔

عبدالقدوس انصاری کہتے ہیں کہ تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں پھر اس کی تعمیر نو ہوئی اور اب مدرسہ کے بجائے گنبد و محراب بنا کر مسجد کی شکل دے دی گئی اور اس کی بیرونی دیوار میں ایک پتھر پر جلی حروف میں یہ عبارت کندہ کر دی گئی۔

هٰذَا بَيْتُ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ مَدْقَدِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام

یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولین قیام گاہ، جس کی تعمیر جدید **1291** ہجری میں ہوئی۔

شیخ محمد علی حافظ اپنی کتاب ابواب المدینہ میں مذکورہ روایت سے مختلف روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تیرہویں صدی ہجری میں اس گھر کو مسجد کی طرز پر دوبارہ بنایا گیا تھا ایک طویل عرصے تک یہ اسی شکل میں رہا۔ **1407** ہجری میں یہ مقام کتب خانہ عارف حکمت کے مشرقی حصے میں ضم کر دیا گیا کیونکہ ان دونوں کا درمیانی فاصلہ صرف تین میٹر تھا۔

تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں اس گھر کی دوبارہ تعمیر

❶ دیار حبیب، ص 129 ❷ حوالہ سیرت حلبیہ باب الھجرہ ❸ عمدۃ الاخبار، ص 117

ہوئی اور یہ لوگ اس عظیم گھر کی زیارت کا شرف حاصل کرتے رہے لیکن اب ہماری آنکھیں اس مبارک گھر کو تلاش کرتے کرتے تھک بھی جائیں لیکن اب ہم اس متبرک اور تاریخی گھر کی کبھی بھی زیارت نہ کرسکیں گے کیونکہ **1407** ہجری میں یہ مبارک اور عظیم گھر مسمار کردیا گیا اور اس کے رقبے کو مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل کردیا گیا۔

قربان جائیں ان قدسی نفوس حضرات پر جنہوں نے اس غیر ترقی یافتہ دور میں بھی آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے **1000** سال قبل اور **1400** سال بعد اس عظیم گھر کی حفاظت کی اور آج ہم جسے جدید سائنسی اور ترقی کا دور کہتے ہیں اس عظیم گھر کی حفاظت نہ کرسکے۔ کاش کسی طریقہ سے اس عظیم گھر کے کچھ آثار اور نشانیاں ہی اپنی آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کرلیتے لیکن اصل میں بات کچھ اور ہی تھی۔ [1]

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں مسجد نبوی کی توسیع کے وقت یہ مکان بھی نظروں سے اوجھل ہوگیا، اگرچہ یہ مکان مسجد کی عمارت میں شامل نہ ہوسکا کیونکہ اس میں کوئی توسیع نہیں ہوئی مگر مسجد کے چاروں جانب وسیع وعریض لان بنائے گئے، ان میں یہ جگہ بھی شامل ہوگئی، اس کا محل وقوع مسجد نبوی کے جنوب مشرقی کونے پر صدر مینار سے چند قدم کے فاصلے پر سمجھنا چاہیے۔

اس مکان سے مغربی جانب حسن بن زید (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے) کا مکان تھا، جہاں **1283** ہجری میں شیخ الاسلام عارف حکمت نے ایک خوبصورت کتب خانہ مضبوط گنبد کے ساتھ تعمیر کرایا جو ''مکتبہ عارف حکمت'' کے نام سے مشہور ہوا، یہ مکتبہ بھی سعودی توسیع کے دوران منہدم کردیا گیا اور اس کی کتابیں مسجد نبوی کی مغربی جانب کی لائبریری ''مکتبہ ملک عبدالعزیز'' میں رکھ دی گئیں۔ [2]

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کا موجودہ مقام

مسجد نبوی میں روضہ رسول کی طرف جانے والے دو دروازوں میں سے ایک دروازہ باب جبرئیل علیہ السلام ہے۔ اس کے باہر صحن میں **1400** سال قبل حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ مدینہ کے رہنے والوں میں اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اس مکان کے مقام کا علم ہے۔ یہ وہ زیارتیں ہیں جن کی نشاندہی سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ کتابوں کے ذریعہ اس مقام کی نشاندہی کرنا مشکل کام ہے۔

ہجرت نبوی کی ان مذکورہ تفاصیل سے معلوم ہوا کہ مکہ سے نکلنے کے بعد مدینہ پہنچنے میں آپ ﷺ کو پندرہ دن لگے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ آپ مکہ سے سوموار کے دن نکلے تھے اور مدینہ سوموار کے دن بارہ ربیع الاول کو پہنچے تھے اور مدینہ میں آپ ﷺ دس سال رہے اور غار ثور میں تین دن تک چھپے رہے، وہاں سے نکل کر ساحل کے راستہ سے جو عام راستہ سے طویل ہے، قباء پہنچے تھے۔ [3]

ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی اور حجرہ نبوی کے تیار ہونے تک تقریباً سات مہینہ تک حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہے۔ [4]

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ زید بن کلیب بن نجار کے فرزند ہیں، نام خالد تھا، مگر ابوایوب کنیت سے مشہور ہوئے، انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ''قبرص'' کی جنگ میں شرکت فرمائی پھر یزید بن معاویہ کی قیادت میں اسلامی لشکر قسطنطنیہ پر فوج کشی کے لیے روانہ ہوا تو میزبان رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنی ضعیفی کے باوجود صرف حضور نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی بشارت کے شوق میں شریک ہوئے۔ چنانچہ اسی سفر کے دوران مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو ساتھیوں سے کہا: جب میں مرجاؤں تو تم سے جہاں تک ہوسکے دشمن کی زمین میں گھس کر مجھے دفن کرنا۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو مسلمانوں نے ان کی میت کو قسطنطنیہ شہر کی فصیل کے ساتھ دفن کیا۔ راجح یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات **52** ہجری بمطابق **672**ء میں ہوئی۔ امیر لشکر یزید بن معاویہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آج بھی ان کی قبر قسطنطنیہ میں مشہور ومعروف ہے۔ [5]

نوٹ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقامات کی تصاویر دیکھنے اور حالات پڑھنے کے لیے احقر کی کتاب تبرکات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالعہ مفید ہوگا۔

---

[1] حوالہ ابواب المدینہ [2] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکان، صفحہ **62،65** [3] مجمع الهیثمی **63/6** [4] البدایہ والنهایة

[5] المعارف ص **274** تهذیب التهذیب **90/3**

مسجد نبوی میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کا محل وقوع

مسجد نبوی کے دروازہ باب البقیع کے قریب مسجد کے صحن میں حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کا محل وقوع **1400** سال قبل پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تو اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی اور اسی جگہ عاشق رسول حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جہاں جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔

1 مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

1
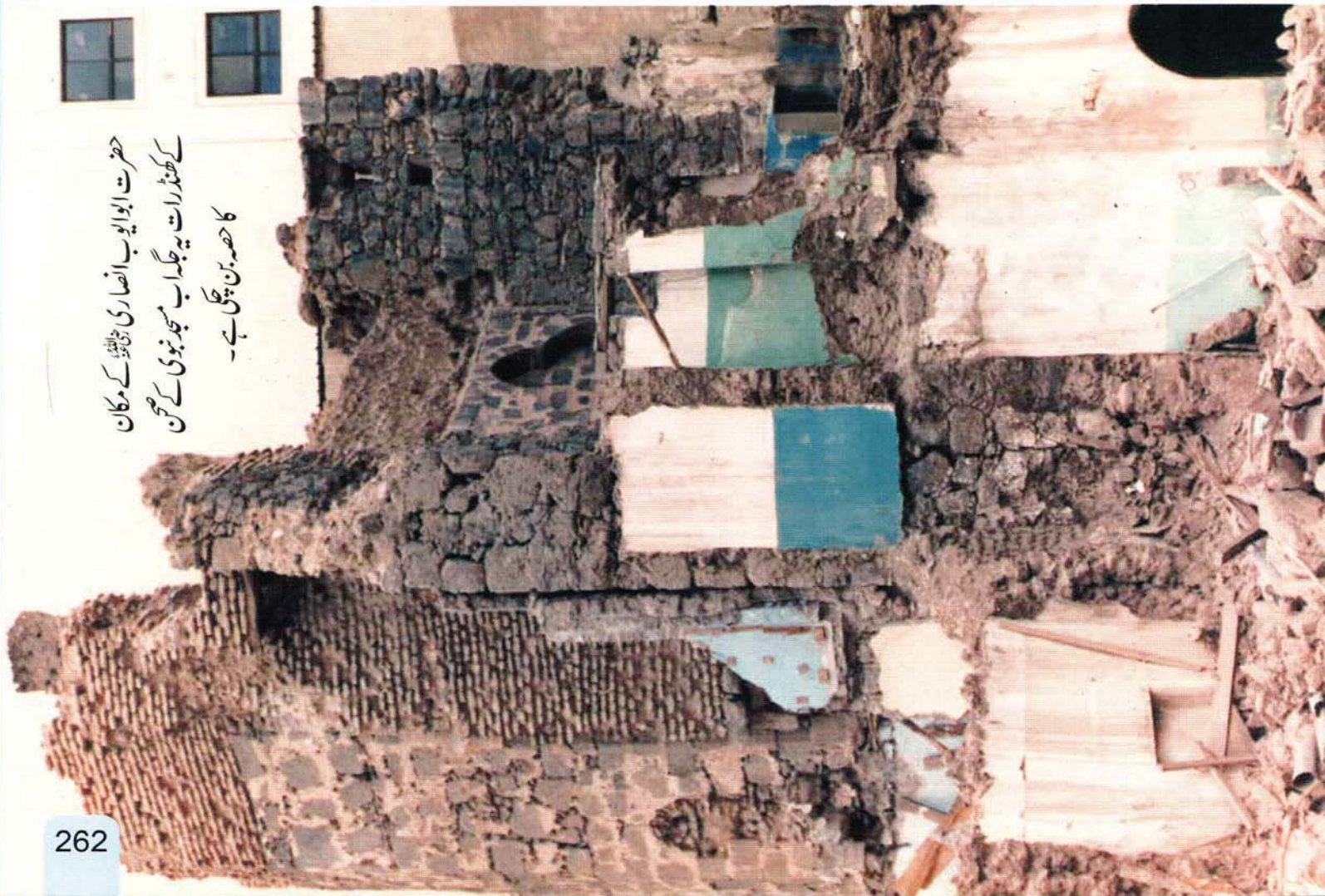
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے کھنڈرات یہ جگہ اب مسجد نبوی کے صحن کا حصہ بن چکی ہے۔

مدینہ کے تاریخی مقامات کا ماڈل
الحدیث! یہ احد پہاڑ مجھ سے محبت کرتا ہے
اور میں بھی احد پہاڑ سے محبت کرتا ہوں۔
جبل احد
لشکر اسلامی کا پڑاؤ
وادی قناۃ

مسجد قبلتین
جبل السلع
جبل الرّایہ
ثنیۃ الوداع
تیراندازوں کی پہاڑی: جبل رماۃ
مسجد نبوی ﷺ
منافقین کے واپس لوٹنے کا راستہ
بقیع قبرستان
بنو حارثہ کی بستی
لشکر اسلامی کا پڑاؤ
ی قناۃ
حرہ شرقیہ

وادی عقیق
حرّہ غربیہ
مقام بنو نجار
مسجد جمعہ
وادی رانونہ
مسجد قباء
کعب بن اشرف کا قلعہ
بنو نضیر کی بستی
بنو قینقاع کی بستی
حرہ شرقیہ
بنو قریظہ کی بستی

حرہ قباء

مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مقام جسے وقت
کے بے رحم ہاتھوں نے جواہرات کی دکان بنادیا۔

مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

روضہ نبوی ﷺ کے الٹے ہاتھ پر موجود مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

زیرِنظر تصویر میں جو سفید گنبد نظر آرہا ہے۔ اس گنبد سے بالکل متصل مکان حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تھا اور یہ سفید گنبد نما عمارت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص کے گھر کی ہے جسے بعد میں عارف حکمت نامی لائبریری بنا دی گئی۔

مدینہ منورہ کے 24 تاریخی مکانات

مدینہ منورہ کے متبرک اور تاریخی آثار میں اس کے مکانات بھی ایک عظیم اور اہم مقام رکھتے ہیں۔ "تاریخ معالم المدینہ المنورہ قدیماً وحدیثاً" کے مطابق ان متبرک و تاریخی مکانات کی تعداد 22 تھی، مرورِ زمانہ اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے نتیجے میں یہ مکانات بھی اپنی ہیئت برقرار نہ رکھ سکے۔ اکثر مکانات مسجد نبوی ﷺ کے قریب واقع تھے۔ اس لیے رفتہ رفتہ وہ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع میں شامل ہوتے رہے اور جو باقی رہ گئے وہ بھی ماضی قریب کی عظیم توسیعات کے دوران مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیے گئے۔

ان متبرک مکانات کی یادیں اب صرف کتابوں میں ہی محفوظ ہیں۔ گو کہ ان کی زیارت تو ممکن نہیں لیکن ان کا تذکرہ خیر و برکت سے کم نہیں کیونکہ ان میں سے اکثر مکانات وہ تھے جن میں پیارے آقا ﷺ تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ اب ان مکانات کا ترتیب وار تذکرہ کرتے ہیں۔

روضہ نبوی ﷺ کا صحن جہاں 1400 سال پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات ہوا کرتے تھے

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی مدینہ طیبہ ہجرت کے وقت مسجد نبوی اور اس کے آس پاس کی اکثر جگہ خالی تھی اور آبادی کم تھی۔ مشرق کی طرف بنوخزرج کے جنگجو تھے۔ شمال کی طرف بنوساعدہ کے مکانات تھے اور مغرب کی طرف بنواوس کے گھرانے آباد تھے۔ ان میں سے اکثر گھر مٹی اور گارے کے بنے ہوئے تھے۔ چند ایک دومنزلہ تھے جیسے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر دومنزلہ تھا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا محل تھا اور مشرقی جانب الزوراء کا علاقہ اور ''حاء'' نامی مشہور باغ اور کنواں واقع تھا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ کے بیان کے مطابق پیارے نبی ﷺ کی مدینہ طیبہ ہجرت کے وقت مدینہ میں انصار کے 9 گاؤں تھے۔

باقی خالی جگہ پر کھجوروں کے درخت تھے۔ جن پر مدینہ والوں کے گزر بسر تھی۔ پیارے نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد انصار نے مسجد نبوی کے آس پاس موجود کھلی جگہ پیارے نبی ﷺ کو ہبہ کردی۔ اس میں زیادہ تر جگہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی تھی جو انہوں نے آقا ﷺ کو ہدیہ کردی۔ آقا ﷺ نے اس پر اپنا حجرہ مطہرہ قائم کیا اور باقی زمین کو بے گھر مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمادیا۔ مہاجرین نے اس زمین پر رہائش کے لیے گھر بنالیے اور یوں مسجد نبوی ﷺ کے چاروں طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات بن گئے۔ ان مکانات کے بڑے دروازے گلیوں میں کھلا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان مکانات میں چھوٹے دروازے اور کھڑکیاں بھی ہوا کرتی تھیں جو مسجد میں کھلتی تھیں اور لوگ ان کو مسجد میں آمدورفت کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ غزوہ احد سے پہلے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سارے دروازے بند کردیے گئے تھے البتہ کھڑکیاں کھلی رہنے دی گئی تھیں مگر آقا ﷺ کی وفات سے قبل سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے ساری کھڑکیاں بھی بند کردی گئیں۔

روضہ نبوی ﷺ میں قبلہ کی دیوار جہاں 1400 سال پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات ہوا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ مسجد نبوی شریف سے مسجد الغمامہ تک کے تمام علاقے پر پکا فرش بنا دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اسے ''البلاط'' کہا جاتا تھا۔ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی جانب اپنی گھر بنائے ہوئے تھے (جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بہت سے صحابہ نے اپنے مکانات صدقہ کے طور پر اپنے اولاد کے لیے وقف کر دیئے تھے (یعنی اپنے گھر جو کہ ان کی اولاد کے تصرف میں تو رہے مگر وہ انہیں فروخت یا ہبہ کرنے کے مجاز نہ تھے)۔

مزید برآں چونکہ ''سوق مدینہ طیبہ'' بھی اسی جانب واقع تھا، اس لئے یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ غربی جانب بہت سے گھروں میں دکانیں بن گئی تھی، جیسے کہ ان میں سے ایک گھر ''دار الفاکھہ'' کہلاتا تھا۔ مسجد الغمامہ سے مزید مغرب کی جانب قبیلہ بنی غفار کے گھر ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے کئی مکانات ایسے بھی تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا زیادہ بار نماز ادا کی تھی کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے اکثر ان کے گھروں میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اگر ایسے میں نماز کا وقت آ جاتا یا اہل خانہ خاص طور پر یہ درخواست کر دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز بھی ادا کر دیتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات بھی کچے، سادہ اور بے تکلف تھے لیکن ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، قرآن مجید کی تلاوت، نماز اور عبادت کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے انوار و برکات سے معمور تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مکانوں کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

1400 سال پہلے اس علاقے کو البلاط کہا جاتا تھا جہاں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھر واقع تھے۔

دار العقاء

دارمروان بن الحکم اور مسجد المصلّٰی (مسجد الغمامہ) کے درمیان 1000 ذراع (5000 میٹر) کا فاصلہ تھا۔ اس جانب جن دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

گھر ہوا کرتے تھے ان میں حضرت مطیع بن الاسود رضی اللہ عنہ کا گھر بھی تھا جو کہ دار العقاء کہلاتا تھا، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اطم ''افراع'' بھی باب الرحمۃ کی سیدھ میں ہوا کرتا تھا۔ غزوہ احزاب کے دوران پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اور بچوں کو حفاظت کے لیے مختلف اطموں میں ٹھہرادیا تھا تاکہ یہود کوئی گڑبڑ نہ کرسکیں۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کو چند دیگر خواتین کے ساتھ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اسی اطم میں ٹھہرایا گیا تھا اور جب ایک یہودی نے اس اطم پر چڑھنے کی کوشش کی تو انہوں نے تلوار سونت لی اور اس کا کام تمام کردیا اور یوں تاریخ اسلام میں وہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے کسی غزوے کے دوران کسی کافر کو ہلاک کیا تھا۔
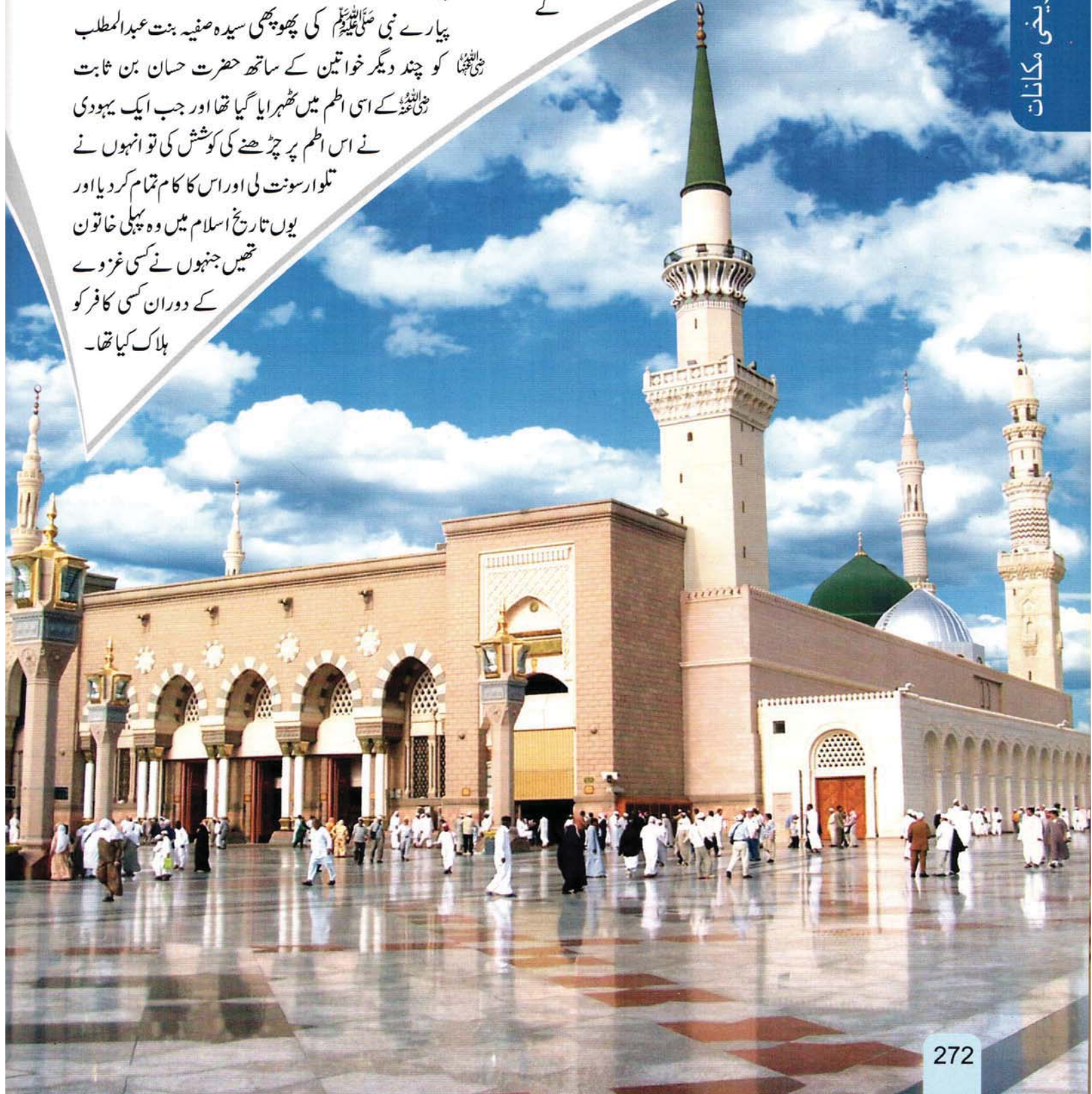
مسجد نبوی شریف کی اطراف کی آبادیاں

اسی طرح مسجد نبوی شریف کی جنوبی طرف بھی گنجان آباد علاقہ تھا۔ مسجد سے متصل اسی طرف تو بنی ہاشم کے مکانات تھے جن میں حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت جعفر بن ابی طالب، سید الشہداء حضرت حمزہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم وغیرہ کے گھر بھی تھے۔ ان میں سے اکثر مکانات تو وقتاً فوقتاً مسجد شریف کی توسیع میں کام آتے رہے جس کی تفصیل مسجد نبوی شریف کے زمرے میں دی گئی ہے۔ ان میں سے بہت سے مکانات کی بنیادیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے رکھی گئی تھیں جیسا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، جس کا پرنالہ تک پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھے پر کھڑے ہو کر نصب فرمایا تھا۔

1. حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر
2. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بڑا گھر
3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چھوٹا گھر
4. ریطہ کا گھر
5. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر
6. جبلہ بن عمرو الساعدی کا گھر
7. حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گھر
8. حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا گھر
9. حضرت موسیٰ بن ابراہیم کا گھر
10. حضرت عبداللہ بن حسن الصغر بن علی بن زین العابدین رحمۃ اللہ کا گھر
11. آل حسن رضی اللہ عنہم کا گھر
12. آل عمر رضی اللہ عنہم کا گھر
13. حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا گھر (بعد میں یہ گھر حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے گھر کے نام سے مشہور ہوا)
14. مروان بن حکم کا گھر
15. حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا گھر
16. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کا چھوٹا دروازہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا مکان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع کے کام آیا تھا جس کے بدلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسی جانب ذرا فاصلے پر زمین دے دی تھی۔ جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جہاد شام پر نکلے تو میدان جنگ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو درخواست بھیجی کہ ان کا گھر تعمیر کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا گھر ان کی جہاد سے واپسی سے پہلے اپنی زیرنگرانی میں تعمیر کروا دیا۔

اسی جانب ذرا آگے بنی زریق کا قبیلہ آباد تھا جہاں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم، حضرت انس بن مالک، حضرت عثمان بن ابی العاص الثقفی اور ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے مکانات بھی تھے۔ جہاں آج کل ''سوق الحرم'' کے نام کا بازار ہے۔ وہاں بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم بسا کرتے تھے۔ انہیں گھروں میں سے ایک مکان رویشد الثقفی کا بھی تھا جہاں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ وہ اس گھر میں شراب کشید کیا کرتے تھے۔ جونہی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے اس تمام گھر کو جلا کر خاکستر بنا دیا تھا۔

سوق الحرم جہاں **1400** سال پہلے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر ہوا کرتے تھے۔

زیرِ نظر تصویر حضور ﷺ کے روضہ مبارک سے متصل اس دروازے کی ہے جس کے اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رہائش پذیر تھیں اور یہی وہ دروازہ ہے جہاں سے بادشاہانِ اسلام حضور ﷺ کی قبر مبارکہ کے چاروں طرف موجود اس پنج گوشہ دیوار جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے تعمیر کروایا تھا زیارت کرتے ہیں اس پنج گوشہ دیوار کے چاروں طرف سبز غلاف لگا ہوا ہے اور اطراف میں خوبصورت قندیلیں جا بجا لگی ہوئی ہیں۔ بادشاہانِ اسلام بھی صرف اس پردہ کو بطور تبرک ہاتھ لگاتے ہیں۔ اگلے صفحات میں اس غلاف اور قدمین کی آپ زیارت کریں تو مجھ ناکارہ کو ضرور اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

دروازے پر لگے ہوئے تالے پر قصیدہ بُردہ شریف کا یہ شعر کندہ ہے۔

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ　　لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

ترجمہ ”وہ ایسا محبوب ہے، جس کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے، ہر خوف زدہ کرنے والے مرحلہ میں“

حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ کا گھر مبارک

یوں چند ہی برسوں میں گرد و نواح کا تمام علاقہ گنجان آباد ہو گیا تھا کیونکہ انصار و مہاجرین سب قربتِ کاشانہ اقدس ﷺ میں اسی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اردگرد کے کھلے علاقے کو پلاٹوں میں منقسم کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مختلف گروہوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ جنوبی جانب کے علاقے میں ہاشمی و مطلبی آباد کیے گئے تھے (حضرت عباس بن عبدالمطلب، سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت جعفر بن ابی طالب، سیدۃ فاطمہ بنت اسد امام علی رضی اللہ عنہم کے مکانات تھے)، جب کہ شرقی جانب یارِ غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر تھے۔

کچھ عرصہ بعد جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کو بھی اسی جانب گھر عطا ہوئے۔ تاہم مسجد نبوی شریف سے متصل شرقی جانب کا حصہ پہلے تو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا مگر جوں جوں امہات المومنین رضی اللہ عنہن زوجیت طاہرہ میں آتی گئیں، وہاں سرکارِ دوعالم ﷺ کے حجرات مبارکہ بنتے گئے۔ انہی کے درمیان حجرہ مطہرہ سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تعمیر ہوا تھا۔ اس جگہ پہلے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا ایک گھر تھا جن کو رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریبی ہمسایہ ہونے کا شرف ڈیڑھ دو سال تک حاصل رہا۔ آستانہ مبارکہ کے تمام حجرات مبارکہ شرقی جانب ہی تھے اور سب کے دروازے مسجد شریف ہی میں کھلتے تھے۔

وہ جگہ جہاں آقا ﷺ صحابہ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے

شرقی جانب دار سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور دار ابی بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک چھوٹی سی گلی نکلتی تھی جو گزرگاہ سید الانبیاء و الاتقیاء سید الکونین ﷺ تھی جہاں سے ہو کر آپ ﷺ بقیع الغرقد یا بنی عبدالاشہل اور یگر جاں نثاروں کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ دار سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور حجرات مبارکہ کے درمیان ایک چوڑی گلی تھی جہاں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جنازے پڑھائے گئے جو کہ حیاۃ طیبہ میں انتقال کرتے رہے۔ اسی نسبت سے یہ جگہ جنازہ گاہ بن گئی جہاں بعد میں بھی جنازے رکھے جایا کرتے تھے۔ مغربی جانب سب سے اہم گھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھا۔ اسی جانب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا گھر بھی تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ گھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ورثاء کو منتقل ہوتے رہے اور پھر یکے بعد دیگرے ان کی اگلی نسلوں کے تحت آتے رہے، مگر زیادہ تر یہ گھر ان کے اصل بنانے والوں کے نام سے ہی مشہور رہے۔ مثلاً دار آل عمر، دار آل عثمان، دار خالد بن ولید اور دار ابو بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ جو کہ زیادہ تر شرقی، غربی اور جنوبی اطراف میں تھے۔

شمالی جانب ابتداء ہی میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکانات تھے جن میں سے چند مکان تو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں تھے اور باقی ماندہ گھروں میں زیادہ مشہور گھرانے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ کے تھے۔ جب بھی مسجد نبوی شریف ﷺ کی توسیع عمل میں آئی تو زیادہ تر شمالی جانب کا علاقہ ہی حاصل کر کے ان میں شامل کیا جاتا رہا۔ خواہ وہ جناب رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ میں غزوہ خیبر کے بعد ہو یا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہو یا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ میں یا پھر مہدی عباسی اور اس کے بعد کے ادوار میں ہو۔

زیادہ تر اسی جانب واقع مکانات خرید کر مسجد نبوی شریف میں شامل کیے گئے ہیں اس لیے اس جانب بسنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکانات میں سے چند کے نام صرف تاریخی حوالوں کی صورت میں باقی رہ سکے جب کہ ان کے ورثاء دوسری جگہوں پر منتقل ہوتے گئے۔ ان میں سے بہت سے گھروں کے مقیمین نے تو خوشی خوشی اپنے مکانات مسجد شریف کے لیے ہبہ کر دیے تھے مگر کچھ کو بہت کوششوں کے بعد بیچنے پر رضامند اور قائل کیا جا سکا۔

مصنف ابن ابی شیبہ 36/1، 246

مسجد نبوی کا مشرقی صحن جہاں 1400 سال پہلے صحابہ کرام کے مکانات واقع تھے۔

1 مسجد نبوی کے صحن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات

مسجد نبوی کی خصوصیت میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات مسجد نبوی کے صحن میں تھے جب آپ کبھی حجرہ مبارکہ کے قریب مسجد کے جنوب مشرقی کونے کے باہر صحن میں کھڑے ہوں تو اسی جگہ میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ اسی طرح مسجد کے جنوبی حصے میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کی جگہ ایک مسافر خانہ تھا جو سعودی حکومت کی پہلی توسیع ۱۹۵۲ء تک باقی تھا۔ آج وہ مشرقی صحن کا حصہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکانات بھی مشرقی حصے میں شامل ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان بھی مسافر خانے کے طور پر ماضی قریب تک موجود تھا اور ''رباط خالد'' کہلاتا تھا۔ اب وہ مشرقی حصے میں شامل ہے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مکان سب سے بڑا تھا اور اسی وجہ سے اس کا نام بھی ''دار کبریٰ'' یعنی بڑا گھر تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں نبی کریم رضی اللہ عنہ کے مہمانوں کو ٹھہرایا کرتے تھے۔ اب وہ بھی مسجد کے شمالی حصے میں شامل ہے۔ مسجد کے مغربی حصے میں حضرت عمر، حضرت زبیر بن عوام، حضرت حسان بن ثابت، سیدہ سکینہ بنت حسین، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اور کئی دوسرے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات شامل ہیں اور ان سب حضرات کی سلسلہ وار تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

مسجد نبوی کا صحن

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکانات کا تقریبی نقشہ
الجنوب
دار حارثه
دار الحسن
دار ابی ایوب
دار عامر
دار ابراهيم
زقاق الحبشه
زقاق عاصم
دار آل عمر
دار مراون
المقداد
دار عثمان
دار عثمان الصغرى
الكبرى
زقاق البقيع
دار جعفر
دار العباس
دار نوفل
عمار
دار ابو سبره
دار ابی بکر
دار آل سفيان
دار اويس
دار مطيع
دار حكيم
دار معاوية
دار القضاء
دار ابن مكمل
باب جبريل
باب النساء
باب الرحمة
دار ريطة
دار أبی بکر
دار جبلة
دار خالد
دار عمرو بن العاص
البطيحاء
القرائن
دار ابن مسعود
دار عتبة
دار عاتكة
دار نعيم
اطم حسان
دار تميم الداري
دار سكينة
زقاق المناصع
رحبة المشارب
زقاق القياشير
دار ملكية
دار مخرمة
دار ام حبيبة
دار ابن جعفر
دار طلحة
دار الزبير
دار عبدالرحمن
رحبة المشارب
خوخة آل يحيى
حش أبی طلحة
مسجد نبوی شریف کی ابتدائی تعمیر
غزوۂ خیبر کے بعد توسیع
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں توسیع
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں توسیع
ولید بن عبد الملک اموی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں توسیع
مہدی عباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں توسیع
مسجد کے پاس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکانات

مَدِیْنہ مُنوّرہ کے تارِیْخی گھر

مسجد نبوی ﷺ میں موجود امّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مکانات کا نقشہ

خاکہ جو واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد حجروں کے کس جانب تھی۔ ایسے ہی ساتویں صدی ہجری میں اس کی توسیع، اس کی موجودہ حدود، روضہ اطہر، منبر شریف، محراب اور 9 ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کی نشاندہی کرتا ہے۔ حجروں کے نمبر ترتیب کے ساتھ ہیں۔

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے کمرے

1. حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
2. حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا
3. حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا
4. حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
5. حضرت رملہ بنت ابوسفیان (اُمّ حبیبہ) رضی اللہ عنہا
6. حضرت ہند بنت امیہ مخزومیہ (اُمّ سلمہ) رضی اللہ عنہا
7. حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
8. حضرت جویریہ بنت حارث بن ابوضرار رضی اللہ عنہا
9. حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب رضی اللہ عنہا

تحقیق شیخ عبدالغنی فاروقی

نوٹ: صفحہ 279 اور 281 میں دیئے گئے تاریخی مقامات کے نقشہ میں بعض مقامات کے تعین کی نشاندہی الگ الگ مقامات پر کی گئی ہے جس سے قارئین کو شاید پریشانی ہو مگر یہ مقامات شیخ محمد فاروق مکی اور شیخ عبدالغنی فاروقی کے تحقیق کردہ ہیں لہٰذا احقر نے ان دونوں محققین کی تحقیق میں نکتہ چینی کو مناسب نہیں سمجھا لہٰذا دونوں نقشوں کو اسی حالت میں چھاپا گیا ہے۔

The three gates of Masjid-e-Nabwi.

مسجد نبوی ﷺ کے تین دروازے

حضور ﷺ کے دور میں تعمیر کردہ قدیم مسجد نبوی ﷺ کا ماڈل : زیر نظر تصویر مدینہ منورہ میں موجود مسجد نبوی ﷺ کے ماڈل کی ہے اس ماڈل میں مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آمد و رفت کے دروازے نظر آرہے ہیں جبکہ تیسرا دروازہ باب عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس سے حضور ﷺ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے گھر سے مسجد تشریف لاتے تھے ۔ اس ماڈل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے گھروں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ اس کے ستون کھجور کے درختوں کو کاٹ کر نصب کئے گئے تھے۔

مسجد نبوی ﷺ اور حضور ﷺ کی بیویوں کے گھر کا ماڈل

1. سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
3. حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
4. زینب خزیمہ رضی اللہ عنہا
5. حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا
6. حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا
7. زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
8. حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا
9. حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضور ﷺ کے زمانہ کی مسجد نبوی اور اطراف میں موجود مکانات کا نقشہ

(تحقیق: شیخ محمد فاروقی مکی و شیخ محمد ناصر مدنی)

1. باغ ابی طلحہؓ
2. عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا گھر
3. مخرمہ بن نوفل کا گھر
4. عبدالرحمٰن بن عوف کا گھر
5. البطحاء
6. القرائن
7. عبداللہ بن مسعودؓ کا گھر
8. عتبہ بن مسعودؓ کا گھر
9. عبداللہ بن جعفرؓ کا گھر
10. طلحہ بن عبیداللہؓ کا گھر
11. زبیر بن عوامؓ کا گھر
12. ام حبیبہؓ کا گھر
13. تمیم داریؓ کا گھر
14. حسان بن ثابتؓ کا گھر
15. نعیم بن عبداللہؓ کا گھر
16. عبداللہ بن مکملؓ کا گھر
17. عمر بن خطابؓ کا گھر
18. عبداللہ بن سعدؓ کا گھر
19. مطیع بن اسودؓ کا گھر
20. معاویہ بن سفیانؓ کا گھر
21. حکیم بن حزامؓ کا گھر
22. بیت ال سفیانؓ
23. نوفل بن حارثؓ کا گھر
24. ابوبکر صدیقؓ کا گھر
25. عمار بن یاسرؓ کا گھر
26. عباس بن عبدالمطلبؓ کا گھر
27. جعفر بن ابی طالبؓ کا گھر
28. مروان بن الحکمؓ کا گھر
29. عبداللہ بن عمرؓ کا گھر
30. عبداللہ بن زمعہؓ کا گھر
31. سعد بن ابی وقاصؓ کا گھر
32. اطم الفریع
33. حارثہ بن نعمانؓ کا گھر
34. ابوایوب انصاریؓ کا گھر
35. عثمان بن عفانؓ کا بڑا گھر
36. عثمان بن عفانؓ کا چھوٹا گھر
37. ابوبکر صدیقؓ کا مشرقی گھر
38. مغیرہ بن شعبہؓ کا گھر
39. جبلہ بن عمروؓ کا گھر
40. خالد بن الولیدؓ کا گھر
41. عمرو بن العاصؓ کا گھر
42. ریاح الاسودؓ کا گھر
43. مقدار بن عمروؓ کا گھر

ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر

1. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر
2. سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر
3. سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا گھر
4. سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا گھر
5. سیدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کا گھر
6. سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کا گھر
7. سیدہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا گھر
8. سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کا گھر

صاحبزادی رسول ﷺ

9. حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر

حبشہ کی گزرگاہ

بقیع کی گزرگاہ

باب جبریل

Baab-e-Jibraeel

مناصع کی گزرگاہ

رحبة المشارب

2 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعارف اوران کا مکان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نور اسلام سے سرفراز ہونے سے پہلے نام ''عبدالکعبہ'' تھا، دین اسلام قبول کرنے کے بعد آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام بدل کر ''عبداللہ'' رکھ دیا۔ لقب ''صدیق'' اور ''عتیق'' تھا، والد کا نام ''عثمان'' اور کنیت ''ابوقحافہ'' تھی، چھٹی پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے، مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ راشد آپ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔
آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلے پہل لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا چوں و چرا دین اسلام کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہوئے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف بھی آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد اسلام کی تبلیغ میں بڑھ چڑھ کر محنت کی اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بن گئے، بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دین اسلام اور رضائے الہی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ مالی و جانی قربانی دینے میں کوئی صحابی آپ پر سبقت نہ لے جاسکا۔ اسی وجہ سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی۔ ایک موقع پر اللہ کی راہ میں گھر کا سارا سامان پیش کر دیا۔

جان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو؟

کہا: بس اللہ اور رسول کا نام کافی ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بس

دشمنان دین سے اشاعت دین کی خاطر جتنے غزوات پیش آئے آپ رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں پیچھے نہ رہے اور نہ ہی کوئی غزوہ آپ سے چھوٹا۔ **13** ہجری میں تریسٹھ (63) سال کی عمر پا کر انتقال کیا اور ساری عمر جن کی رفاقت میں گزاری تھی، اور جن کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا وفات کے بعد بھی ان سے جدا ہونا گوارا نہ کیا، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہی سپرد خاک کیے گئے۔ [1]

مسجد نبوی کے پڑوس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دو مکان تھے، ایک مغربی جانب اور دوسرا مشرقی جانب تھا۔ مشرقی جانب والا مکان بقیع جانے والی گلی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چھوٹے سے مکان کے سامنے واقع تھا۔ [2]

جبکہ مغربی جانب والا مکان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گھر کے ساتھ تھا۔ اسی طرح مغربی سمت سے ریطہ بنت ابوالعباس کا مکان ملا ہوا تھا اور مشرقی سمت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چھوٹے مکان کی جو حد تھی اسی کے بالمقابل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان کی بھی حد تھی۔ [3]

ریطہ نے جب اپنے مکان کی توسیع کی تو مشرق سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان کا کچھ حصہ اپنے مکان میں داخل کر لیا اور یہ سارے مکانات ماضی قریب تک باقی رہے۔ لیکن سعودی حکومت کی پہلی توسیع کے دوران یہ سارے مکانات منہدم کیے گئے اور اب دوسری سعودی توسیع کے بعد یہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر مشرقی صحن میں شامل ہے۔ [4]

یہ وہ عظیم گھر ہے جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود دیا تھا۔ یہ گھر مسجد نبوی شریف کی مشرقی جانب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ''**دار الصغریٰ**'' نامی گھر کے سامنے واقع تھا۔ یہ عظیم گھر شمال کی جانب مشہور ''**شارع طریق البقیع**'' پر واقع تھا۔ جس کا آخری حصہ سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف آتا تھا۔ [5]

زمانہ گزرتا رہا اور اس مکان کی ملکیت میں تبدیلی آتی رہی اور بالآخر یہ گھر دار ریطہ میں ضم ہوگیا۔ اس کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اور گھر العوالی میں السنح کے محلے میں بھی ہوا کرتا تھا جو کہ مسجد نبوی شریف سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ [6]

[1] المعارف ص 167، طبقات ابن سعد 228.224/3 [2] تاریخ المدینۃ المنورہ 246/1 [3] تاریخ المدینۃ المنورہ 242/1
[4] آثار المدینۃ المنورۃ، ص 37 [5] صحابہ کے مکانات، ص 84 [6] جستجوئے مدینہ، ص 785

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مغربی جانب کا مکان: خوخہ ابوبکر

خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک مکان مغربی جانب مسجد نبوی ﷺ سے بالکل متصل واقع تھا جس کا اصل دروازہ عام آمدورفت کے لیے باہر کھلتا تھا، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں آنے جانے کے لیے ایک چھوٹی سی کھڑکی کو مسجد کی طرف بھی کھول رکھا تھا۔ اس کھڑکی کے بارے میں محبوب کبریاء ﷺ کا یہ ارشاد مشہور ہے: مسجد کے تمام دریچے بند کردو سوائے ابوبکر کے دریچے کے۔ بعد میں یہ مکان خوخہ ابوبکر کے نام سے مشہور ہوگیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ گھر ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ **4000** درہم میں بیچ دیا تھا اور ملنے والی رقم سے انہوں نے کچھ تو اپنے قرض چکائے اور باقی ماندہ رقم چند مہمان وفود کی خاطر و مدارات میں صرف کردی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں مسجد نبوی شریف کی توسیع کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان کو مسجد نبوی میں شامل کرلیا گیا تھا، تاہم بعد میں جب ولید بن عبدالملک مدینہ طیبہ آیا تو اس نے حکم دیا کہ اس مقام پر ایک کمرہ بنوادیا جائے جہاں بعد میں قرآن کریم کے نسخے رکھے جانے لگے تھے۔ اسی طرح مہدی عباسی اور پھر ترکی ادوار میں جب مسجد شریف کی تعمیر نو اور توسیع ہونے لگی تو اس کمرے کو مزید مغربی جانب دھکیل دیا گیا جو کہ اس کے پرانے محل وقوع کی سیدھ میں غربی جانب بنایا گیا تھا۔ آج بھی اس مقام کی یاد میں غربی جانب کا دروازہ باب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہلاتا ہے اور اس مقام کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے اندر کی جانب نہایت خوبصورت خطاطی میں یہ تحریر کنداں ہے۔

''یہ خوخہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔''

اگر وہ گھر اس جگہ پر نہیں تھا جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے وہ تو دراصل منبر شریف کے قریب اس دیوار سے متصل تھا جو کہ اس وقت مسجد نبوی شریف کی انتہائی غربی دیوار تھی لیکن باب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر یہ تحریر زائرین کو یاد دلاتی رہے گی کہ یہ دروازہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خوخہ کی یاد میں تعمیر کیا گیا تھا جسے سرور دو عالم ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں مسجد شریف میں باقی رکھنے کا حکم دیا تھا۔

جذب القلوب بحوالہ: جستجوئے مدینہ، 513

1400 سال پہلے اس جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر ہوا کرتا تھا۔

3 امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گھر مبارک

امیر المؤمنین خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریش کی شاخ ''بنوعدی'' سے تعلق رکھتے تھے، آپ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی بڑے پُرشکوہ ودبدبہ کے مالک تھے، اپنے قبیلہ میں سفارت کے منصب پر فائز تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اسلام کی بڑی آرزو تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے پانچ برس پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے مسلمان خفیہ عبادت کیا کرتے تھے، جب آپ اسلام لائے تو خانہ کعبہ میں جاکر نماز ادا کی، اسی وجہ سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''فاروق'' کا لقب عطا کیا۔ واقعی آپ کے اسلام سے مسلمانوں کو بڑی قوت ملی۔ آپ کی عظیم خدمات کی بدولت رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں آپ کو جنت کی بشارت دی۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ مزاج میں انتہائی سختی تھی جو ان کی حق پرستی کا نتیجہ تھی۔ بڑے بہادر، دانش منداور صائب الرائے واقع ہوئے تھے۔ آپ کی بعض آراء تائید الٰہی سے شرعی احکام بن گئیں۔ سادگی اتنی کہ حکومت کے تخت جلال پر بیٹھے ہوئے ہیں مگر اجنبی آدمی کے لیے پہچاننا مشکل ہوجاتا تھا، آپ کے دور انصاف میں بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع واتفاق ہوا تھا۔ نتیجتاً چودہ صدیوں تک حرمین شریفین اورعالم اسلام میں بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھی جاتی ہیں۔

اسلامی فتوحات کا دائرہ آپ کے زمانہ میں جتنا وسیع ہوا اتنا کسی زمانہ میں نہیں ہوا، آخرکار ۲۳ ہجری میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ (یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مجوسی غلام تھا، چکی سازی کا کام کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا وہ کسی بالغ کافر کو مدینہ میں رہنے نہیں دیتے تھے، مگر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ابولؤلؤ کو اجازت مل گئی تھی) کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور یکم محرم الحرام **24** ہجری کو جام شہادت نوش کیا اور آقائے نامدار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ [1]

مسجد نبوی کے اطراف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو گھر تھے اس کی تفصیل اس طرح ہے

مسجد نبوی کی مغربی دیوار میں جو دریچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا بالکل اسی کے سامنے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اور مسجد سے اتنا قریب تھا کہ جمعہ کی نماز میں نمازیوں کا اژدھام ہوتا اور مسجد میں تنگی محسوس ہوتی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس مکان میں بھی صفیں لگائی جاتیں۔ [2]

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مکان کو دار القضاء بھی کہا جاتا ہے۔ یہ گھر مدرسہ محمودیہ کی شمالی دیوار کے نیچے تہہ خانے کی شکل میں واقع تھا جو کہ باب رحمت کی طرف تھا۔ مسجد نبوی شریف کی توسیع کے دوران مدرسہ محمودیہ اور یہ گھر اس میں ضم کردیے گئے تھے۔ توسیع میں اس کی جگہ باب ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے واقع ہے۔

[1] طبقات ابن سعد 275.265/3 [2] صحابہ کے مکانات، ص 109

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر کا مقام

دارالقضاء کی وجہ تسمیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس گھر کو ''دارالقضاء'' کیوں کہتے تھے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے اس مکان کو فروخت کر کے میرے قرضے ادا کیے جائیں، اگر اس کی قیمت سے سارے قرضے ادا ہو جائیں تو ٹھیک، ورنہ میرے قبیلے بنو عدی سے کہنا وہ ادا کریں، چنانچہ وصیت کے مطابق آپ کی وفات کے بعد اس مکان کو فروخت کر کے آپ کے قرضے ادا کیے گئے، اسی دن سے اس گھر کا ''دارالقضاء'' (ادائیگی قرض کا گھر) نام مشہور ہوا۔ [1]

یہ گھر سیدنا حضرت امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا، چونکہ یہ گھر ایک خاص مقصد کے لیے فروخت کیا گیا تھا یعنی قرضہ جات کی ادائیگی (قضاء الدین) کے لیے، اس لیے یہ گھر ابتداء میں تو دار قضاء الدین کے نام سے مشہور ہوا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے صرف دارالقضاء کہا جانے لگا۔ بعد میں کچھ عرصہ وہاں دارالمال اور دیوان کے دفاتر بھی قائم رہے۔

چند روایات اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ اسی گھر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیسرے خلیفہ راشد کے چناؤ کے لیے تحکیم کی تھی اور اس سلسلے میں جتنے اجلاس بھی ہوئے اسی مقام پر ہوئے اور سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ابتدائی بیعت بھی اسی مکان میں ہوئی تھی۔ عربی میں قضاء کا ایک مطلب فیصلہ کرنا بھی ہے۔ چونکہ تیسرے خلیفہ راشد کے چناؤ کا فیصلہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں اسی جگہ پر ہوا تھا اس لیے بھی اس مکان کو ''دارالقضاء'' کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ [2]

اس کے بعد جب عباسیوں نے عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لی تو خلافت عباسیہ کے سب سے پہلے خلیفہ ابوالعباس سفاح کے ماموں نے اس گھر کو مسمار کر کے اسے مسجد نبوی شریف کے ساتھ ملحق کر دیا جو کہ ایک کھلے صحن کی شکل میں تھا جو باب السلام سے لے کر باب الرحمۃ تک پھیلا ہوا تھا۔

امام ابن شبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب **138** ہجری میں زید بن عبداللہ مدینہ طیبہ کے گورنر ہوئے تو انہوں نے اسے مسمار کر کے اس سے ملحق ایک مکان کی سی شکل دے دی جس کا دروازہ مسجد شریف میں کھلتا تھا۔

138 ھ میں زیاد بن عبیداللہ کو مکہ اور مدینہ کا گورنر بنایا گیا، زیاد نے **151** ھ میں ''دارالقضاء'' اور آس پاس کے مکانات کو گرا کر مسجد نبوی کے لیے صحن بنوایا اور ''دریچہ ابوبکر'' اور ''باب رحمت'' کے بیچ میں ایک نیا دروازہ کھولا جو ''باب زیاد'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس دروازہ کے اوپر باہر کی طرف ایک تختی لگائی گئی، جس پر یہ عبارت لکھی تھی:

> اَمَرَ عَبْدُاللّٰهِ ''اَمِيْرُالْمُؤْمِنِيْنَ'' أَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِعَمَلِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِمَارَةِ هٰذِهِ الرُّحْبَةِ، تَوْسِعَةً لِمَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِمَنْ حَضَرَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فِيْ سَنَةِ إِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ وَمِائَةَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَلِدَارِ الْاٰخِرَةِ [3]

یعنی **151** ھ میں محض اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی غرض سے اللہ کے بندے امیر المومنین نے مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک (جزوی) کام اور مسلم زائرین کی حاضری اور مسجد نبوی کی توسیع کی خاطر اس جگہ کو صحن بنانے کا حکم جاری کیا۔

یہ صحن ''باب زیاد'' سے ''باب السلام'' تک وسیع تھا اور ''درالقضاء'' کے بجائے ''رحبۃ القضاء'' (صحن قضا) کہا جانے لگا۔ بعد میں **888** ہجری میں اسی جگہ مدرسہ اشرفیہ قائم ہوا اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے یہاں شرعی عدالت (المحكمة الشرعيه۔ قضاء المدينه) بھی قائم ہوئی جسے ترکوں کے دور میں باہر منتقل کر کے اسی مدرسہ المحمودیہ بنا دیا۔ [4]

یہ صحن ایک عرصہ تک صحن ہی رہا۔ غالباً سب سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیخ الخدام کافور مظفری نے یہاں عمارت کھڑی کی جو دار شباک کہلائی۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ان کے زمانہ میں اس صحن قضاء میں ''باب رحمت'' سے قریب جو عمارت تھی وہ ''دارشباک'' (کھڑکی والا گھر) کہلاتی تھی، اس سے متصل ''مدرسہ جوبانیہ'' اور ''حصن عتیق'' (پرانا قلعہ) تھا۔

---

[1] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص **102** — [2] جستجوئے مدینہ، ص **788** — [3] كتاب المناسك ص **394**، وفاء الوفاء — [4] ابن شبہ **234/1**

اور ''مدرسہ جوبانیہ'' مغل افواج کے سربراہ ''جوبان'' نے **724** ہجری میں تعمیر کروایا تھا اور ''حصن عتیق'' غالباً مدینہ کے کسی گورنر کا تعمیر کردہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مدینہ کا گورنر بن کر آتا تو اسی قلعہ میں رہائش اختیار کرتا، پھر شاہ بنگال ابوالمظفر سلطان غیاث الدین اعظم بن سلطان سکندر نے **814** ہجری میں اس قلعہ کو مدرسہ میں تبدیل کر دیا۔

مسجد نبوی میں دوسری بار کی آتشزدگی کے بعد **886** ہجری میں سلطان اشرف قایتبائی نے تینوں عمارتیں گرادیں اور ان کی جگہ پر ایک مدرسہ اور ایک قیام گاہ تعمیر کی اور ''باب رحمت'' سے قریب والے کونے پر ایک مینارہ بھی تعمیر کیا۔ [1]

پھر ایک زمانہ آیا جب اس کو کچہری بنا دیا گیا، مدینہ منورہ کے قاضی یہاں تشریف لاتے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے، پھر یہ کچہری منتقل ہو کر صحن میں چلی گئی اور کچھ عرصہ بعد یہ عمارت بھی کھنڈر بن گئی، سلطان عبدالمجید ترکی کا زمانہ آیا تو انہوں نے **1237** ہجری میں اسی جگہ ایک مدرسہ تعمیر کروایا، اس میں ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کیا جو ''المکتبة العظيمة'' کے نام سے مشہور تھا، اس سے متصل ایک مکان بھی بنوایا گیا، جس میں ناظم مدرسہ رہا کرتے تھے، پھر **1282** ھ میں سلطان عبدالعزیز ترکی عثمانی نے اس کی از سر نو تعمیر کروائی۔

یہ عمارتیں مع مینارہ ابھی زمانہ قریب تک موجود تھیں، سعودی حکومت نے **1372** ہجری میں مسجد نبوی کی پہلی بار توسیع کی تو ساری عمارتیں ڈھادی گئیں اور اب جب کہ دوسری عظیم ترین توسیع بھی عمل میں آچکی ہے تو ان کا محل وقوع ''باب رحمت'' اور ''باب السلام'' کے سامنے مغربی جانب صحن میں سمجھنا چاہیے۔ [2]

[1] وفاء الوفاء **702-643/2**

[2] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص **108** تا **111**

[1] وہ جگہ جہاں صدیوں پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گھر ہوا کرتا تھا۔

4 حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تعارف اور اُن کا مکان

امیر المؤمنین خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قریش کی مشہور شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے، سلسلہ نسب میں پانچویں پشت میں آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر ابتداء ہی میں اسلام سے مشرف ہو گئے تھے، خود کہتے ہیں: اسلام میں چار میں سے چوتھا میں ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد مقرر ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دنیا ہی کی زندگی میں جنت کی بشارت دی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے رشتہ ازدواج میں آپ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہوئیں، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ ''ذوالنورین'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں، غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے تیمارداری میں مصروف تھے جس کے باعث غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے، تاہم اجر وثواب اور مال غنیمت سے بھی محروم نہ رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تاریخ کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں سے نکاح کی سعادت ملی اسی طرح حبشہ اور مدینہ دونوں جگہ کی ہجرت کا شرف آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل رہا۔ محرم **24** ہجری میں خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ **35** ہجری میں شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ [1]

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کی مشرقی جانب ایک قطعہ زمین عطا فرمایا تھا جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکان بنوایا، بعد میں جنوبی جانب بھی کچھ زمین خرید کر ایک اور مکان بنوایا جو ''دار صغریٰ'' سے مشہور ہوا جب کہ پہلا مکان ''دار کبریٰ'' کہلاتا تھا۔ [2]

1 المعارف، ص 191-196

2 صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 80

دارِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (دار کبریٰ، بڑا مکان)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا گھر مدینہ منورہ کے بڑے گھروں میں شمار ہوتا تھا۔ اور یہی وہ گھر ہے جس میں تیسرے خلیفہ امام مظلوم سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اس گھر کو دار الکبریٰ کہتے ہیں اس کے عقب میں اس کا حصہ دار الصغریٰ تھا جس کی دیوار توڑ کر بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے اس گھر میں داخل ہوئے تھے۔ اس گھر کے فرش پتھر سے بنے ہوئے تھے۔ سعودی عرب میں مسجد نبوی شریف کی بڑی توسیع کے دوران یہ گھر بھی توسیع میں شامل کر لیا گیا لیکن اس کا سنگ مرمر کا فرش باب جبرائیل تک باقی رہنے دیا گیا جو مسجد نبوی شریف کی مشرقی جانب پر اختتام پذیر ہوتا تھا اور بڑے مینار کے نیچے تک آتا تھا۔ [1]

دارِ عثمان رضی اللہ عنہ کے حدود اربعہ اور مؤرخین کی تحقیق

تاریخ کے صفحات پر مورخین کے بیانات کی روشنی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ وسیع و عریض حویلی نما مکان باب جبرئیل سے کوچہ حبشہ تک پھیلا ہوا تھا، اس کا دروازہ باب جبرئیل کے ٹھیک سامنے پڑتا تھا، اس لیے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے تو اسی باب جبرئیل سے نکلتے، اسی لیے باب جبرئیل کو "باب النبی" یا "باب آل عثمان" بھی کہتے ہیں۔ [2]

[1] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات [2] وفاء الوفاء 689-732/2

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا مقام [1]

اس مکان کی حدود اربعہ اس طرح بنتی ہیں:

جنوب میں کوچہ حبشہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ دونوں کے مکانات کے بیچ سے نکلتا تھا۔

شمال کی جانب کوچہ بقیع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکانات کے بیچ میں سے گزرتا تھا۔

مشرق کی جانب میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ''دار صغریٰ'' متصلاً واقع تھا، اور مغرب میں جنازہ گاہ تھی۔

بعد میں اس مکان کے تین حصے ہوئے، باب جبرئیل کے سامنے والے حصہ میں جمال الدین محمد بن ابومنصور اصفہانی نے عجمی فقراء اور مساکین کے قیام کے لیے ایک مسافر خانہ تعمیر کروایا جو ''رباط اصفهانی'' اور ''رباط عجم'' کے نام سے مشہور رہا اور حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع تک باقی رہا۔

اس مسافر خانہ کی جنوبی جانب کا ایک حصہ 576ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا اسد الدین شیرکوہ نے خرید لی، جس میں وہ خود اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے والد نجم الدین ایوب دونوں دفن کیے گئے۔ ❶

ان قبور قبر والے حصہ کی جنوبی طرف کا باقی ماندہ حصہ حرم نبوی کی خدمت کرنے والوں کے نام وقف تھا، اس لیے اس حصہ کو مشائخ حرم اپنی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے یہ حصہ ''دار مشائخ حرم'' کے نام سے مشہور ہوا۔

جب کہ جنوبی حصہ میں وہ جگہ جہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں 1327 ہجری میں محمد لبیب بتنونی نے مدینہ طیبہ کی زیارت کرنے کے بعد اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے ایک گوشہ میں ایک کمرہ کی کھڑکی پر ایک تختی لگی ہوئی ہے، جس پر لکھا ہوا ہے:

مَقْتَلُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

یعنی اسی جگہ پر (ظالموں نے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ❷

گویا اس سفر نامہ کی تصریح کے مطابق شیوخ حرم ''دار کبریٰ'' کے جس جنوبی حصہ میں رہتے تھے، وہی حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ تھی۔ ❸

خلافت عثمانی کے زمانے میں اسے دار شیخ الحرم بھی کہا جاتا تھا۔ دار سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چھوٹے حصے (دار الصغریٰ) میں بھی ایک رباط قائم تھی جسے مراکشی حجاج نے تعمیر کروایا تھا اور رباط سیدنا عثمان کہلاتی تھی۔ ❹

دار صغریٰ (چھوٹا مکان) کا محل وقوع

یہ مکان بڑے مکان سے متصل جانب مشرق میں تھا اور رباط سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھا۔ شمال میں سامنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، دونوں مکانوں کے بیچ میں ایک گلی تھی جو ''زقاق بقیع'' کہلاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل اسی مکان کو پھلانگ کر اندر داخل ہوئے پھر بڑے مکان میں داخل ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے اور شہید کیے گئے۔ ❺

---

❶ تحقيق النصرة ص 76 ❷ الرحلة الحجازية ص 243 ❸ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 81
❹ جستجوئے مدینہ، ص 789 ❺ وفاء الوفاء 731/2

⑤ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کا تعارف اور ان کا مکان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، بچپن ہی میں والد کے ساتھ مسلمان ہوئے اور کم سنی کی وجہ سے غزوہ بدر میں شرکت کی اجازت نہ ملی تھی، اتباع سنت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جہاں کہیں آپ رضی اللہ عنہ نے پیارے آقا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں اترتے یا نماز پڑھتے دیکھا تھا وہاں جب کبھی پہنچنے کا اتفاق ہوتا تو کیا مجال کہ بغیر اترے یا بغیر نماز پڑھے گزر جاتے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی دوراندیشی اور علمی مقام عطا کیا تھا۔ الغرض **73** ہجری میں **84** برس کی عمر میں وفات پائی۔ مکہ میں انتقال کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں آپ سب سے آخری صحابی تھے۔ ❶

امام مطری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گھر مسجد نبوی شریف کے جنوبی طرف واقع تھا، اسے دار العشرہ بھی کہا جاتا تھا۔ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کی توسیع کروائی تو اس وقت متبادل کے طور پر یہ گھر آپ رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔ اسی توسیع میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک بھی مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ ❷

آپ کا مکان قبلہ کی جانب محراب سے مشرق کی طرف واقع تھا، اسی میں وہ مشہور ستون بھی تھا جس کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے۔

پہلے یہ خالی زمین ہوا کرتی تھی اور یہاں کھجوروں کے سکھانے کے لیے ایک احاطہ سا بنا ہوا تھا۔ حجرہ مطہرہ کے بدلے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس جگہ پر مکان تعمیر کروا کر دیا گیا جہاں وہ تاحیات مقیم رہیں، تاہم اپنے انتقال سے پہلے انہوں نے وہ مکان اپنی چچیری بہن (حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) کو تاحیات ہبہ کر دیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد یہ مکان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حصے میں آ گیا اور پھر ان کے بعد ان کی اولاد در نسل اسی مکان میں آباد رہی۔ اسی لیے اس مکان کو دار آل عمر رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا تھا۔ ❸

قبلہ کی طرف سے جو مکانات مسجد سے متصل تھے اور جن کے دروازے مسجد نبوی میں کھلا کرتے تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مکان بھی تھا اور اس کا دروازہ "دریچہ آل عمر رضی اللہ عنہ" کے نام سے مشہور تھا۔ ❹

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قبلہ کی طرف سے مسجد نبوی شریف کی توسیع کی ہے تو اس کی دیوار کو مذکورہ مقام تک لے آئے جبکہ اس کا باقی حصہ دارِ عباس میں ڈال دیا گیا۔ جو جگہ قبلہ رخ تھی وہاں سے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو توسیع میں شامل کیا گیا اور اس کی جگہ انہیں مذکورہ گھر عطا کیا گیا۔ بعد میں یہ گھر ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے وراثتاً ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حصے میں آیا۔ یہ گھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حجرہ مبارک کے عوض دیا گیا تھا۔

اسی مکان کے بارے میں صاحب "عمدۃ الاخبار" نے لکھا ہے کہ وہ مکانات جو کبھی دیار عشرہ کے نام سے مشہور تھے، سب گرا دیے گئے، البتہ اس زمین کو پکی دیوار سے گھیر کر باہر سے ایک مضبوط دروازہ لگا دیا گیا جس کے اوپر لکھ دیا۔ "دار آل عمر" اور اندر پھول پھلواری لگا کر پورے احاطے کو سبزہ زار بنا دیا گیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریفہ (چہرۂ انور) کے سامنے سب کا سب ہرا بھرا چمن بن گیا۔

چار دیواری کے ذریعہ حد بندی کر دینے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکان کی یہ جگہ ابھی ماضی قریب تک متعین و معلوم تھی، مگر **1375**ھ مطابق **1955**ء میں سعودی حکومت کی پہلی توسیع کے دوران ساری دیواریں منہدم کر دی گئیں اس لیے اب اس مکان کی کچھ زمین "جنوبی ہال" کے اندر اور زیادہ تر حصہ ہال سے متصل باہر کشادہ میدان میں سمجھنا چاہیے۔ ❺

---

❶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص **71**
❷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات
❸ جستجوئے مدینہ **787**
❹ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات
❺ حوالہ عمدۃ الاخبار **115** تا **117**

6 دریچہ آل عمر رضی اللہ عنہ

مواجہہ شریفہ کے بالمقابل قبلہ کی دیوار میں جو لوہے کی کھڑکی ہے وہ ''دریچہ آل عمر رضی اللہ عنہ'' کے محل وقوع کی علامت ہے، یہ دریچہ چودہ سو سال کے طویل عرصہ کے دوران متعدد مرحلوں سے گزر کر موجودہ حالت تک پہنچا ہے۔

اس کی مرحلہ وار تفصیلات کچھ یوں ہیں ملاحظہ ہوں:

پہلا مرحلہ

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان ام المؤمنین سیدہ طیبہ، طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے جنوب میں یعنی قبلہ کی سمت میں واقع تھا، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے **29** ہجری میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کے لیے قبلہ کی دیوار کو آگے بڑھا کر اس جگہ پر لانا چاہا جہاں وہ آج ہے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کا بھی کچھ حصہ مسجد میں شامل کیا اور اس کے عوض انہیں دوسرا مکان مرحمت فرمایا، اور مسجد میں آنے کے لیے جیسا پہلے ان کا راستہ تھا ویسا راستہ بھی بنوا دیا۔

ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو توسیع مسجد کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی ضرورت پڑی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں کس راستہ سے مسجد میں جاؤں گی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کے لیے اس سے بڑا مکان اور اسی جیسا راستہ بنوا دیں گے؟ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس وعدہ کو پورا فرمایا۔ [1]

چنانچہ ایک سرنگ کے ذریعے اس مکان کو اندر تک رسائی دے گئی تھی، اس اتفاق کے بعد آل عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسی مکان میں رہے۔ عبدالقدوس الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق جب **1353** ہجری (**1933**ء) میں انہوں نے اس مکان کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ عمارت بہت بوسیدہ ہو چکی تھی اور دیکھنے میں یہ گھر کم مگر مدرسہ زیادہ لگتا تھا۔ صحن میں ایک خشک اور متروک کنواں اور ایک قدیم درخت بھی تھا۔ یہ مکان بہت سے کمروں پر مشتمل تھا جن کو مسجد نبوی شریف کے لیے بطور اسٹور استعمال کیا جاتا تھا۔ مواجہہ شریفہ تک آنے جانے کے لیے ایک سرنگ تھی جو کہ محراب عثمانی کے پاس سے گزرتی تھی۔ [2]

دوسرا مرحلہ

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے **91**ھ میں مسجد نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مکان

کی توسیع فرمائی تو ان کا ارادہ یہ ہوا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے باقی ماندہ مکان کو خرید کر مسجد نبوی میں داخل کر لیں۔ آل عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا: ہمیں معاوضہ نہیں چاہیے، یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حق اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں آپ لوگوں کے مسجد میں آنے جانے کے لیے ایک دروازہ لگوا دوں گا، اور اس راستہ کے بدلہ میں ''دار رقیق'' کا آپ لوگوں کو مالک بناتا ہوں۔ یہ تجویز منظور ہوگئی، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آل عمر رضی اللہ عنہ کے اس مکان کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کر لیا اور ان کے لیے پہلے سے زیادہ کشادہ راستہ بنوا دیا جبکہ پہلے اتنا تنگ راستہ تھا کہ ایک آدمی بھی بمشکل ٹیڑھا ہو کر گزرتا تھا۔ پھر آل عمر رضی اللہ عنہ اسی دروازے سے مسجد نبوی میں آیا کرتے تھے۔ [3]

---

[1] تحقیق النصرۃ ص 73 [2] جستجوئے مدینہ 786 [3] وفاء الوفاء 2/515-516

تیسرا مرحلہ

خلیفہ مہدی بن منصور عباسی جب تخت خلافت پر براجمان ہوئے تو انہوں نے 165ھ میں قبلہ کی طرف ستونوں کی پہلی رو پر مقصورہ بنوا دیا اور آل عمر رضی اللہ عنہ کو اس راستہ سے مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تو ان لوگوں نے احتجاج کیا، بالآخر صلح اس پر ہوئی کہ دروازہ بند کر کے وہاں لوہے کی ایک کھڑکی لگا دی جائے اور ان کے راستے کے لیے ایک سرنگ زیر زمین کھودی جائے جو مقصورہ سے باہر ستونوں کی دوسری رو میں جا کر نکلے۔ ایک عرصہ تک اسی سرنگ سے آل عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آیا کرتے تھے۔ [1]

لیکن جب آل عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک کر کے دنیا سے اٹھ گئے تو اس سرنگ پر تالا ڈال دیا گیا۔ پھر صرف ایام حج میں حاجیوں کی زیارت کے لیے اسے کھولا جاتا تھا۔ [2]

سن ستر کی دہائی میں اسے بھی مسمار کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک سڑک نے لے لی جو کہ جانب قبلہ کے آگے سے گزرتی تھی۔ اس کے سامنے دار الامام تھا اور اس کی ایک جانب لائبریری اور شرعی محکمہ کے دفاتر تھے۔ تاہم بعد میں جب توسیع حرم نبوی شریف کا عظیم تر منصوبہ شروع ہوا تو اس کی جگہ ایک طویل و عریض ہال تعمیر کر دیا گیا جو کہ دیوار قبلہ سے متصل شرقاً و غرباً جاتا ہے۔ اب وہاں جنازے کے لیے آنے والی میتیں رکھی جاتی ہیں اور کچھ حصہ بڑی شخصیتوں کے لیے داخلی دروازہ کا کام دیتا ہے۔ درمیان میں جنوبی جانب سے ایک دروازہ بھی بنا دیا گیا ہے جو امام صاحب اور دیگر ممتاز شخصیتوں کے گزرگاہ کے طور پر مختص ہے تاہم وہ دریچہ جو کہ خاندان آل عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھا اس کی جگہ مواجہ شریف کے بالمقابل ایک خوبصورت کھڑکی ہے جہاں اس وقت محراب عثمانی کی بائیں جانب ٹی وی کے بڑے بڑے کیمرے نصب ہیں اور دوسری جانب لائبریری اور شرعی محکمہ کے دفاتر ہوا کرتے تھے۔ [3]

[1] تحقیق النصرة 73 [2] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات [3] جستجوئے مدینہ

خویشاوندی سببی میان خاندان پیامبر ﷺ وخاندان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

قال تعالى: ﴿ محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم ﴾ الفتح ۲۹
وقال تعالى: ﴿ قل لا أسئلكم عليه أجرا إلا المودة في القربى ﴾ الشورى ۲۳
این شجره نامه که بر اساس مراجع مسلمانان است نشانگر آنست که اهل بیت واصحاب فرزندانشان را به نام های همدیگر نامگذاری می کرده اند ورابطه خویشاوندی قبل وبعد از اتفاقات مذکور در زیر ادامه داشته که نشان از رابطه صمیمی اهل بیت، اصحاب، تابعین و افراد بعد از آنان می باشد پس باید از تحریفاتی که در تاریخ است پرهیز کرد.

عبدالمطلب
ابوطالب — عبدالله
عبدالله: محمد ﷺ (۱أ) — قبل از هجرت با عایشه ازدواج کرد و تا وفات همسرش بود
ابوطالب: جعفر — عبدالله — اسحاق * (۳أ) — بعد از قضیه کربلا با ام حکیم ازدواج کرد
ابوطالب: علی بن ابی طالب
علی بن ابی طالب: حسن (السبط) * (۲أ) — قبل از سال ۳۹ هـ با حفصه ازدواج کرد — حسن (المثنی) — عبدالله (المحض) — موسی (الجون) * (۵أ) — قبل از سال ۱۵۴هـ با ام سلمه ازدواج کرد
علی بن ابی طالب: حسین شهید — علی (زین العابدین) — محمد باقر * (۴أ) — قبل از سال ۸۰ هـ با ام فروه ازدواج کرد
علی (زین العابدین): عبدالله — اسحاق * (۶أ) — با کلثم در نیمه قرن ۲هـ ازدواج کرد

ابوبکر صدیق
ابوبکر صدیق: عایشه ام المؤمنین (۱ب)
ابوبکر صدیق: محمد — قاسم (الفقیه) — ام فروه (۴ب) — ام حکیم (۳ب)
قاسم (الفقیه): عبدالرحمن — اسماعیل — کلثم (۶ب)
ابوبکر صدیق: عبدالرحمن — حفصه (۲ب)
عبدالرحمن: عبدالله — طلحه — محمد — ام سلمه (۵ب)

همان طور که در شجره نامه می بینید در ازدواج های شش گانه بالا، همه سردان از اهل بیت وزنان از خاندان صدیق هستند. این نکته بیانگر رابطه صمیمی بین آنان است در ضمن همان طور که می بینیم این ازدواج ها بعد از آن فتنه تاریخی رخ داده است.

وقایع مهم تاریخ اسلامی:
۱- وفات پیامبر ﷺ
۲- سقیفه در سال ۱۱هـ
۳- واقعه جمل در جمادی الآخر ۳۶هـ
۴- واقعه صفین در صفر سال ۳۷هـ
۵- شهادت علی رضی اللہ عنہ در رمضان سال ۴۰هـ
۶- وفات حسن بن علی رضی اللہ عنہ در سال ۴۹هـ
۷- شهادت حسین بن علی رضی اللہ عنہ در کربلا، محرم ۶۱هـ

راهنما: برای فهم بهتر شجره نامه، برای شوهر ها از حرف (أ) و برای همسران از حرف (ب) استفاده شده و هر ازدواج با یک عدد مثلا (۱) مشخص گردیده است. مثال: (۱أ) با (۱ب) ازدواج کرده است.
* سند ازدواج های بالا به وسیله مؤلفین زیر ذکر گردیده است:
شیخ مفید (وفات ۴۱۳ هـ) در الارشاد ص ۲۷۰- محمد اعلمی حائری در تراجم اعلام النساء ص۲۷۸- ابن عنبه (وفات ۸۲۸ هـ) در عمده الطالب ص۲۲۵- ابن طقطقی (وفات ۷۰۹هـ) در الاصیلی ص ۱۳۹- و مصعب زبیری (وفات ۲۳۶هـ) در نسب قریش

7 حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کا مکان

دارالقضاء سے غربی جانب متصل ایک اور گھر ہوا کرتا تھا جو کہ عبداللہ بن عوف بن عبدالحارث بن زہرہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا جو کہ انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہبہ کر دیا تھا، یہ وہی گھر تھا جس کے متعلق اس کے پہلے مالک نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی تھی کہ جب سے وہ اس مکان میں منتقل ہوئے تھے انہیں نظر بد نے آ لیا تھا اور ان کا خاندان تتر بتر ہو گیا تھا اور ان کی امیری غربت و افلاس میں بدل گئی تھی، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ گھر چھوڑ دو۔ یہ منحوس گھر ہے (یعنی اس گھر کی نحوست کے سبب تم پر یہ افتاد پڑی ہے) [1]

اس کے قریب ہی ایک اور گھر ہوا کرتا تھا جسے دار کبریٰ کہا جاتا تھا اس مکان کی اہمیت یہ تھی کہ یہ پہلا گھر تھا جسے کسی مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بنایا تھا اور اس کی بنیاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان اسی گھر میں ٹھہرائے جاتے تھے۔ یہ وہی گھر ہے جہاں سے ایک مہمان رات کی تاریکی میں کچھ چیزیں چرا کر لے گیا تھا جس کی شکایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کی تھی۔

امام ابن شبہ رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ''فارع'' نامی اطم بھی مسجد نبوی شریف کی اسی جانب واقع تھا جس کے گرد بعد میں سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما اور جعفر بن یحییٰ البرمکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر بنائے تھے۔ یہ گھر باب الرحمۃ کے مقابل کچھ فاصلے پر ہوا کرتے تھے۔

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ مکان جعفر برمکی کی حویلی کے اندر آ چکا تھا جو کہ باب الرحمۃ کی جگہ پر تھی اسی اطم کے سائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کی روایت بھی ملتی ہے۔ [2]

اسی جانب ذرا مزید آگے کی طرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دو گھر ہوا کرتے تھے جن میں سے ایک میں سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹی سی دکان کھول لی تھی۔

[1] ابن شبہ، ج 1 ص 235 [2] خلاصۃ الوفاء ص 589

باب الرحمت جہاں صدیوں پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مکان ہوا کرتا تھا۔

8 حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانات

یہ نعمان بن نفیع نجاری کے فرزند تھے اور انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ تمام غزوات خصوصاً غزوۂ بدر میں شرکت سے مشرف ہوئے۔ دین کے بہت بڑے پاسدار، دل کے فیاض اور اپنے ماں کے انتہائی فرمانبردار تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں جب جنت میں داخل ہوا تو تلاوت کی آواز سنی۔ دریافت کیا: یہ کون ہے؟

جواب ملا: حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں کی اطاعت کا ثمرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ واقعی حارثہ ماں کی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری میں ممتاز تھے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سلام کرتے ہوئے گزر گئے، جب واپس لوٹے تو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: حارثہ! تم نے ان صاحب کو دیکھا جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں: میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم!

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، جب تم نے سلام کیا تو انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ آخر عمر میں نگاہ سے معذور ہو گئے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں **50** ہجری میں وفات پائی۔

یہی وہ پہلے سعادت مند صحابی ہیں جنہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس کے اپنے تمام مکانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیے کہ اپنی صوابدید کے مطابق جو جگہ چاہیں اپنے استعمال میں لائیں اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی مرحمت فرمائیں۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور فیاضی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی نکاح فرماتے تو حارثہ اپنا ایک مکان خالی کر دیتے، بالآخر ان کے جتنے بھی مکانات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد تھے سب کے سب انہوں نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے خالی کر دیے۔

1 مسند احمد 151/6
2 مجمع الزوائد 313/9

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا مقام

آپ رضی اللہ عنہ کا رہائشی مکان

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا اپنا رہائشی مکان مسجد نبوی سے جنوب مشرقی سمت میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے متصل جنوب میں واقع تھا۔ اس مکان نے بھی بڑی تبدیلیاں دیکھیں، کبھی اس میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے، ان کے بعد اس کو منہدم کر کے صحن بنا دیا گیا، اس کے کچھ عرصہ بعد یہ زمین آل منیف کے رؤساء و سرداروں کی ملکیت میں چلی گئی، پھر ان سے منتقل ہو کر شیخ حرم شاہین جمالی کی زیر ملکیت آئی، انہوں نے اس پر اپنی رہائش کے لیے مکان بنوالیا۔

چودھویں صدی ہجری میں یہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقاف میں شامل تھی اور اب خادم حرمین شریفین شاہ فہد کی توسیع کے بعد یہ جگہ مسجد کے جنوبی صحن میں شامل ہوگئی ہے۔

کوچہ حبشہ

یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانات کے بیچوں بیچ مسجد کے جنوب مشرقی گوشے پر پانچ ہاتھ چوڑی ایک گلی تھی، جسے ''زقاق حبشہ'' کہا جاتا تھا۔ حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع کے دوران اس نے بھی اپنا نام ونشان کھو دیا۔[1]

9 حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مکان

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور گراں قدر شخصیت کے مالک ہیں، بیعت رضوان اور بیعت یمامہ دونوں میں شریک تھے۔ یرموک، قادسیہ اور شام کی جنگوں میں بڑی بہادری کے ساتھ شرکت کی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو (باختلاف اقوال) عراق یا یمن کا حاکم بنایا تھا، سیاسی سوجھ بوجھ اور بالغ نظری میں ممتاز تھے، **50** ہجری میں طاعون کی بیماری آئی جس میں آپ رضی اللہ عنہ بھی مبتلا ہو کر فوت ہوگئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مکان مشرقی سمت میں بقیع جانے والی گلی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کے بعد واقع تھا، اس سمت میں آپ ہی کے مکان تک پتھر بچھے ہوئے تھے۔[2]

1. صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص **63-64**
2. صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص **84**

وہ جگہ جہاں **1400** سال پہلے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا گھر ہوا کرتا تھا۔

10 دارِ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مکان

یہ گھر مسجد نبوی شریف کی مشرقی جانب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب تھا۔ یہ گھر سب سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمان الانصاری رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں تھا اور اس لیے زیادہ مشہور تھا کہ اس جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ (ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وسیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا بنات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہجرت کے بعد وہاں کچھ دیر قیام فرمایا تھا اور پھر جب ان کے حجرات مبارکہ بن کر تیار ہو گئے تو تمام اہل خانہ اس مکان سے منتقل ہوئے تھے۔

بعد میں اسی مکان میں ناقہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قصویٰ بندھا کرتی تھی اور یہیں وہ مبارک جگہ تھی جو صدیوں تک قائم رہی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہ مکان حضرت حسن بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ (حسن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے آبائی حجرہ مبارکہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے عوض دے دیا گیا۔

اہل بیت طاہرہ کی ملکیت میں یہ مکان مختلف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا اور آخرکار اس مکان میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ مقیم ہو گئے جنہوں نے اس میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کر دی تھی۔ اسی مقام پر حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ درس دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فاطمیوں کے دور میں ان کے مسلح کمانڈوز نے اس گھر پر حملہ کر دیا اور تبرکات اہل بیت میں سے جو بھی ان کے ہاتھ لگا جن میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قلمی مخطوطے بھی شامل تھے، لے کر مصر بھاگ گئے۔ صدیوں تک یہ گھر دار جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نام سے ہی مشہور رہا۔ لیکن بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں اسے شیخ الحرم شاہین الجمالی الشجاعی نے خرید لیا اور اسے اپنی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

دائرۃ الاوقاف مدینۃ المنورہ کے ریکارڈ کے مطابق 1255 ہجری میں اسے وقف جائیداد تسلیم کر لیا گیا اور پھر اس کے بعد اسے دار نائب الحرم کہا جانے لگا۔ جب نائب الحرم کا عہدہ سعودی دور میں ختم کر دیا گیا تو اس مکان کو کرائے پر اٹھا دیا گیا اور اب اس کا نشان تک بھی باقی نہیں ہے کیونکہ اب یہ تمام علاقہ ہموار کر کے کھلا ایریا بنا دیا گیا ہے۔[1]

[1] جستجوئے مدینہ، ص 787

11 حضرت جبلہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان

یہ بدری صحابی عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔آپ کا شمار فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے۔صفین کے بعد مصر جاکر سکونت اختیار کرلی۔اس کے بعد 50 ہجری میں معاویہ بن خدیج کے ساتھ افریقی جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔

حضرت جبلہ رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی کی مشرقی جانب پانچویں دروازہ کے سامنے واقع تھا،جنوب میں ریطہ بنت ابوالعباس کا مکان اورشمال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان پڑتا تھا۔[2]

آپ کے مکان نے بھی زمانے کی بڑی تبدیلیاں دیکھیں۔ ریطہ بنت ابوالعباس نے جب اپنے مکان کی توسیع کی توشمال سے حضرت جبلہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے مکان کا جنوبی حصہ اپنے مکان میں شامل کرلیا جو کچھ بچا وہ سعد بن خالد بن عمر بن عثمان کے حصہ میں آیا،سعد بن خالد کے بعد یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماء بنت حسین کی ملکیت میں آ گیا،اس کے بعد جب کمال الدین ابوالفضل محمد بن قاسم کا زمانہ آیا توانہوں نے اس جگہ پر زیارت کے لیے آنے والی مستورات کے واسطے ایک مسافر خانہ تعمیر کروادیا۔بالآخر حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع کے دوران یہ جگہ مشرقی راستے میں شامل ہوگئی۔مگر مقدر میں اس جگہ کا سجدہ گاہ بننا لکھا تھا اس لیے دوسری توسیع کے دوران یہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بن گئی۔

(صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 85)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمال میں چھ صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن کے مکانات کے علاوہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مشہور تاریخی باغ بھی واقع تھا،اس سمت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مہمان خانہ تھا،حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آبائی مکان اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ''دارالقراء'' بھی واقع تھا۔

1. الاصابة 62/2 اسد الغابه 320/1
2. تاريخ المدينة المنورة 259/1، عمدة الاخبار ص 110-112

وہ جگہ جہاں صدیوں پہلے حضرت جبلہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان ہوا کرتا تھا

12 حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مکانات

آپ رضی اللہ عنہ قریش کی شاخ بنوزہرہ سے تعلق رکھتے تھے، واقعہ اصحاب فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے، جاہلیت میں آپ کا نام ''عبدالکعبہ'' تھا۔ دین اسلام قبول کر لینے کے بعد پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر ''عبدالرحمٰن'' رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر ابتداء ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی سعادت حاصل کی۔ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ جن دس صحابہ کرام (عشرہ مبشرہ) کو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی خوشخبری ملی تھی ان میں آپ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے مسئلے کو طے کرنے کے لیے جن چھ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس شوریٰ نامزد کی تھی ان میں آپ رضی اللہ عنہ ایک اہم رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔ بہادر اور صاحب مروت ہونے کے ساتھ ساتھ سخی اور فیاض طبع بھی تھے۔ **32** ہجری میں انتقال فرمایا۔ ترکہ میں ہزاروں مویشیوں کے علاوہ اتنا سونا چھوڑا کہ دیگر وارثوں کے علاوہ چار بیویوں میں سے صرف ایک بیوی کا حصہ اسّی ہزار دینار تھا۔ [1]

روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کئی مکانات تھے ان میں سے ایک مکان مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نویں دروازے کے سامنے تھا، جس کا شمال میں مشرقی جانب سے پہلا دروازہ تھا۔ یہ مکان ''دار الضیفان'' یعنی مہمان خانہ کے نام سے مشہور تھا، اس مکان میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو ٹھہرایا کرتے تھے، ان کو ''دارکبریٰ'' بڑا گھر بھی کہتے تھے۔ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ مہاجرین رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے اتنا وسیع و عریض مکان تعمیر کیا۔ جو ''دار کبریٰ'' کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ [2]

[1] المعارف ص 235

[2] تاریخ المدینۃ المنورۃ 235/1

13 حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا اسم گرامی زید بن سہل بن اسود انصاری رضی اللہ عنہ ہے آپ قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تعلق رکھتے تھے، اصل نام کے بجائے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کنیت سے مشہور ہوئے۔ عرب کے چند مشہور جان بازوں اور تیر اندازوں میں ابوطلحہ شمار کیے جاتے تھے۔ بیعت عقبہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے جن بارہ سرداروں سے جان نثاری کی بیعت لی تھی ان میں سے ایک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس عہد و پیمان کو ایسا نبھایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ غزوہ احد میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر دشمنوں پر تیر برساتے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اچک کر دیکھنا چاہتے تھے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تیر کہاں پر جا کر لگا، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی فوراً اچک کر اپنا سینہ اٹھا دیتے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو کہیں زخم نہ پہنچنے پائے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے زور آواز تھے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اسی صفت کے بارے میں ارشاد فرمایا: لشکر میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی آواز ایک جماعت کی آواز سے بڑھ کر ہے۔ خیبر کے روز یہ شرف ملا کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھایا۔ **34** ہجری میں ستر برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھر مبارک

1400 سال قبل موجودہ مسجد نبوی کے دروازے کے قریب ہی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اس جگہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تشریف لاتے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ہی بئر حاء نامی کنویں کا پانی پیتے تھے۔ سیرت کی کتب میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک گھر میں آنے کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

1 ایک موقع پر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، سخت گرمی تھی، مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بستر پر سوئے ہوئے تھے جب پسینہ سے شرابور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر سے اٹھے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں جمع کرلیا جس کی خوشبو تمام خوشبو سے اعلیٰ تھی۔

2 ایک موقع پر جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے پانی مانگا، جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی چکے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس برتن کو جس میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا بطور تبرک اپنے پاس حفاظت کے لئے رکھ لیا۔ [1]

3 ایک موقع پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے گھر دعوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی دعوت میں لے گئے مگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دو آدمیوں کا کھانا بہت سوں کے لئے کافی ہوگیا۔

4 ایک موقع پر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انس رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی گھر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا کی۔ اس دعا کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ جو بھی کام کرتے اس میں برکت ہوتی حتیٰ کہ ان کی اولاد میں بھی اتنی برکت ہوئی کہ ان کے پوتے پوتیوں کی تعداد **100** تک ہوگئیں۔ [2]

[1] حوالہ سیر الصحابیات [2] وفاء الوفاء 726/2

باغ بیرحاء

مسجد نبوی کے شمال میں چند قدم کی دوری پر جہاں مسجد کا پختہ فرش ختم ہوتا تھا، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مشہور باغ بیرحاء واقع تھا۔ ابتداء میں یہ باغ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شمالی مکان کا شمالی نصف حصہ اسی باغ میں شامل تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ''دار الضیفان'' (مہمان خانہ) بھی اسی باغ کا حصہ تھا، ہجرت کے بعد ان حضرات کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغ کے جنوبی حصہ میں کچھ جگہ عطا فرمائی تھی۔ اس باغ میں ایک کنواں تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی نوش فرمایا، ماضی قریب تک یہ کنواں موجود تھا۔ دوسری سعودی توسیع کے بعد وہ مسجد کے اندر آ گیا، اب اس کی جگہ سعودی بادشاہ شاہ فہد کے نام سے دروازہ نمبر **21** کے اندر چندقدم کے فاصلے پر بائیں جانب واقع ہے۔

اطاعت وسخاوت کا عجیب واقعہ

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت بھی میرے آقا، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ تھی، اپنے آقا کے ایک اشارے پر مر مٹنے والی اور اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو اپنی سعادت اور اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھنے والی کوئی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے نہ تھی اور نہ ہی اُن کے بعد کسی نے دیکھی ہے۔ جب بھی باری تعالیٰ کی جانب سے کوئی آیت نازل ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے لپک کر لیتے، اس کے الفاظ یاد کرتے، اس کے معانی میں غور کرکے اس کو اوپر پورا پورا عمل کرتے اور اسی میں دو جہاں کی سرخروئی کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اسی جاں نثار جماعت کے ایک مثالی فرد تھے، اسی باغ بیرحاء کا قصہ ہے کہ جب قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ....

تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

بخاری شریف کی روایت میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے جو کچھ اس طرح سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ کھجور کے درخت حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے تھے۔ ''بیرحاء'' نام کا ان کا ایک باغ تھا جو ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور مسجد نبوی کے قریب، بالکل اس کے سامنے واقع تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ اس کا پانی بڑا شیریں اور خوشبودار تھا، جب آیت کریمہ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ....(تم نیکی کے کامل درجہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنے محبوب مالوں میں سے خرچ نہ کرو) نازل ہوئی، تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ جذباتی انداز میں اٹھے اور کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اپنا بیرحاء باغ سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ اس کا اجر وثواب مجھے آخرت میں ملے گا، آپ جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بہت زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا:

بَخٍ، ذٰلِکَ مَالٌ رَائِحٌ، ذٰلِکَ مَالٌ رَائِحٌ

شاباش، بہت عمدہ مال ہے، بہت عمدہ مال ہے۔ اس کے بعد سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے کہا میں نے سن لیا، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس باغ کو اپنے ہی قرابت داروں میں تقسیم کردو۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق یہ باغ اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیا۔[1]

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر 4554/65

(14) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مکان

مشہور تھے، بنو زہرہ کے حلیف قبیلہ ''ہذیل'' سے تعلق رکھتے تھے، جلیل القدر صحابی، زبردست عالم اور حافظ قرآن تو ایسے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرأت سنتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ترغیب دیتے کہ انہی جیسا پڑھیں اور خادم ایسے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں میں بھی اجازت کے محتاج نہ تھے۔ مسواک لانا، تہجد میں بیدار کرنا، جوتیاں پہنانا، غسل کے لیے پردہ کرنا، آگے آگے راستہ کی رہنمائی کرنا، یہ سب انہی کے سپرد تھا۔ جب قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ [1]

ترجمۃ: ''ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، کوئی گناہ نہیں ہے اس چیز میں جس کو انہوں نے کھایا پیا، جبکہ وہ اپنے اللہ سے ڈرے، ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر ڈرے اور ایمان لائے، پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں۔''

تو جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم بھی انہی میں سے ہو۔

پستہ قد کے مالک تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں کہتے تھے:

كُنَيْفٌ مَلِئٌ عِلْمًا ترجمۃ: ''ایک چھوٹا سا برتن ہے، مگر علم سے لبالب ہے۔''

غرض صحابہ رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ بے شمار فضائل و مناقب کے حامل تھے، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آپ سے **64** احادیث مروی ہیں، **33** ہجری میں مدینہ منورہ میں جان جان آفریں کے سپرد کی، جنت البقیع میں دفن کیے گئے، ساٹھ برس سے زائد عمر پائی۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مدینہ ہجرت کرکے آئے تو دونوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے قریب شمال میں جگہ عطا کی۔ اس پر دونوں بھائیوں نے اپنا اپنا سر چھپانے کے لیے مکان تعمیر کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ معلم قرآن تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پڑھاتے تھے، اس لیے ان کا مکان ''دار القراء'' کے نام سے مشہور تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکان

[1] سورۃ المائدہ آیت 93

[2] اسد الغابہ 280/3

15 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مکان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا گھر مسجد نبوی (شریف اور مسجد مصلّٰی مسجد الغمامہ) کے درمیان ہوا کرتا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو اسی گزرگاہ سے جاتے، جہاں سے گزرتے وقت ان کا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ پر پڑتا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور معمول یہ تھا کہ جب مسجد العید تشریف لے جاتے تو جاتے وقت ایک گزرگاہ سے تشریف لے جاتے اور جب واپس لوٹتے تو دوسرا راستہ اختیار فرماتے۔

ایک حدیث مبارکہ میں راویت ہے کہ ایک مرتبہ نماز عید کے لیے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو راستے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے گھروں کو شرف زیارت اور سعادت بخشا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں کے گھر دو مختلف گزرگاہوں پر واقع تھے اور دونوں مسجد نبوی شریف اور مسجد مصلّٰی کے درمیان ہوا کرتے تھے تاہم بعد میں جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں گورنر مدینہ ہوئے تو انہوں نے اپنے لیے ایک محل وادی مکیمین میں بنالیا تھا جو کہ وادی عقیق کی ایک شاخ ہے اور شہر حبیب کبیریا صلی اللہ علیہ وسلم کے جنوب میں واقع ہے جہاں آج بھی ان کے محل کے کھنڈرات موجود ہیں۔ [1]

16 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مکان

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مالک بن زہیب بن عبد مناف کے فرزند تھے، والد کی کنیت ابووقاص تھی، اس لیے "سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ" سے مشہور ہوئے، اصحاب صفہ، عشرہ مبشرہ اور اول اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے مسئلے کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کے لیے جن چھ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشورہ کرنے کے لیے نامزد فرمایا تھا، ان میں ایک یہ بھی تھے۔ قادسیہ انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اسلام کے غازی اور بڑے مستجاب الدعوات انسان تھے۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلے تیر چلانے کا شرف آپ رضی اللہ عنہ ہی نے حاصل کیا۔ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ دونوں میں کوفہ کے گورنر رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں کوفہ سے مدینہ واپس آئے۔ 50 ہجری کے بعد وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ [2]

مسجد نبوی سے جنوب مشرقی سمت پر ابراہیم بن ہشام کے مکان کے بالکل سامنے تھا۔ بیچ میں ایک گلی کا فاصلہ تھا۔ غالباً بعد میں حسن بن زید کے مکان میں شامل ہوگیا۔ [3]

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مکان وادی عقیق میں بھی تھا جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آپ کا انتقال ہوا تھا۔ [4]

[1] ابن شبہ، ج 1 ص 36-37 [2] طبقات ابن سعد 3/139-148 [3] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 66 [4] ابن شبہ ج 1 ص 36، 37

مقام جبل مکیمین جو 1300 سال قبل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مکان ہوا کرتا تھا

17 حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تعارف اور آپ کا مکان

یہ وہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں جن کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) اور سیف الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار) کا خطاب ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بے شمار جنگوں میں حصہ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پر تیر، تلوار یا نیزے کے زخموں کے نشان تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر جنگ میں شہادت کی خواہش لے کر شریک ہوتے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب نہ ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی مرتے دم تک حسرت رہی لیکن جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ اور سیف الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے نوازا ہو، اسے میدان جنگ میں کون شہید کرسکتا تھا۔ [1]

محلِ وقوع

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ گھر دراصل حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آبائی جائیداد میں سے تھا اور انہوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہبہ پیش کر دیا تھا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ حصہ ان کو عطا کر دیا۔ یہ جگہ مسجد نبوی شریف کے گرد دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکانات سے چھوٹی تھی۔ [2]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی ایک جانب واقع تھا اور بہت چھوٹا اور تنگ سا مکان تھا۔ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکان کی تنگی اور چھوٹے پن کا شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِرْفَعِ الْبِنَاءَ فِی السَّمَآءِ وَسْئَلِ اللّٰهَ السَّعَةَ

ترجمہ: ''اس کو آسمان کی طرف اونچا اٹھاؤ (یعنی اس کو کثیر المنزلہ بناؤ) اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کی وسعت کی دعا کرو''۔ [3]

اگرچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق منتقل ہو گئے تھے مگر یہ گھر ان ہی کے لواحقین کے قبضہ میں رہا، تاہم طویل مدت کے بعد اس مکان میں ایک رباط بنا دی گئی جسے رباط السبیل کہا جاتا تھا۔ بعض لوگ اسے رباط خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی کہتے تھے۔ اس کے اوپر بہت خوبصورت گنبد بنا ہوا تھا۔ جنگ عظیم اول میں فخری پاشا نے اس رباط اور گنبد کو مسمار کروادیا تھا۔ [4]

اس گھر کے عقب میں دار عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہوا کرتا تھا جو کہ فاتح مصر اور بطل اجنادین حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ملکیت ہوا کرتا تھا۔ [5]

آنے والے دور میں یہ گھر ختم ہو کر حرم نبوی شریف کی مشرقی شارع میں آ گیا تھا جو باب النساء کی جانب ہے۔ بعد میں شاہ سعود رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں پاکستانی گورنر جنرل کے لیے جو گھر بنوایا گیا تھا اس کا عقبی حصہ دارِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والی جگہ پر تھا۔ اب یہ تمام کا تمام علاقہ مسجد نبوی شریف کی مشرقی توسیع میں آ چکا ہے۔

1. دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، ص 433
2. جستجوئے مدینہ
3. دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، ص 433
4. یوسف عبدالرزاق، ص 202
5. جستجوئے مدینہ، ص 789

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان

کوچۂ مناصع

مسجد نبوی کی مشرقی جانب ساتویں دروازے کے سامنے ایک گلی تھی، یہ گلی ''زقاق المناصع'' کے نام سے مشہور تھی کیونکہ مدینہ سے باہر ایک کشادہ میدان تھا جو ''مناصع'' کہلاتا تھا، اس میدان میں جانے کے لیے یہی گلی استعمال ہوتی تھی، اس لیے اس کا نام ''زقاق المناصع'' پڑ گیا۔

جب تک گھروں میں بیت الخلاء نہیں بنے تھے۔ مدینہ کی عورتیں رات کو قضائے حاجت کے لیے اسی میدان میں نکلتی تھی، خود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اسی میدان میں جایا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جب قضائے حاجت کے لیے نکلتی تھیں تو ''مناصع'' میں جاتی تھیں جو ایک کشادہ میدان تھا۔[1]

مناصع مدینہ منورہ کی مشرقی سرحد پر اور جنت البقیع سے شمالی جانب واقع تھا۔[2]

اس تاریخی گلی کا نام ''زقاق المناصع'' تھا، اسی گلی کے شروع میں دائیں طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اور بائیں طرف ''ابیات الصوافی'' (وقف کی زمین پر بنے ہوئے مکانات) تھے۔ اسی گلی میں حضرت حسن بن علی عسکری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مکان تھا، بعد میں جب اس سمت آبادی میں اضافہ ہوا تو یہ گلی حسن بن علی عسکری رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے آگے بند کر دی گئی۔[3]

ماضی قریب تک یہ گلی موجود تھی۔ مگر حکومت سعودیہ کی دوسری توسیع کے بعد مسجد نبوی شریف میں شامل ہوگئی۔

1 صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اباحۃ الخروج للنساء لقضاء الحاجۃ
2 وفاء الوفا (693/2، 730، 1313/4 3 التعریف ص 32

مدینہ میوزیم میں موجود غزوہ احد میں نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کے بیٹھنے کے موقع کا موڈل

مدینہ میوزیم میں موجود مسجد قبلتین کا ماڈل

18 حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا تعارف اور آپ کا مکان

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ بادل نخواستہ شریک ہوئے، مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور فدیہ دے کر آزاد ہوئے۔ اس گرفتاری کے دوران آپ کو قمیص کی ضرورت محسوس ہوئی تو کسی کی قمیص انہیں پوری نہ آتی تھی تو عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) نے انہیں اپنی قمیص پہنا دی۔ اس احسان کا بدلہ چکاتے ہوئے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کے مرنے کے بعد اپنی قمیص اس کے کفن کے لیے دے دی۔ بعد میں ایمان قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے، پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے قدیم جگری دوست نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنا دیا۔

''عمارہ''یعنی خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور''سقایہ''یعنی حاجیوں کے خورد ونوش کا انتظام آپ کے حوالے تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کی تو دوران توسیع حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی کی نئی تعمیر کی زد میں آنے لگا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے خوش اخلاقی سے اس مکان کو گرانے کی ترغیب دی اور کچھ فضائل بیان کیے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ نے ایسی بات کہہ دی تو اب میں بھی اپنا مکان توسیع مسجد کے لیے بلا معاوضہ پیش کرتا ہوں، لیکن اگر آپ حکماً لینا چاہیں گے تو نہیں دوں گا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں دوسری جگہ پر بیت المال کے خرچ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے ایک اور مکان بنوا دیا۔ [1]

سبق آموز باتیں

اس قصہ میں ہمارے لیے بہت سی سبق آموز باتیں موجود ہیں۔ مثلاً

1 معاملات میں عفوو درگزر سے کام لینا چاہیے۔[1]

2 جب دو نظریوں میں اختلاف ہو تو عمل اس نظریہ پر ہونا چاہیے جو فطری اصول کے مطابق ہو۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا یہی منشا تھا کہ مالک کو اپنی ملکیت پر مکمل حق تصرف حاصل ہو۔ زور زبردستی سے اس کا حق چھینا نہیں جا سکتا۔

3 مفاد عامہ کے کاموں سے دلچسپی رکھنی چاہیے۔

4 فیصل ایسے شخص کو بنایا جائے جو شریعت سے فیصلہ کرے۔

5 قاضی کو دونوں فریقوں کے ساتھ برابر کا معاملہ کرنا چاہیے۔ کسی کی جانب داری نہیں برتنی چاہیے۔

فیصلہ دینے سے پہلے دونوں فریقوں کی باتوں کو اچھی طرح سن لینا چاہیے۔ کسی ایک کی بات پر دوسرے فریق سے بدظن ہو کر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

7 فیصلہ میں یہ دیکھنا چاہیے کہ کس کی بات میں قوت ہے یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کس کے بازو میں قوت ہے۔

8 جب کوئی شخص حدیث سنائے تو تحقیق کر لینا چاہیے کہ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی ہے یا نہیں اور جب ثبوت یقینی ہو جائے تو پھر اس پر سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

9 اخلاق و اقدار سے متعلق اسلام اور اگلی شریعتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مثلاً کسی کا حق چھیننا، چوری، جھوٹ، لوٹ مار، زنا، یہ امور پہلے بھی قابل نفرت تھی اور اب بھی۔

10 شرعی طور پر جو شخص کسی چیز کا مالک ہو تو اسے اس چیز میں تصرف کا پورا پورا اختیار ہے۔

11 مالک کو راضی کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

غور کرنے والے غور کریں تو مزید عبرت و نصیحت کی باتیں اس قصہ سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔[2]

1 طبقات ابن سعد 22-20/4

2 صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 69 تا 71

وہ جگہ جہاں برسوں پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر ہوا کرتا تھا

19 حضرت حسن بن زید بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف اوران کا مکان

یہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے تھے۔ 83 ہجری میں پیدا ہوئے۔ مشہور شرفاء میں شمار ہوتے تھے، اپنے زمانے میں بنوہاشم کے سردار بھی تھے۔ آپ کوخلیفہ منصور عباسی نے مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا لیکن پانچ سال بعد جب منصور کو اپنے خلاف ان سے کچھ اندیشہ لاحق ہوا تو معزول کر کے انہیں بغداد میں قید کردیا لیکن جب مہدی عباسی نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو نہ صرف ان کو قید خانہ سے باہر نکالا بلکہ حضر وسفر میں ان کو اپنا رفیق خاص بنالیا۔ ایک دفعہ مہدی کے ساتھ حج کے ارادہ سے چلے۔ بغداد سے پانچ میل کے فاصلہ پر مقام حاجر پہنچ کر راستہ تبدیل کرلیا، بجائے مکہ کے رب مکہ کا رخ کرلیا اور سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ [1]

حضرت حسن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا گھر اصل میں پہلے قبیلہ بنوغنم کا فویرع نامی قلعہ تھا۔ اسے خرید کر منہدم کرایا گیا اور پھر اس جگہ پر ایک اور گھر تعمیر کروایا گیا جسے دار حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کہا جاتا ہے۔

آپ کا مکان مدینہ میں مسجد کے جنوب اور حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان سے مغربی سمت میں واقع تھا۔ نویں صدی ہجری میں آل منیف کے سرداروں نے اسی جگہ از سر نو مکان تعمیر کیا۔

اس مکان کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ چاروں طرف گلیاں ہی گلیاں تھی۔ مشرقی جانب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ مغربی طرف بنوصالح کا مکان تھا۔ شمالی جانب ابراہیم بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا اور جنوبی جانب بھی ایک مکان تھا، مگر کسی کا مکان حسن بن زید کے مکان سے متصل نہ تھا بلکہ ہر طرف گلی حائل تھی۔

شیخ الاسلام شیخ عارف حکمت رحمۃ اللہ علیہ عثمانی دور حکومت کی ایک اہم شخصیت تھے۔ اس دار حسن کی جگہ انہوں نے 1283ھ بمطابق 1853ء میں ایک کتب خانہ تعمیر کروایا جو ''مکتبہ عارف حکمت'' کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ کتب خانہ اپنے حسن وجمال اور مضبوط گنبد کی وجہ سے ممتاز اور نمایاں تھا۔ [2]

[1] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکان، ص 65 [2] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکان، ص 65

مسجد نبوی سے قریب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے زید کی اولاد سے حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم گھر دارِ آل حسن جو کہ اب مسجد نبوی کی توسیع میں شامل ہو چکا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے منسوب گھر مبارک جو کہ مسجد نبوی کا حصہ بن چکا ہے۔ البتہ بعض عرب مؤرخین نے اسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان لکھا ہے (واللہ اعلم) 1
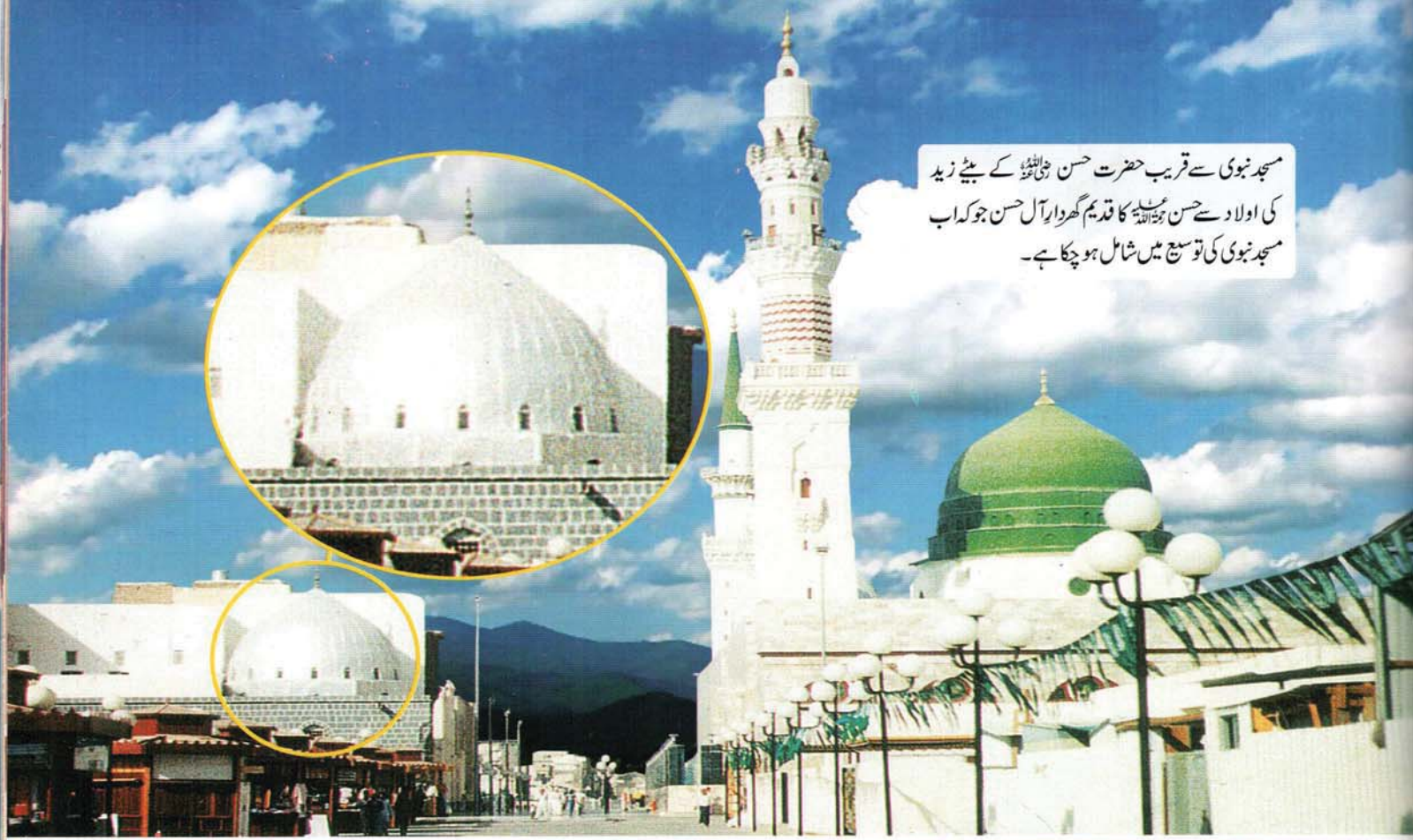
وہ جگہ جہاں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو یہود و نصاریٰ سے بچانے کے لئے اس کے اردگرد سیسہ پگھلوایا تھا۔ 2

1

2
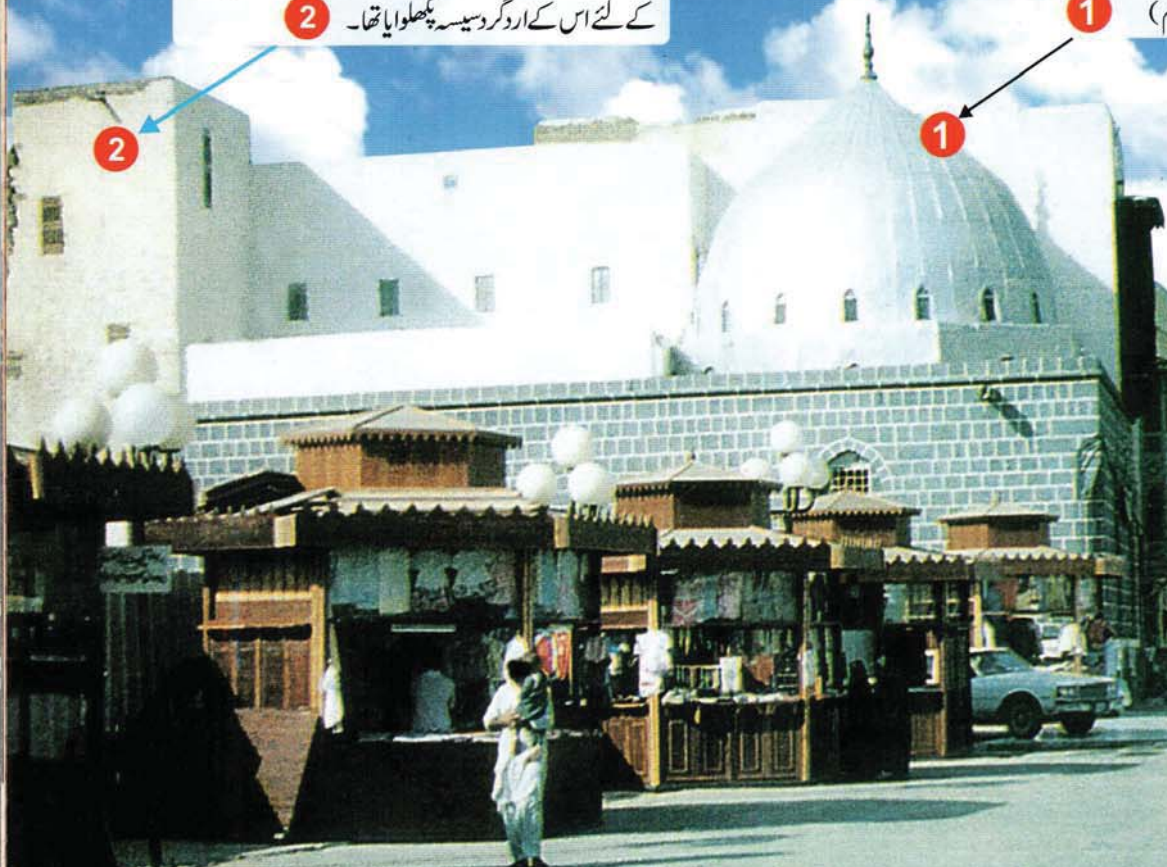
یہ لائبریری جو کہ مدینہ طیبہ کی بہترین قدیم لائبریریوں میں شمار ہوتی تھی جس میں بہت ہی نادر قلمی نسخے موجود ہوا کرتے تھے۔ حکومت سعودیہ کی دوسری توسیع کے دوران منہدم کر کے اس جگہ کو مسجد کے جنوبی صحن میں شامل کر لیا گیا جو صدر مینارہ سے چند ہی قدم کے فاصلہ پر تھا اور مکتبہ عارف حکمت کی نادر کتب کو مکتبہ ملک عبد العزیز میں منتقل کر دیا گیا۔

(صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 65-65)
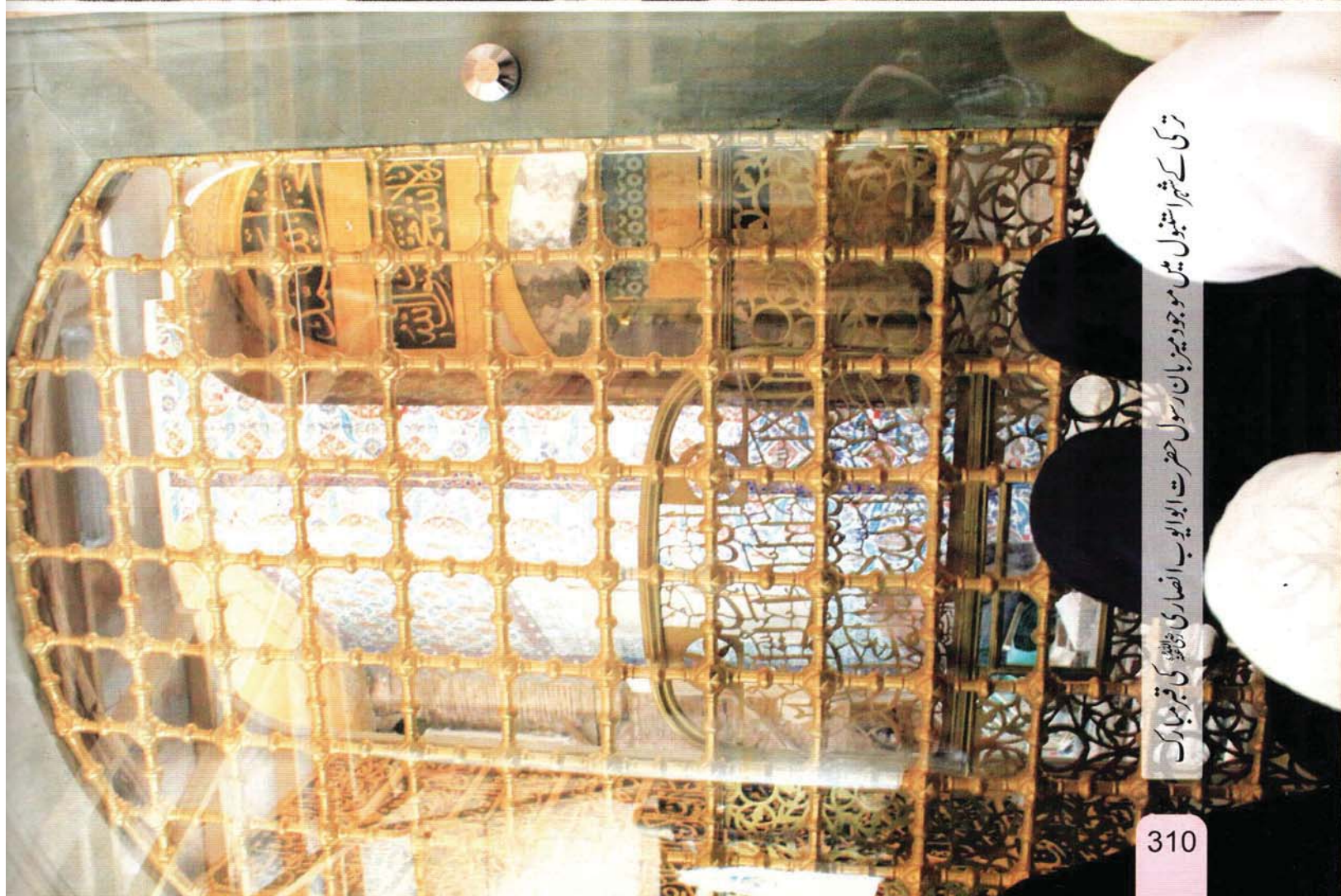
ترکی کے شہر استنبول میں موجود میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبرِ مبارک

مكتبة عارف حكمت
تأسست عام ١٢٧٠ هـ
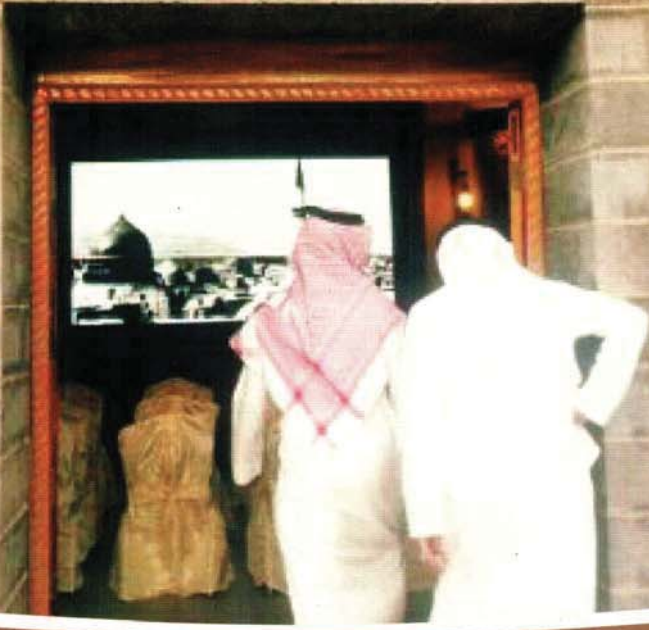
مسجد نبوی کے ماڈل میں موجود حضرت حسن بن زید کے مکان کی جگہ بنا قبہ جسے پھر ختم کر دیا گیا

20 مروان بن حکم کا تاریخی گھر

یہ گھر مسجد نبوی شریف کی جانب قبلہ کی دیوار سے متصل جنوب مغربی کونے میں واقع تھا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کی توسیع کی تو ان کو مسجد کو جنوبی جانب بڑھانے کے لیے بنی ہاشم کے چند مکانات یا ان کے کچھ حصے خریدنے پڑے تھے۔ اُس وقت یہ مکان حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس مکان کا کچھ حصہ مسجد شریف میں آ گیا اور باقی ماندہ حصہ پر آل عباس قابض رہے مگر بعد میں جب مروان بن حکم گورنر مدینہ طیبہ بنا تو اس نے وہ حصہ ان سے خرید لیا اور یوں یہ مروان بن حکم کا گھر کہلانے لگا۔ بحیثیت گورنر وہ اس مکان میں رہائش پذیر ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی اس گھر میں بنو امیہ کے امراء اور گورنر رہتے رہے اور یوں یہ گھر ایک طرح کا گورنر ہاؤس بن گیا تھا۔ اگر خلیفہ وقت مدینہ طیبہ آتے تو بھی اسی مکان میں ٹھہرتے تھے۔

مروان بن حکم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور میں گورنر مدینہ تھا۔ اس زمانے میں اس مقام کو باب السلام کہا جاتا تھا۔ اسے باب مروان بھی کہتے تھے۔ مروان بن حکم نے اس جگہ پر ''عین الزرقاء'' نامی چشمہ جاری کروایا، اس کے ساتھ ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسجد نبوی شریف کے گرد پتھر کے فٹ پاتھ بھی بنوائے۔

عباسی دورِ حکومت کے شروع میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مکان میں رہے اور اسی مکان میں وہ تاحیات درس حدیث وفقہ دیتے رہے۔ سلطان قلادون نے یہاں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا جو کہ مدرسہ بشیریہ کہلاتا تھا۔ یہاں سے فارغ التحصیل عالم اسلام کے بہت بڑے مشاہیر علماء ہوا کرتے تھے۔ یہ گھر بھی سعودی توسیع کے دوران ختم ہو کر شارع عام میں آ چکا ہے۔[1]

21 حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تعارف اور ان کا مکان

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ مقداد بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ مگر باری تعالیٰ کو جاہلیت کی یہ رسم پسند نہ آئی۔ قرآن حکیم میں صاف اعلان کر دیا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

ترجمہ: ''لوگوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔''

اسی دن سے سابقہ نسبت ''مقداد بن عمرو'' رائج ہو گئی۔

اول اول جن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا تھا ان میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حبشہ اور مدینہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادی ''ضباعہ'' سے آپ کا نکاح فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو ایک ایسی بات کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری تمنا ہے کہ مجھے وہ بات کرنے کی سعادت نصیب ہوتی تو وہ میرے لیے پوری کائنات سے زیادہ محبوب تھی۔ انہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: اے اللہ کے رسول! بخدا ہم وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھیوں نے ان سے کہی تھی:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

ترجمہ: ''آپ اور آپ کے پروردگار جائیں لڑیں، ہم یہیں بیٹھے ہیں''۔

بلکہ ہم تو آپ کے آگے سے لڑیں گے، آپ کے پیچھے سے لڑیں، آپ کے دائیں اور بائیں سے لڑیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی اس ایمانی ہمت و جرأت کو دیکھ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

واقعی حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اصحاب فضل و شرف اور چوٹی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ مقام ''جرف'' میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ستّر برس کی تھی، جنازہ مدینہ لایا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہیں جنت البقیع میں سپرد خاک کیے گئے۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ کا مکان ''دار رباح'' اور ''زقاق عاصم'' کے درمیان یزید بن عبدالملک کے مکان کے جنوب مشرقی گوشے میں واقع تھا اور بعد میں زید کے گھر میں شامل ہو گیا۔[3]

[1] جستجوئے مدینہ، ص 790 [2] حوالہ الاصابہ 434/4 [3] حوالہ وفاء الوفاء 722/2

22 حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا تعارف اور ان کا مکان

حضرت مسور رضی اللہ عنہ مخرمہ بن نوفل بن ابی زہیب کے چشم و چراغ تھے، ان کی والدہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن عاتکہ بنت عوف رضی اللہ عنہا تھیں۔ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ اہل علم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار کیے جاتے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتے تھے مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو مکہ چلے گئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، **64** ھ میں مقام ''حجر'' میں نماز پڑھ رہے تھے کہ منجنیق کا ایک پتھر آ لگا جس سے شہید ہوگئے۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔عمر **62** برس پائی۔[1]

خلیفہ مہدی عباسی نے جہاں شمال مشرقی گوشے پر مینارہ تعمیر کرایا تھا وہیں پر حضرت مخرمہ کا مکان واقع تھا، اس میں ان کے صاحبزادے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بھی رہتے تھے، خلیفہ مہدی نے اس کا ایک حصہ خرید کر صحن مسجد اور کچھ راستے میں شامل کر دیا اور جو حصہ بچا رہا وہ آل مطرف کے ایک شخص نے خرید لیا اور آل مطرف سے جعفر بن یحییٰ برمکی رحمۃ اللہ علیہ نے خریدا، اس کے بعد کسی زمانہ میں وقف کی زمین جو ''ابیات الصوافی'' سے مشہور تھی، اس میں شامل ہوگیا۔[2]

23 حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعارف اور ان کا مکان

آپ رضی اللہ عنہ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے، جلیل القدر صحابی ہیں۔ہجرت حبشہ سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا مگر ہجرت نہ کر سکے اور صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ہجرت کر کے مدینہ آئے، اس لیے حدیبیہ سے پہلے جتنے غزوات ہوئے اس میں شریک نہ ہو سکے، البتہ جب مدینہ منورہ آ گئے تو اس کے بعد کوئی غزوہ نہیں چھوڑا۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے کھانسنے کی آواز سنی، اسی دن سے ان کا نام ہی پڑ گیا ''نحام'' کھانسنے والا۔

عہد صدیقی میں ''اجنادین'' کے مقام پر شہید ہوئے۔بعض حضرات کہتے ہیں **51** ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔[3]

آپ رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی کے مغرب میں عاتکہ بنت یزید کے مکان کے بعد اور عبداللہ بن مکمل کے مکان کے سامنے واقع تھا۔ ''باب رحمت'' کے سامنے چھ ہاتھ (تقریباً تین میٹر) چوڑی ایک گلی مدینہ منورہ کے بازار کو جاتی تھی، اسی گلی میں دائیں جانب پہلا مکان عاتکہ بنت یزید کا تھا اور دوسرا اسی قطار میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

ان مکانات میں تبدیلیاں ہوتی گئی مگر یہ گلی ماضی قریب تک محفوظ رہی۔**1375** ھ میں حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع کے دوران جب اس سمت کی ساری عمارتیں ڈھائی گئیں تو یہ گلی بھی ختم ہوگئی۔

24 حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا کا مکان

حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا عہد صدیقی میں مدینہ آئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کون اس بیوہ کو ٹھکانہ دینا پسند کرتا ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے مالدار صحابی تھے، ان کے پاس متعدد مکانات تھے، فوراً اٹھے اور حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر لے گئے اور ایک مکان ان کے لیے مخصوص کر دیا۔ وہ اس میں رہتی تھیں، اس لیے یہ مکان اگرچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا، مگر حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہو کر ''دار ملیکہ رضی اللہ عنہا'' سے مشہور ہوا۔[4]

یہی نہیں بلکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شمالی دروازہ ان کے مکان سے قریب تھا وہ بھی ''باب ملیکہ'' کہا جانے لگا۔[5]

خلیفہ مہدی نے جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کرائی تو ''دار ملیکہ'' کا کچھ حصہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کرلیا تھا۔[6]

نوٹ: اس باب کی تیاری میں ہم نے ڈاکٹر الیاس عبدالغنی حفظہ اللہ کی کتاب ''مدینہ کے تاریخی مکانات'' سے مدد ملی ہے ہم ان کے شکر گزار ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔

---

[1] اصابہ 204/9، واسد الغابہ 329/4
[2] اخبار المدینہ الرسول 104، کتاب المناسک 371
[3] اسعد الغابہ 570/4 و مجمع الزوائد 370/9
[4] تاریخ المدینہ المنورہ 222/1
[5] معجم البلدان 86/5
[6] صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکانات، ص 94

دار کلثوم بن ھدم: جہاں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد ٹھہرے تھے۔

دار سعد بن خیثمہ جہاں پہلی بار رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفیق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ٹھہرے۔ یہ گھر قبا کے جنوب میں تھا، بعد میں یہ گھر مسجد قبا کی توسیع میں شامل ہوگیا۔
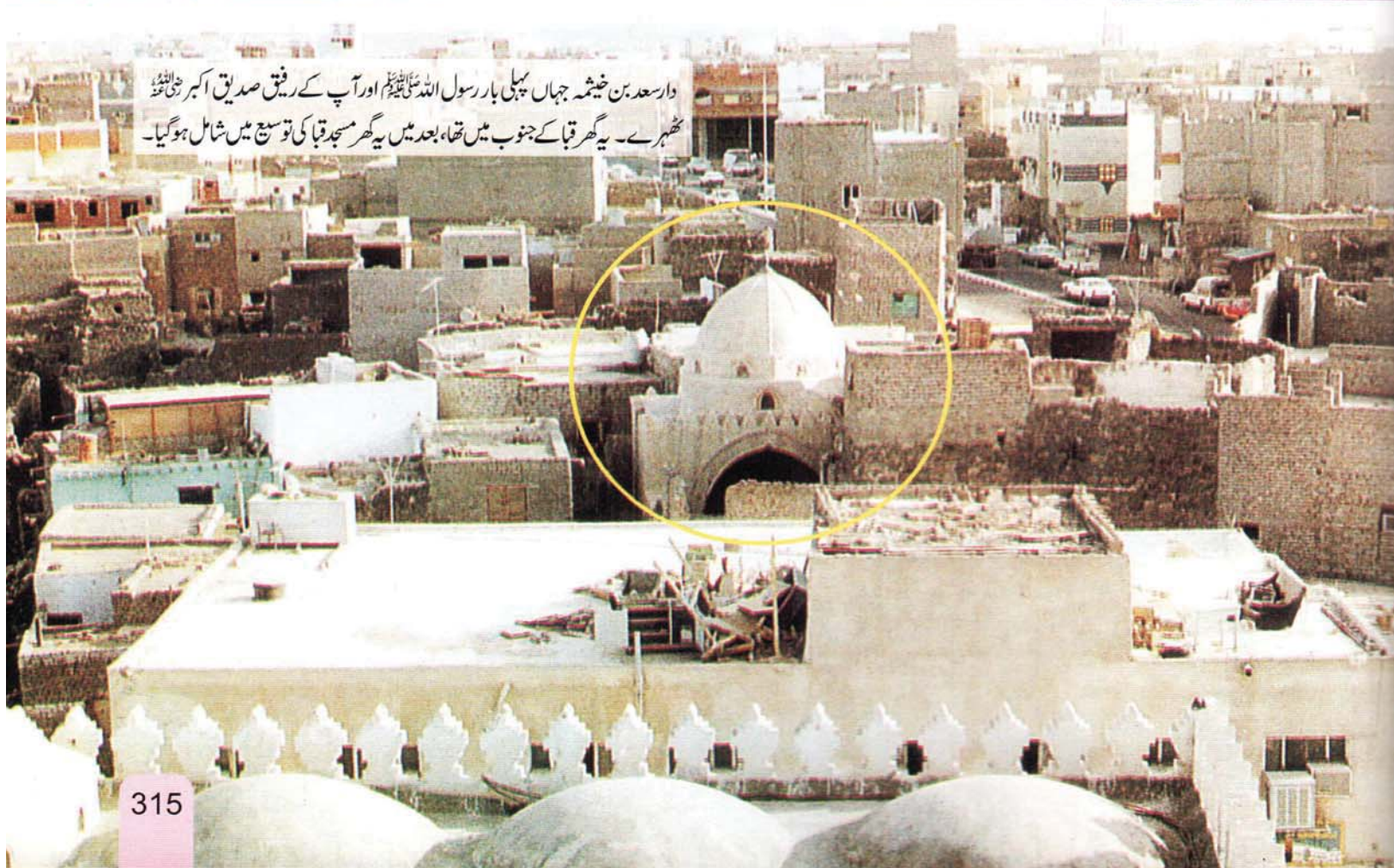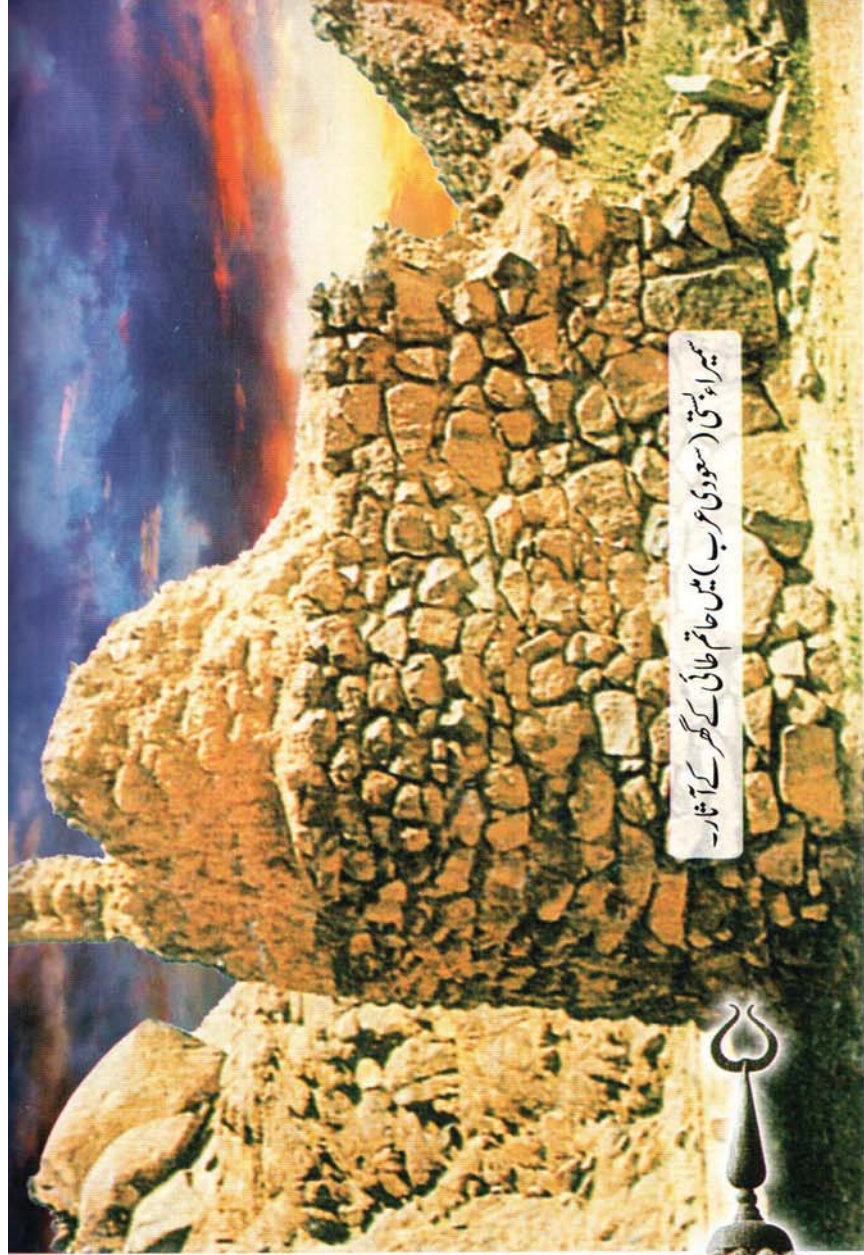
سمیرا بستی (سعودی عرب) میں حاتم طائی کے گھر کے آثار۔
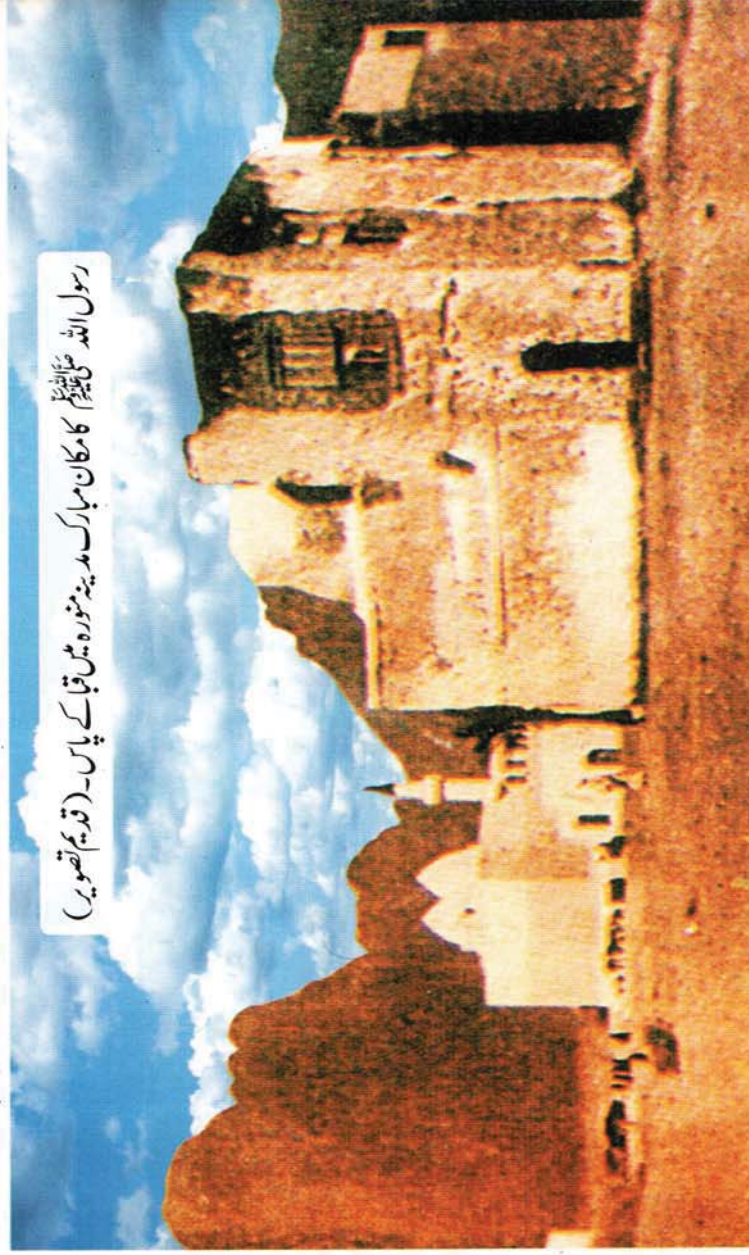
رسول اللہ ﷺ کا مکان مبارک مدینہ منورہ میں قبا کے پاس۔ (قدیم تصویر)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہونے والے جنتی صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں 50 ھ میں وفات پائی۔ [1]

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا یہ گھر مسجد جمعہ کے شمالی دروازہ کے سامنے سڑک کی چار دیواری کے اندر واقع ہے۔

ایک موقع پر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میری بینائی کمزور ہوگئی ہے آپ مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ [2]

1 حوالہ اسد الغابہ 453/3
2 حوالہ صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا گھر

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر کے کھنڈرات
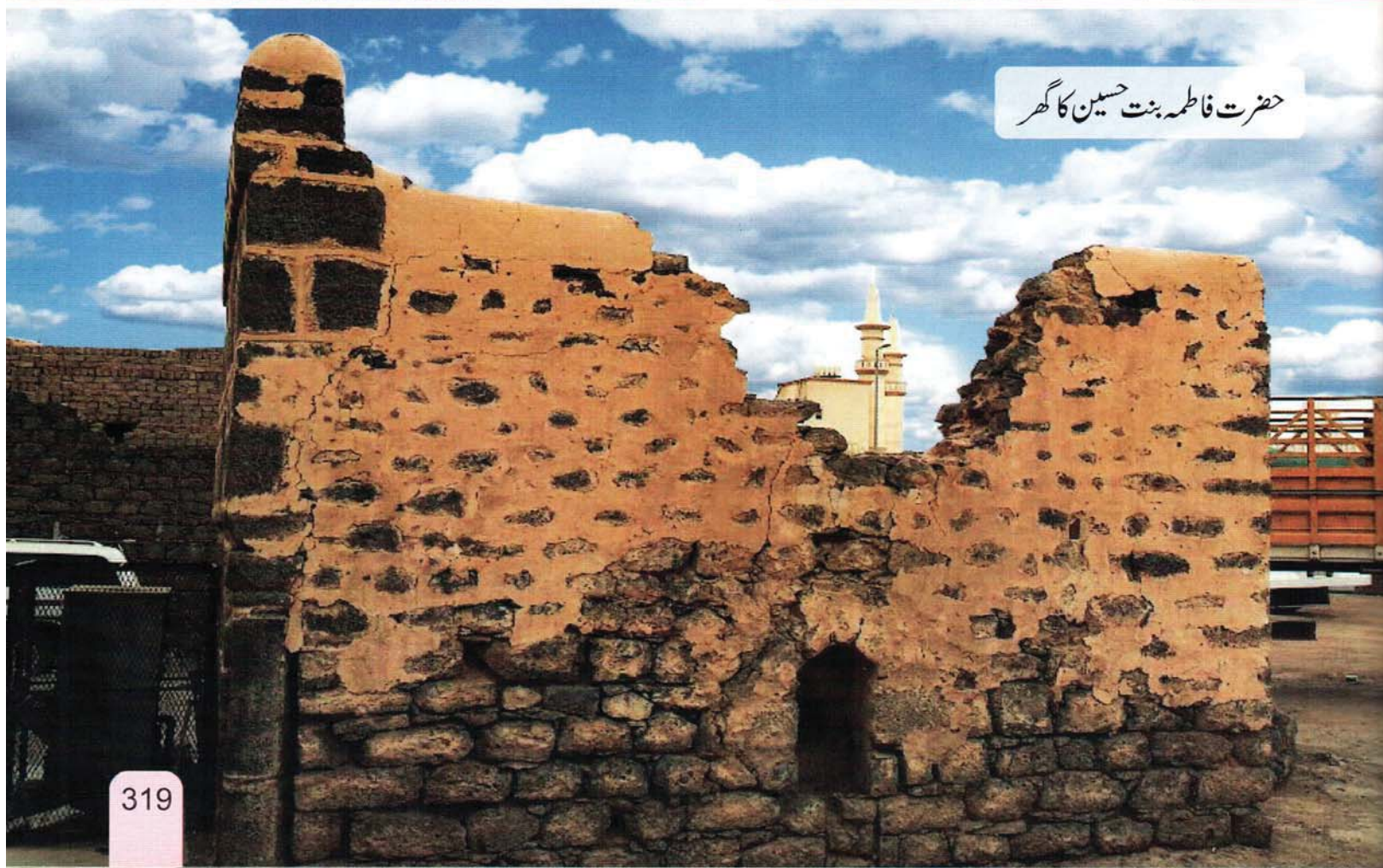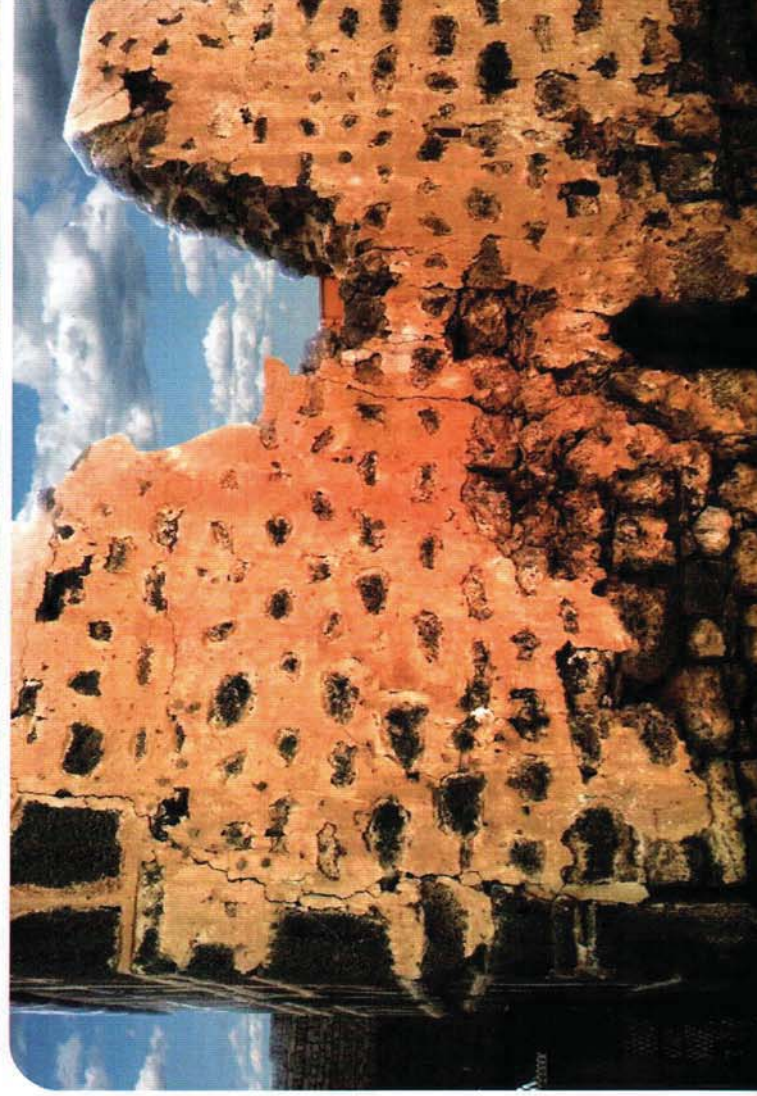
حضرت فاطمہ بنت حسین کا گھر

وہ سات مقامات جہاں خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاتھوں سے لکھے ہوئے 7 قرآنی نسخے بھجوائے۔

سب سے پہلے 7 قرآنی نسخے

آسیا الصغری
أرض الأکراد
بحر الخزر
البحر المتوسط (الکبیر)
شام
7 شام
عراق
أرض فارس
6 کوفہ
5 بصرہ
مصر
قلزم
فلسطین
ایلہ
دومۃ الجندل
تبوک
نوبہ
4 مدینہ منورہ
نجد
2 بحرین
خلیج البحرین (العربی)
خلیج عمان
عمان
أرض الحجاز
جزیرہ نماعرب
3 مکہ مکرمہ
بحر القلزم (الأحمر)

قال تعالیٰ: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨
(سورة الحجر 9)

سوڈان
نجران
بحر العرب
1 یمن
المحیط الھندی

قرآن مجید اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو فکر ہوئی کہ کس طریقے سے اس قرآن کو سینہ میں محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ کتابت کی صورت میں بھی محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ قرآن کی حفاظت **3** طریقوں سے ہوئی۔

1. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں قرآن مجید کو ہڈیوں اور چمڑوں پر لکھ کر محفوظ رکھا گیا۔
2. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے قرآن کو ایک نسخہ میں لکھوا کر محفوظ کیا۔
3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی **7** کتابت کروا کر ان جگہوں پر بھجوایا، جن کو ہم نے نقشہ میں ظاہر کیا ہے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو چرانے کی سازش

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جدید توسیع کی حالیہ کھدائی میں وہ سرنگ برآمد ہوئی ہے جس کے ذریعہ دو یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو روضہ رسول سے چرانے کی سازش کی تھی پھر سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شام کے بادشاہ تھے۔ **1118**ء میں ان کو **3** مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلطان! مجھے **2** راہبوں سے بچاؤ یہ حکم ملتے ہی سلطان **20** سپاہیوں کے ساتھ **16** دن میں مدینہ منورہ پہنچے وہاں تحقیق کے بعد **2** راہبوں کا پتہ چلا کہ یہ لوگ مدینہ میں نئے ہیں اور مشکوک معلوم ہوتے ہیں چنانچہ سلطان جب ان کے خیمہ تک گئے تو دیکھا خیمہ کے بیچ میں چٹائی کے نیچے سرنگ بنی ہوئی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ سلطان نے ان دونوں کو قتل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے چاروں طرف کئی فٹ لمبی خندق کھود کر اس میں سیسہ بھر دیا تاکہ آئندہ کوئی ایسی سازش نہ کر سکے۔

سرنگ کی چوڑائی اور لمبائی دیکھی جا سکتی ہے یہ اس کا دروازہ ہے اور قبر مبارک تک اسی گہرائی سے کھودی گئی تھی۔ (تصویر بشکریہ مصباح الدین)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران کھدائیوں میں برآمد ہونے والی وہ سرنگ جو عیسائی راہبوں نے بنائی تھی
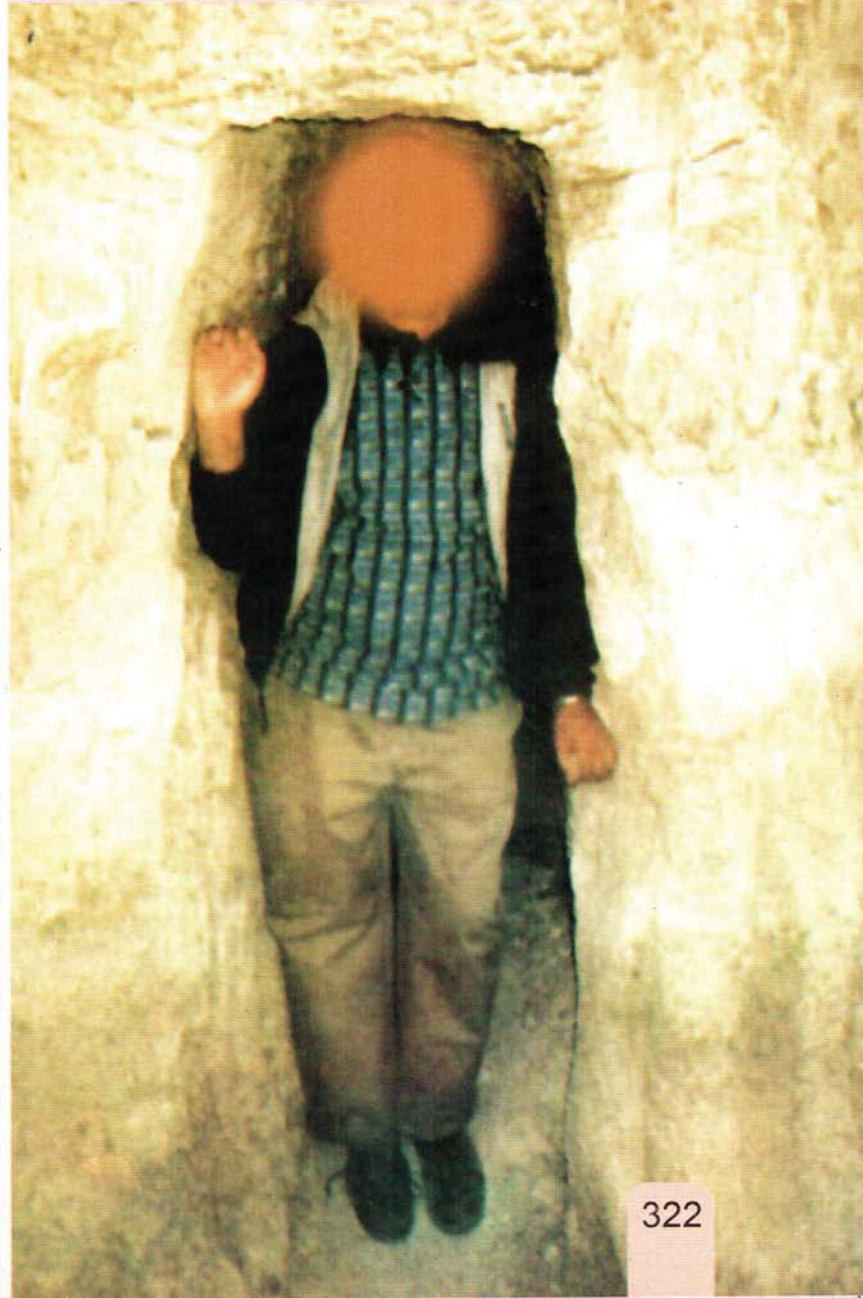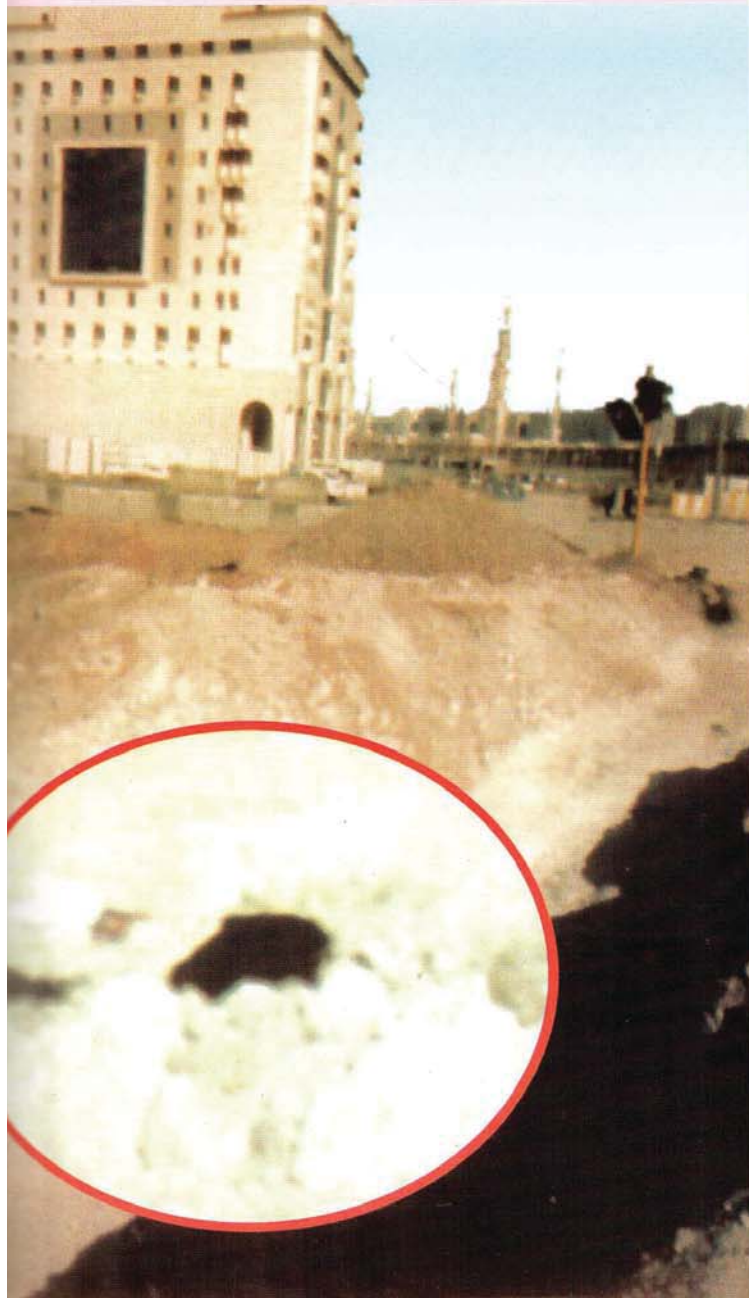
مدینۃ الرسول ﷺ کے مقدس باغات

حضرت جان قدسی مشہدی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے باغات کے بارے میں فرماتے ہیں:

باغ طیبہ کے رہیں، سبز یونہی سارے شجر
شہرہ آفاق ہے، واللہ تری شیریں رطبی

سرور کائنات ﷺ نے ہجرت مدینہ منورہ سے قبل جو سچا خواب دیکھا تھا، اس میں آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کے ایک نخلستان اور پتھریلی زمین میں دکھایا گیا تھا۔

مدینہ منورہ میں باغات کی کثرت تھی اب بھی کافی باغات موجود ہیں۔ انصار مدینہ کا قدیم پیشہ ہی زراعت تھا جس کا بڑا حصہ یہی باغات ہوا کرتے تھے۔

سرور کائنات ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد جب انصار اور مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخاۃ اور بھائی چارہ قائم کروایا تو انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے باغات بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے کہ ان کو بھی برابر برابر تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دو باغ تھے، جنہوں نے یہ باغ آپ ﷺ کے مہمانوں کے لیے وقف کر دیے تھے۔ اس کے علاوہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کافی باغات فقراء اور ضرورت مندوں کے لیے وقف کیے ہوئے تھے۔ قباء، ذوالحلیفہ اور عوالی کے علاقے میں نہایت کثرت سے باغات تھے جن میں ہر قسم کے پھل اور سبزیاں ہوا کرتی تھیں لیکن اب جدید تعمیرات کی زد میں آہستہ آہستہ یہ باغات بھی آ رہے ہیں۔

کیا شانِ احمدی ﷺ کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

مدینۃ الرسول میں یوں تو بہت سے باغات ہیں مگر جن باغات کو مدینہ منورہ نے اپنے اندر سمولیا ہے۔ ان میں سرفہرست حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ ہے جو اس دور مقدس سے آج تک زیارت گاہ عوام و خواص بنا ہوا ہے۔ اس مقدس باغ کے ساتھ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سیدنا فارسی رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت اور جان دو عالم ﷺ سے والہانہ عقیدت کا بھی ذکر ہو جائے۔ اس ذکر سے قارئین کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ محبوب و مطلوب تک پہنچنے کے لیے کس قدر دشوار گزار وادیوں کو عبور کرنا ہوتا ہے۔

مدینہ کا ایک خوبصورت باغ

1 سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس سے دین حق کی تلاش میں پھرتے پھرتے مدینہ منورہ آ پہنچے، وہ کن سختیوں سے مدینہ منورہ پہنچے یہ ایک انوکھی اور تفصیلی داستان ہے، جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ غلام بن کر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں پہنچے تو ایک یہودی ان کا آقا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے محمد مصطفیٰ ﷺ میں خاتم الانبیاء کی تمام نشانیاں پائی چنانچہ پھر اسلام قبول کرلیا۔ غلامی کی مشغولیت کے باعث آقا ﷺ کی خدمت میں حاضری کم نصیب ہوتی تھی۔

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے سلمان! اپنے آقا سے کتابت کرلو۔ یعنی اسے کچھ معاوضہ دے دو تاکہ وہ تمہیں آزاد کردے۔ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا سے بات کی۔

اس نے کہا: سلمان اگر کتابت چاہتے ہو تو چالیس اوقیہ سونا ادا کردو اور تین سو درخت کھجوروں کے لگادو۔ جب وہ درخت پھل دینے لگ جائیں تو تم آزاد ہو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ سارا واقعہ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ سلمان کے لیے کھجور کے پودوں سے امداد کرو۔ کوئی دس لے آیا تو کوئی بیس، یہاں تک کہ تعداد پوری ہوگئی۔ پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ زمین میں گڑھے بنا کر رکھو، پودے میں خود آکر لگاؤں گا۔

جب گڑھے تیار ہوگئے تو حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے پودے گڑھوں میں رکھ دیے اور دعاء برکت فرمادی۔ ایک سال نہ گزرنے پایا تھا کہ باغ نے پھل دے دیا۔ تین سو پودوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو خشک ہوگیا ہو یا پھل نہ دیا ہو۔ درختوں کا قرض تو اتر گیا۔ البتہ **40** اوقیہ سونا باقی رہ گیا تھا۔ ایک شخص نے دربار رسالت میں حاضر ہوکر سونے کی ڈلی پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان کہاں ہے؟

عرض کیا: حاضر خدمت ہوں۔ فرمایا: یہ سونا لے جاؤ اور اپنے مالک کا یہ قرض بھی چکادو۔

بظاہر وہ تھوڑا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا: سونا تھوڑا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کردے گا۔ چنانچہ سونا تولا گیا تو وہ ٹھیک چالیس اوقیہ تھا۔ اب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہوگئے اور غزوات میں حضور نبی کریم ﷺ کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔ [1]

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ باغ اہل مدینہ کے ہاں بہت ہی متبرک تھا۔ لوگ بہت ذوق وشوق سے اس کی زیارت کو آتے، جس جگہ پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ تھا اس جگہ پر مدتوں باغ ہی قائم رہا۔ درخت ٹوٹتے اور لگتے رہے۔ آج کل اس باغ والی جگہ کے اردگرد کھیت اور کھجوروں کے باغات ہیں۔ ایک مدرسہ بھی ''مدرسہ ثانویۃ الامیر محمد بن عبدالعزیٰ'' کے نام سے قائم ہے۔

اس باغ کو جس کنویں سے پانی دیا جاتا تھا، اس کے اثرات بھی کھنڈرات کی شکل میں قائم ہیں، جس کے اردگرد جنگلات لگا کر ان کو ''منطقۃ آثار'' کی شکل دے دی گئی ہے۔ عشاق وزائرین یہاں آکر ان اشیاء کی زیارت کرتے ہی ''بستان سلمان فارسی رضی اللہ عنہ'' کی یاد سے دل بہلا لیتے ہیں۔ اس کنویں کے پاس آقا ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک کٹیا سی بنا کر اس باغات کی نگہداشت کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقر سلمان کے ناطے وہ باغ بھی قرون اولیٰ میں ''صدقة الفقيرية'' کے نام سے مشہور رہا۔ [2]

جان دو عالم ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے لگائے گئے اس باغ میں کھجور کے درخت **1975**ء تک زیارت گاہ عوام وخواص بنے رہے۔ اس باغ کے دو درختوں کی کھجوریں تمام کھجوروں سے لمبی، موٹی اور لذیذ محسوس ہوتی تھیں۔

1976ء میں یہ دونوں درخت کاٹ دیے گئے بلکہ جلا دیے گئے، اس لئے کہ عام لوگ شرک کرنے لگ گئے تھے ان کے ایمان کو بچانے کی خاطر وہ درخت کاٹ دیئے گئے۔

[1] سیرت ابن هشام، ج 1 ص 74 [2] جستجوئے مدینه ص 387 بتغیر

باغ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جس کے درخت آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے لگائے
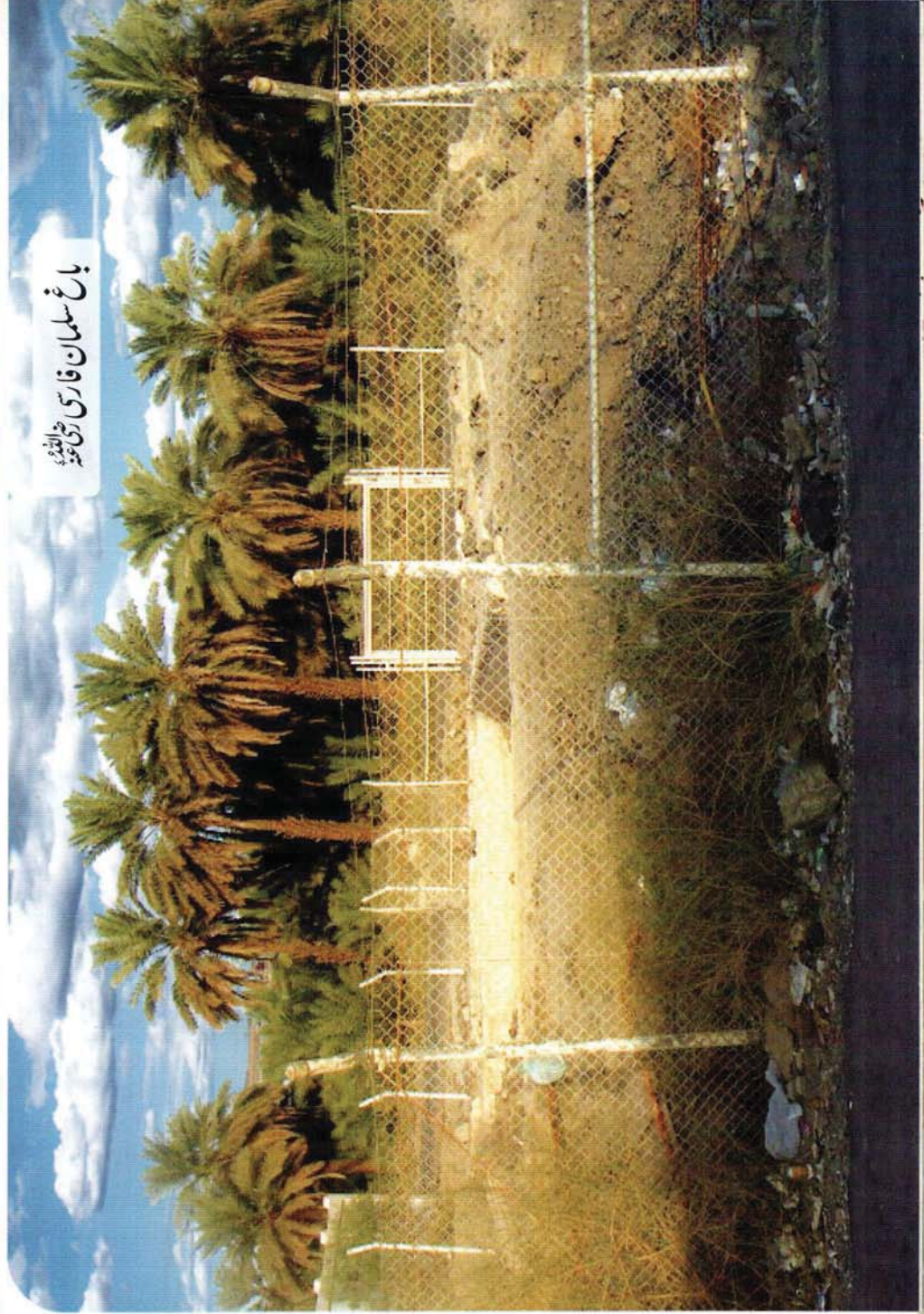
باغ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
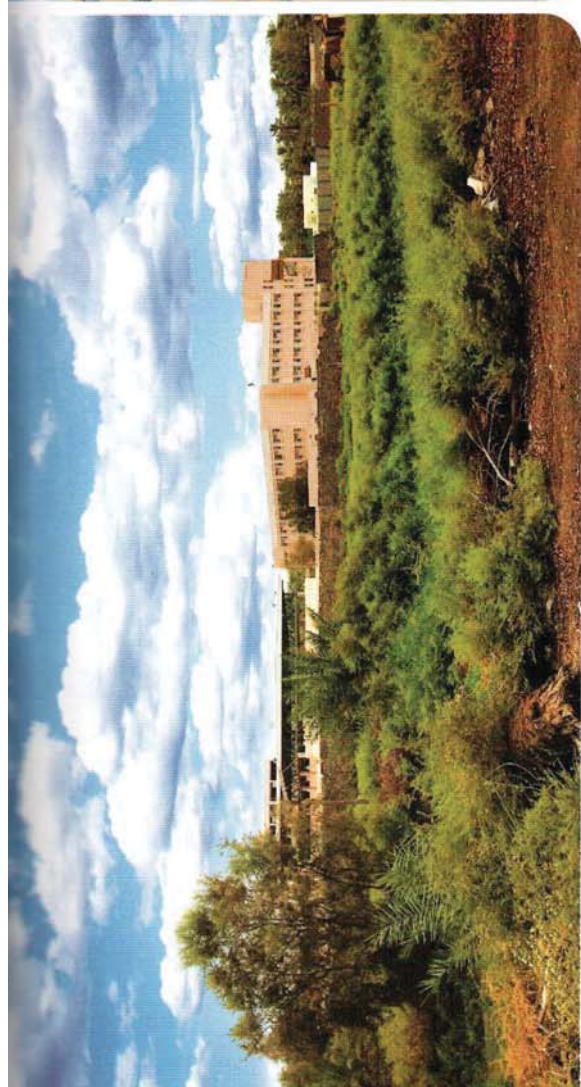
2 باغِ عثمان رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کنویں کے ساتھ ہی ایک باغ ہے جو باغِ عثمان رضی اللہ عنہ کہلاتا ہے۔ یہ باغ اس جگہ بنا ہوا ہے جس کے اطراف کی زمین نے پیارے نبی ﷺ کے قدموں کو چومنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

3 سقیفہ بنو ساعدہ کا باغ! جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول منتخب کیا

''سقیفہ'' اس چوپال کو کہتے ہیں جہاں گاؤں محلے کے لوگوں کی بیٹھک لگتی ہے، باغات میں متعدد چوپالوں کا ذکر ملتا ہے، ان کی تعمیر کا طریقہ یہ تھا کہ مشرق و مغرب اور جنوب تین طرف سے اینٹ کی دیواریں اٹھائی جاتیں اور شمالی حصہ کھلا رہتا تا کہ گرمی میں ہوادار اور آرام دہ رہے۔ مشرقی دیوار میں ایک کھڑکی کھول دی جاتی۔ چھت میں کھجور کی لکڑیوں کی شہتیریں لگائی جاتیں۔ ان شہتیروں کے اوپر کھجور کی تراشیدہ شاخیں بچھا دی جاتیں اور پھر ان کے اوپر چٹائیاں ڈال کر چھت بنالی جاتی، طول و عرض کی کوئی خاص مقدار متعین نہ تھی بلکہ بنانے والے کی مرضی پر موقوف تھی۔ اس زمانہ میں ''سقیفہ'' کی تعمیر کا یہی طریقہ رائج تھا۔ اس لیے غالب یہ ہے کہ ''سقیفہ بنو ساعدہ'' بھی اسی طرح تعمیر کیا گیا ہوگا۔ [1]

بنو ساعدہ خزرج کا مشہور قبیلہ تھا۔ ان کی آبادی مسجد نبوی شریف کی شمال مغربی سمت تھی۔ اس میں ایک جگہ سقیفہ بنی ساعدہ تھی، جس کا محل وقوع اب مسجد نبوی کی دوسری سعودی توسیعی عمارت سے **206** میٹر کے فاصلے پر موجود باغیچہ میں ہے۔

1 فصول من تاریخ المدینة المنورة، ص 185

سقیفہ بنو ساعدہ کی بابرکت کھجوریں

قبیلہ بنوساعدہ کی خصوصیات

قبیلہ بنوساعدہ کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

- سقیفہ بنوساعدہ کی شمالی جانب کچھ فاصلے پر بنوساعدہ کا کنواں تھا جس کا تذکرہ احادیث شریفہ میں بئر بضاعہ کے نام سے آتا ہے۔سرورکائنات ﷺ نے اس کا پانی استعمال کیا۔
- بنوساعدہ کے سربراہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے سخی اور بہادر تھے۔انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی۔
- حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا، یہ وہی مشہور صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد میں اپنی تلوار عطا فرمائی تھی اور پھر انہوں نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔
- سرورکائنات ﷺ نے بنوساعدہ کو انصار کے چار افضل قبائل میں شمال کیا۔
- بنوساعدہ کی تین شاخیں درج ذیل ہیں۔ بنوعمرو بن ساعدہ، بنو ثعلبۃ بن ساعدہ، بنوطریف بن ساعدہ۔

باغ سقیفہ بنوساعدہ

سقیفہ بنو ساعدہ کی تاریخی حیثیت

سقیفہ بنو ساعدہ مسجد نبوی شریف کی مغربی جانب **206** میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اب وہاں باغیچہ ہے، سرکار دو جہاں ﷺ نے یہاں نماز ادا کی، آرام فرمایا اور پانی پیا۔ قبیلہ بنو ساعدہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مبارک مجلسیں یہیں لگا کرتی تھیں۔

اس سقیفہ کو تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حبیب خدا ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ اس سقیفہ میں تشریف لے گئے اور پانی طلب فرمایا۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کنویں سے پانی نکال کر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں پیش کیا، سب نے نوش فرمایا۔ [1]

حضرت مطلب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ محبوب کائنات ﷺ نے بنو ساعدہ کے سقیفہ میں نماز بھی ادا کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ پر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور نماز ادا کی وہ بعد میں بطور یادگار نماز ہی کے لیے خاص کر لی گئی۔

جب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی اور ان کی بیوی ہند بنت زیاد رخصت ہو کر آئیں تو انہیں گھر کے بالکل بیچ میں مسجد دیکھ کر تعجب ہوا۔ پوچھا: چھپر یا دیوار کے قریب کیوں نماز نہیں پڑھی جاتی؟

ان کے شوہر نے کہا: خاص اسی جگہ پر سرکار دو عالم رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے اور اسی جگہ کو امام الانبیاء ﷺ کی سجدہ گاہ بننے کا شرف حاصل ہے۔

[1] حوالہ وفاء الوفاء **852/2**

باغ سقیفہ

ام ابن زبالہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد کے قریب اسی سقیفہ کی عمارت میں تشریف فرما تھے۔ میں نے پیارے آقا ﷺ کو لسی پیش کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے سہل! مزہ آ گیا اور لسی لے آؤ چنانچہ میں نے رحمت کائنات ﷺ کو دوبارہ لسی پیش کی۔

یہی وہ سقیفہ ہے جہاں خاتم الانبیاء ﷺ کے وصال کے بعد پہلی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتفاق رائے سے سرکار دو جہاں ﷺ کا خلیفہ نامزد کیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ [1]

عام حالات میں یہ سقیفہ اس قبیلہ کی چوپال اور پنچایت گھر تھا، یہاں قبیلہ کے سرکردہ و معزز افراد سر جوڑ کر بیٹھتے تھے اور قبیلہ کے اجتماعی و معاشرتی مسائل کا حل نکالتے تھے، جیسا کہ پیارے نبی ﷺ کی وفات کے بعد مسئلہ خلافت پر ضروری صلاح و مشورہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی چوپال میں جمع ہوئے۔

انہی خوبیوں کے پیش نظر ''سقیفہ بنو ساعدہ'' تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کی توجہ، دلچسپی اور عقیدت و ارادت کا مرکز رہا۔

مسجد سقیفہ بنو ساعدہ:

سقیفہ بنو ساعدہ میں ایک مسجد تھی یہ مسجد اس جگہ بنائی گئی تھی جہاں پیارے نبی ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی جب مسجد نبوی کی توسیع ہوئی تو اس کے آثار بھی ختم ہو گئے اور یہ مسجد نبوی کے صحن کا حصہ بن گئی۔

1 عمدہ الاخبار 344

مقام باغ سقیفہ

سقیفہ بنو ساعدہ میں خلیفہ راشد کی تعیین

سرور کائنات ﷺ کے وصال کے بعد مہاجرین و انصار کے ذمہ دار خلیفہ راشد کی تعیین کے لیے اسی سقیفہ بنو ساعدہ میں اکٹھے ہوئے تو انصاری خطیب نے فرمایا:

''ہم اللہ کے دین کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں انصار کے فضل و احسان کا اعتراف ہے البتہ رسول اللہ ﷺ کا پاک ارشاد ہے'' اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ'' یعنی امراء قریش (مہاجرین) میں سے ہوں گے لہٰذا ہم سب کا امیر اور ذمہ دار مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور اس کے وزراء انصار صحابہ میں سے ہوں۔ اور میں اس مقصد کے لیے عمر بن خطاب یا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کا نام پیش کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ابوبکر ایمان قبول کرنے والے پہلے صحابی رسول ہیں۔ عمر میں بڑے ہیں، دو میں سے دوسرے یعنی یارِ غارِ ثور ہیں، سرور کائنات ﷺ کی خلافت اور آپ لوگوں کے معاملات چلانے کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔

انصاری خطیب نے فرمایا:

پیغمبر اسلام ﷺ مہاجر تھے، لہٰذا ہمارا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور ہم پیغمبر اسلام ﷺ کے مددگار تھے۔ اب آپ کے خلیفہ کے مددگار (انصار) ہوں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق کی اور بیعت کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بڑھایا تو ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے جلدی سے بیعت کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر وہاں موجود مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔ دوسرے دن مسجد نبوی شریف میں بقیہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے بیعت عمومی کی۔

مہاجرین و انصار کے اس نمائندہ اجتماع نے بالاتفاق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ جانشین تسلیم کرلیا کیونکہ مہاجرین و انصار کے اس اجتماع کو اچھی طرح علم تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مرض الوفات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا تھا۔ یہ واقعہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں اس حدیث کو متواتر فرمایا ہے۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زمعہ، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ عائشہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے الگ الگ بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں اسے واضح کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر فرمایا کہ وہ رقیق القلب ہیں۔ جان دو عالم ﷺ کے مصلیٰ پر بے خودی کے باعث نماز نہ پڑھا سکیں گے مگر جان دو عالم ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو وہی نماز پڑھائیں۔

باغ سقیفہ کی بیرونی دیوار

سقیفہ میں اجتماع کی حکمت

سربراہان سلطنت کے انتقال پر اہم ترین مسئلہ ملکی سرحدوں کی حفاظت، نظم و ضبط کا قیام، اندرون ملک میں امن و امان قائم رکھنا ہوتا ہے۔ جس تیزی سے اسلام پھیلا، بڑھا، پروان چڑھا، اسی تیزی سے ہی حاسدین کے حسد بڑھے، فتنے بڑھے، مخالفین چونک اٹھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال پر خطرہ تھا کہ کہیں سے یلغار ہو جائے، امن کا شیرازہ بکھر جائے۔ اسی وجہ سے پہلے انصار نے اس امر کی طرف توجہ دی کہ فوراً جانشین کا اعلان ہو جائے تاکہ کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکے اور **23** سالہ نظام نبوت درہم برہم نہ ہو جائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو سقیفہ میں اس غرض سے گئے کہ مبادا وہاں کوئی فتنہ برپا نہ ہو جائے اور انصار الجھ نہ جائیں۔ انصار نے جونہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے اندر دیکھا ورطۂ حیرت میں ڈوب ہو گئے۔ انصار نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اس کی سیادت پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہم انصار اور خادم بن کر ہی رہیں گے۔ ہمیں خلافت و امارت کی کوئی طلب نہیں۔

فَنَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ كَمَا كُنَّا اَنْصَارَ اللّٰهِ

''ہم پہلے کی طرح انصار ہی رہیں گے۔''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس محفل میں ابوعبیدہ جیسے جرار، عمر فاروق جیسے مدبر جہاندیدہ قریشی موجود ہیں۔ ان میں سے کسی کی بیعت کر لیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس قوم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے افراد موجود ہوں اس قوم کا سربراہ بننے سے مجھے شرم آتی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس منصب جلیل کا کون اہل ہو سکتا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آگے بڑھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے بڑھے، بیعت کی، اس طرح سے آپ رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آ گیا۔ اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور عام لوگوں سے بیعت لی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی مخالفت نہ ہو جائے۔ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ۔ اگر غیر قریش سے خلیفہ کا انتخاب ہو جاتا تو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت فرمائی۔ اس طرح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے برضا و رغبت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ [1]

[1] البدایہ والنہایہ ج 5، ص 249

سقیفہ بنوساعدہ کا محل وقوع

مورخین میں سقیفہ بنوساعدہ کی جائے وقوع کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ شیخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ سقیفہ بئر بضاعہ کے پاس واقع تھا۔ شیخ عبدالقدوس الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''آثار المدینہ'' میں بھی یہی محل وقوع بتایا ہے اور امام المطری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

شیخ الانصاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سقیفہ برآمدوں والی عمارت تھی جس میں ایک بند دروازہ اور شیخ السمل نامی گنبد تھا۔ عمارت کھریا مٹی سے بنی تھی اور باسحیمی سڑک پر باب الشامی کے قریب تھی۔ یہ **1030**ھ (**1620**ء) میں علی پاشا کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس بات پر عام طور سے اتفاق کیا جاتا ہے کہ سقیفہ اسی جگہ واقع تھا۔ اگر بالکل اس جگہ نہیں تو یقیناً اس کے قریب ترین ہی کسی جگہ پر واقع تھی۔

مسجد نبوی کی حالیہ توسیع کے بعد یہ سقیفہ مسجد نبوی کی مغربی سمت میں آ گیا، قریب ہی ''بضاعہ'' نام کا مشہور کنواں تھا۔ بنوساعدہ کا پورا محلّہ اسی سقیفہ کے اردگرد آباد تھا، سب سے قریب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔

شیخ عبدالقدوس انصاری رحمہ اللہ (متوفی **1403**ھ) مزید لکھتے ہیں:

اس وقت یہاں محلّہ ''لحیمی'' میں چونے کی بنی ہوئی ایک کھلی عمارت ہے، اس پر برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ دروازہ بند ہے، اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہی ''سقیفہ بنوساعدہ'' ہے، موجودہ عمارت جو ہمارے سامنے ہے۔ وہ **1030**ھ کی تعمیر ہے اور علی پاشا کی یادگار ہے۔ [1]

لیکن اب یہ عمارت بھی باقی نہیں رہی اور اب اس کی جگہ مسجد نبوی کے شمال مغرب میں (**206**) میٹر کی دوری پر ایک احاطہ کے اندر ہے۔

علی حافظ مدنی نے اس کے متعلق بڑی باریک تفصیلات فراہم کی ہیں، لکھتے ہیں:

اس سقیفہ کا محل وقوع ''مثلث السلطانية'' کے شمال میں ہے۔ ''مثلث السلطانية'' شامی محلّہ میں ایک تکون احاطہ ہے۔ ''سلطانیہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ کسی سلطان نے اسے وقف کیا تھا اور آج بھی اوقاف ہی کے زیر انتظام ہے اور اس کا رقبہ (**4938**) مربع میٹر ہے۔

مدینہ منورہ کے میونسپلٹی بورڈ نے **1383**ھ میں حکومت کے سامنے ایک تجویز رکھی کہ اس احاطہ پر ایک مسجد اور ایک پبلک لائبریری تعمیر کی جائے۔ اس لائبریری میں ایک وسیع ہال بنایا جائے جو صرف اہم میٹنگوں، اہل علم حضرات کی خاص تقریروں اور کانفرنسوں کے انعقاد کے لیے مخصوص ہو اور اس کا نام ''سقیفہ بنوساعدہ'' کے نام پر رکھا جائے تاکہ اس اسلامی تاریخی عمارت اور اس سے وابستہ واقعات کی یاد ہمیشہ تازہ رہے۔ [2]

ماضی قریب میں مدینہ طیبہ کے مرکزی علاقے کی تعمیر و ترقی کے دوران اس تکونے احاطے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ مشرقی حصہ (جس کا رقبہ **2740** مربع میٹر ہے) باغیچہ کی شکل میں برقرار ہے۔ مگر مغربی حصے میں بجلی اسٹیشن قائم کر دیا گیا ہے، جس کا رقبہ (**1905**) مربع میٹر ہے۔ دونوں کا مجموعی رقبہ **4645** مربع میٹر ہوا اور یہ اس مقدار سے کم ہے جو علی حافظ مدنی نے بیان کیا ہے۔ ممکن ہے باقی ماندہ حصہ احاطہ کے اردگرد جو چاروں طرف صحن ہے اس میں شامل کر لیا گیا ہو۔

1 حوالہ آثار المدینہ 156 2 تاریخ المدینہ 184

سقیفہ بنو ساعدہ! جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول منتخب کیا

4 حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ

مسجد نبوی کی شمالی جانب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ تھا، اس میں بئر حاء کنواں تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ باغ انہیں بہت پسند تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لاتے، کنویں میں اتر جاتے، اس کنویں کا پانی نوش فرماتے اور اس کے اردگرد واقع درختوں کے سایہ میں استراحت فرماتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ [1]

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر کہا:

''یارسول اللہ! مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ بئر حاء والا باغ پسند ہے، میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، آپ اسے جہاں چاہیں استعمال فرمائیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ [2]

یہ کنواں ماضی قریب تک موجود رہا۔ **1414**ھ میں دوسری سعودی توسیع کے دوران مسجد نبوی میں شامل ہوگئی، اب اس کی جگہ ''باب ملک فهد نمبر **21**'' میں داخل ہو کر چند میٹر کے فاصلے پر ہے، اس مقام پر فرش پر تین دائرے بنا دیے گئے ہیں، اگر کبھی صفائی وغیرہ کی غرض سے قالین ہٹے ہوئے ہوں، تو اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ الغابہ جنگل جس کے درخت سے منبر نبوی ﷺ بنایا گیا۔

مدینہ منورہ کی شمالی سمت اور جبل احد کی مغربی جانب میلوں تک پھیلا ہوا بہت بڑا الغابہ جنگل تھا۔ جہاں گھنے درخت تھے۔ چونکہ تمام وادیوں کا پانی مدینہ منورہ سے گزر کر یہاں جمع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہاں ڈیم بنا دیا گیا ہے تاکہ اس پانی سے استفادہ کیا جاسکے۔ آج کل یہ جگہ ''خلیل'' کہلاتی ہے جو مسجد نبوی شریف سے تقریباً بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔
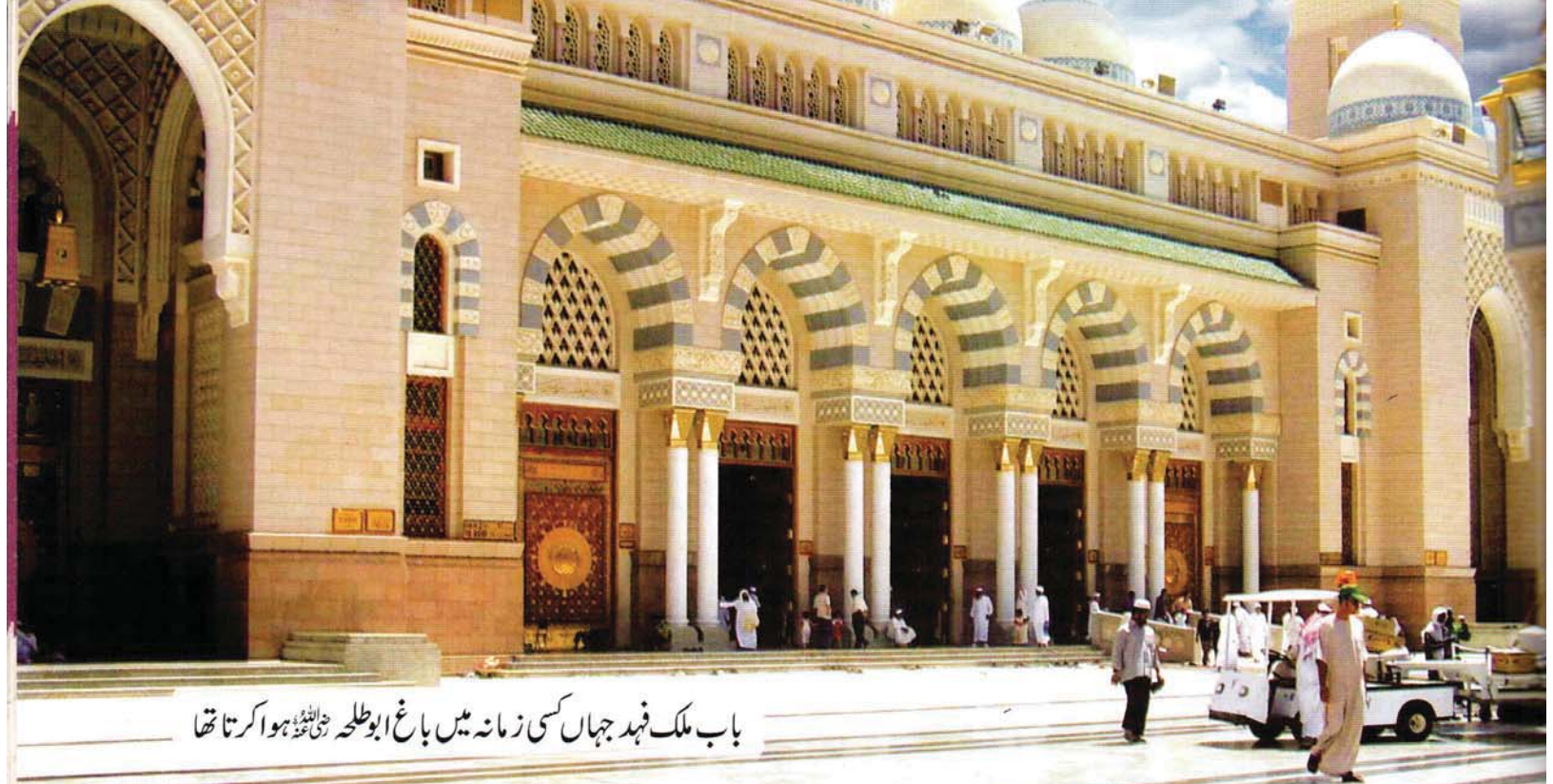
نہ صرف یہ کہ الغابہ کے یہ گھنے جنگلات مدینہ طیبہ کے لیے قدرتی دفاعی لائن کا کام دیتے ہیں بلکہ وہاں سے حاصل ہونے والی لکڑی تعمیراتی اور ایندھن کی ضروریات بھی پوری کرتی تھی۔ لکڑی کی تمام اقسام یہاں پائی جاتی تھیں جن میں شیشم کے درخت بھی شامل تھے۔

سرور کائنات ﷺ کا منبر اسی جنگل کی لکڑی سے بنایا گیا۔

دفاع کے علاوہ الغابہ کے وسیع جنگلات شکارگاہ اور چراگاہ ہونے کے مواقع بھی فراہم کرتے تھے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے بیس اونٹ یہاں چر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن فزاری کے لشکر نے چرواہے کو قتل کیا اور سارے اونٹ لے کر چلا گیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے شامی ثنیۃ الوداع پر ایک آواز لگائی اور اکیلے ہی حملہ آوروں کا تعاقب کیا اور دشمن پر پتھر اور تیر برسائے تو وہ بھاگے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے تعاقب جاری رکھا چونکہ بڑے مشہور تیرانداز تھے تو خوب تیر چلاتے رہے اور دشمنوں کو زخمی کرتے گئے اور مسلسل تعاقب جاری رکھا۔ یہاں تک کہ مسلمان کمک بھی پہنچ گئی اور دشمن اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس واقعہ کا تذکرہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر **4149** میں بھی ہے۔ [3]

ہادی امم رسول اللہ ﷺ بھی چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں جائے وقوعہ پر الغابہ تشریف لے گئے اور ابن زبالہ کی روایت کے مطابق سرکار دوعالم ﷺ نے نماز کو قصر (مختصراً) کر کے الغابہ میں اس جگہ (یعنی ذی قرد) پر ادا فرمایا تھا۔

باب ملک فہد دروازہ جس کے اندر قالین کے نیچے بئر حاء کی نشاندہی کی ہوئی ہے یہ کنواں باغ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میں ہوا کرتا تھا۔

1 سورہ آل عمران، آیت **92** 2 البخاری تفسیر آیۃ لن تنالوا البر
3 تاریخ مدینہ منورہ، ص **129**
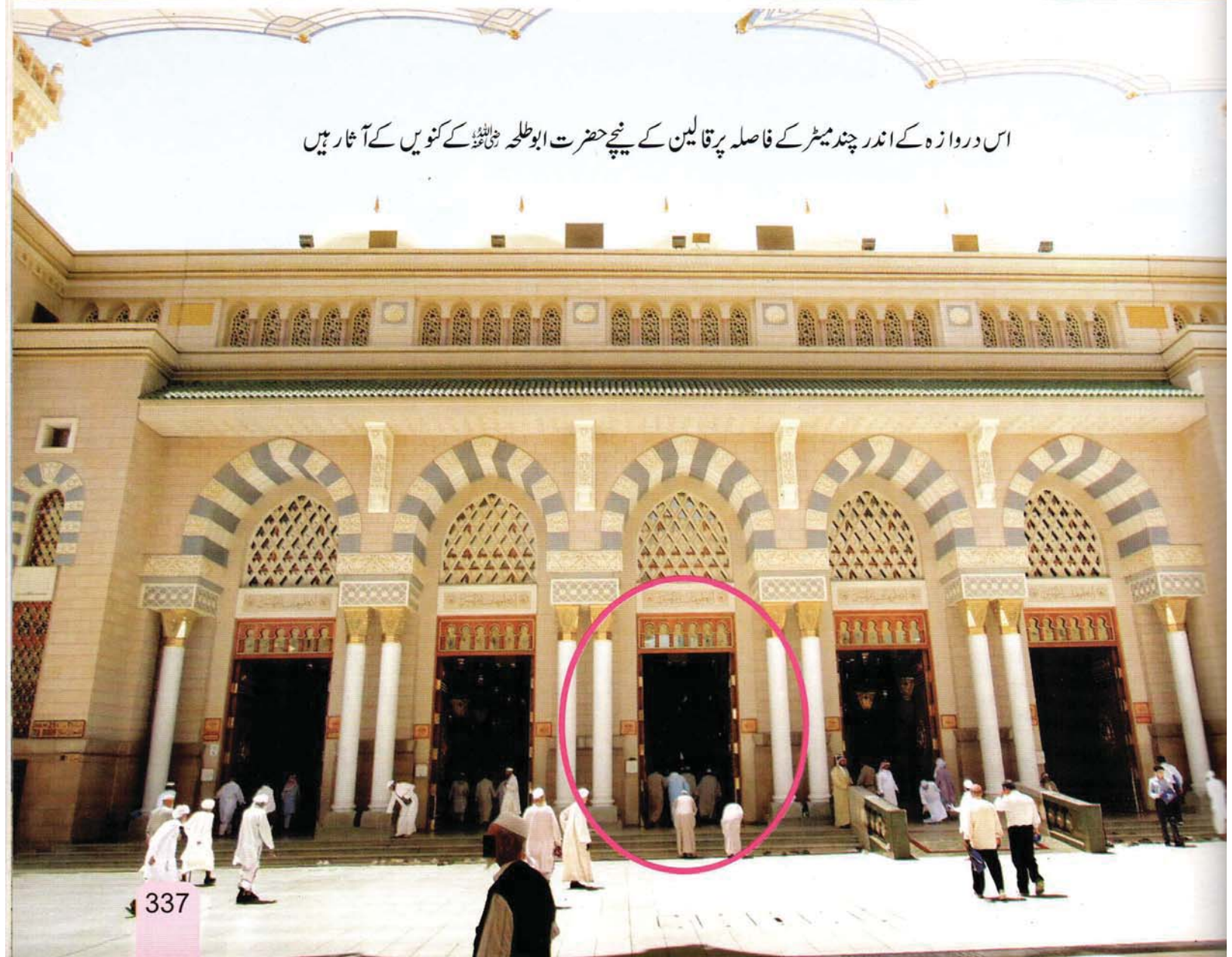
باب ملک فہد جہاں کسی زمانہ میں باغ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہوا کرتا تھا

اس دروازہ کے اندر چند میٹر کے فاصلہ پر قالین کے نیچے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے کنویں کے آثار ہیں

5 الغابہ کی تاریخی حیثیت اور باغات

غابہ: ابو جابر اسدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت کو بھی غابہ کہتے ہیں اور گھنی جھاڑیوں والے جنگل کو بھی جہاں سے لوگ ایندھن حاصل کرتے ہیں اور دیگر فائدے اٹھاتے ہیں۔ یہ مدینہ سے شام کی طرف ایک جگہ کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا منبر اسی جنگل کی جھاؤ کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ سلع پہاڑ اور ''غابہ'' کے درمیان آٹھ میل (تقریباً **13** کلو میٹر) کا فاصلہ تھا۔ [1]

طغیانی کے موسم میں یہ تمام علاقہ جل تھل ہوجایا کرتا تھا۔ کیونکہ وادی العقیق کا فالتو پانی اسی علاقے سے گزر کر سمندر (بحر احمر) میں جا گرتا تھا۔ چنانچہ یہاں کی زمین بہت شوریلی (دلدلی) تھی۔ تاہم دور حاضر کی سہولتوں نے اس وسیع وعریض علاقے کی اراضی کو سیم وتھور سے پاک کرکے قابل کاشت بنادیا تھا اور یوں ایک عرصہ دراز تک یہ علاقہ شہر مصطفوی کو اناج اور سبزیاں مہیا کرنے لگ گیا تھا۔ [2]

★ غابہ **1400** قبل ہی وہ مبارک جنگل تھا جہاں آقا ﷺ کی صدقہ وزکوٰۃ کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ **6**ھ میں عبداللہ فرازی کافر نے اپنے **40** ساتھیوں کے ساتھ مل کر الغابہ کی وادی میں موجود حضور اکرم ﷺ کے اونٹوں کو چرانے کی کوشش کی، اس کوشش میں ان کافروں نے حضور ﷺ کی طرف سے متعین صحابی جو کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے تھے ان کو شہید کردیا، چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی جن کا بے حد لمبا قد تھا، ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ گھوڑے سے بھی تیز دوڑتے ہیں جب ان کو کفار کے حملہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک دن چالیس کافروں کو تاک تاک کر تیر مارے جس سے گھبرا کر وہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

★ جان دو عالم ﷺ مسجد نبوی میں کھجور کے درخت پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، جب صحابہ کی تعداد بڑھ گئی تو اسی جنگل کی لکڑی سے منبر نبوی بنایا گیا تھا۔

★ اسی طرح ایک موقع پر بنو حارثہ کے قبیلہ کے لوگ دو جہاں کے سردار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! الغابہ میں ہمارے مویشی پلتے بڑھتے ہیں اور یہ جگہ ہماری عورتوں کی تفریح گاہ ہے تو آپ ﷺ حکم دیں کہ کوئی بھی غابہ کے جنگل کی لکڑی نہ کاٹے، چنانچہ آپ ﷺ کے حکم کے بعد اس کے درخت دورِ نبوی کے بعد بھی پھلتے پھولتے رہے۔

1 معجم البلدان، مادة: غابة 2 حواله خلاصة الوفاء 1276

مقام غابہ کا بورڈ

حضرت عباس اور زبیر رضی اللہ عنہما بکثرت الغابہ آتے تھے

الغابہ کی شوریلی اور دلدلی زمین کو قابل کاشت بنانے کا یہ عمل پچھلے چودہ سو سال سے جاری تھا۔ ابتداء میں ان جنگلات کو زرعی اراضی میں تبدیل کرنے میں کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ جن میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صدیوں پر محیط جہد مسلسل بھی یہاں سے خودرو جنگلات کا مکمل صفایا نہ کر سکی تھی۔ مگر جوں جوں مدینہ طیبہ کی آبادی پھیلنے لگی۔ یہاں بھی آبادکاری ہونے لگ گئی اور اب تو الخلیل کی تمام کالونی اسی خطہ میں آباد ہوئی ہے جو کہ مدینہ طیبہ کی دیگر سیٹلائٹ آبادیوں کی نسبت خوبصورت ترین آبادی ہے۔ بایں ہمہ ابھی تک اس کا معتد بہ حصہ سرسبز و شاداب خطہ ہے۔ جہاں بساتین، باغات، پارک اور زرعی فارم کثرت سے ہیں۔ حدیقہ البری جیسے خوبصورت پارک اور حدیقہ الحیوانات (چڑیا گھر) وغیرہ اسی علاقے میں واقع ہیں۔ [1]

پیارے نبی ﷺ جس صحابی کو چاہتے غابہ کی زمین دے دیتے

مدینہ طیبہ میں دولت اسلامیہ کے قیام کے بعد اس ارض مقدس کی تمام تر اراضی سید کون و مکان تاجدار دو عالم ﷺ کے زیر فرمان ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس کا استعمال سو فیصد حضور نبی کریم ﷺ کی صوابدید پر تھا اور صاحب لولاک اور قاسم حوض کوثر ﷺ جسے چاہتے اس کو الغابہ سے کچھ اراضی سے نواز دیتے تھے جو کہ اکثر و بیشتر اس شکل میں ہوتا تھا کہ اتنے درخت فلاں بن فلاں کو عنایت کیے جاتے ہیں۔ یوں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ الغابہ میں بہت سے درختوں کے مالک بن گئے اور پھر انہوں نے محنت شاقہ سے اس اراضی کو قابل کاشت بنا کر نہ صرف وہاں اناج اور سبزیاں اگائیں تاکہ مدینہ طیبہ کی غذائی ضروریات پوری ہو سکیں بلکہ شجرکاری سے ان کو طرح طرح کے پھل بھی مہیا کیے۔ ایسا ہی ایک قطعہ ارضی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں بھی آیا تھا۔

[1] خلاصة الوفاء: 1278

الغابہ کے جنگلات جہاں 1400 سال قبل صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھر تھے

الغابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی زمین تھی

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی الغابہ کی جاگیر سے چند کھجوروں کے درخت دیے جس سے مجھے کافی کھجوریں مل جایا کرتی تھیں۔ [1]

چونکہ یہ تمام اراضی دولت اسلامیہ کی مملکت تھی اس لیے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنی صوابدید سے جس صحابی کو چاہتے کچھ حصہ عطا کر دیتے تھے۔

حضرت محمد بن ضحاک رحمۃ اللہ کی روایت کے مطابق حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کچھ اراضی الغابہ میں ہوا کرتی تھی جہاں ان کے غلام کام کیا کرتے تھے۔ اگر انہیں کسی وجہ سے اپنے غلاموں کو بلانا مقصود ہوتا تو وہ جبل سلع پر چڑھ کر ان کو پکارا کرتے تھے۔ الغابہ جبل سلع سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھا اور ان کے غلام اتنی دور سے اپنے آقا کی آواز سن لیتے تھے۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جہاد کی مہمات میں شرکت کے بعد فتح یاب لوٹتے تو مال غنیمت سے ان کو کافی کچھ دیا جاتا تھا۔ یوں اس مال غنیمت سے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس زر کثیر جمع ہو گیا تھا۔ ایسی ہی ایک مثال حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اگرچہ ہجرت سے پہلے بھی وہ مکہ کے متمول افراد میں شمار ہوتے تھے مگر مال غنیمت میں سے حاصل ہونے والی دولت نے انہیں امیر ترین بنا دیا تھا۔ انہوں نے الغابہ کی اراضی کا بہت سا حصہ مبلغ ایک لاکھ ستر ہزار دینار کے عوض خریدا۔ (بخاری شریف کی روایت میں رقم کا ذکر ہے مگر یہ واضح نہیں کہ یہ دینار تھے یا درہم) جب ان کی شہادت ہوئی تو اس وقت وہ اپنے ذمہ بہت سا قرض چھوڑ گئے جو کہ بائیس لاکھ سے بھی زیادہ تھا۔

ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے الغابہ کی کچھ اراضی اور ان کے چند مکانات (جو کہ زیادہ تر وادی العقیق میں واقع تھے) بیچ کر ان کا سارا قرض چکایا۔ اس کے باوجود جائیداد باقی تھی الغابہ میں ان کی جائیداد کے بعض حصے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، عمرو بن عثمان بن عفان، معاویہ بن سفیان اور ابن زمعہ رضی اللہ عنہم (ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) نے خریدے تھے۔ جس میں سے زیادہ تر قطعات اراضی حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے وکیل (اسٹیٹ منیجر) عبدالرحمٰن بن ابی جحش رضی اللہ عنہ کے ذریعے خریدے تھے۔

[1] الموطا امام مالک 236

الغابہ کا ایک منظر جہاں 1400 سال پہلے صدقات کے جانور چرتے تھے

مدینہ منورہ کی کھجور کی فضیلت اور اس کے باغات

مدینہ منورہ کے پھل، فروٹ اور ترکاری وغیرہ ہر چیز بابرکت ہے۔ کیونکہ میرے آقا ﷺ نے اس میں برکت کی دعائیں کی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ موسم کا پہلا پھل جب درخت سے توڑتے تو اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش فرماتے۔ آپ ﷺ اس کو ہاتھ میں لے کر اس میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرماتے کہ ''اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما'' اور پھر کسی چھوٹے بچے کو وہ پھل دے دیتے۔

پیارے نبی ﷺ کا کھجوروں کو بوسہ دینا

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ اس پھل کو آنکھوں سے لگاتے اور اسے بوسہ دیتے اور یوں دعا فرماتے کہ: اے اللہ! جس طرح آپ نے ہمیں پہلا پھل کھلایا اسی طرح اس کا آخر بھی کھلائیے۔ یعنی ان درختوں کو بار آور کیجئے، انہیں آفات اور خرابیوں سے محفوظ رکھیے اور آخری پھل تک کو ہمارے لیے کھانے کے قابل رکھیے۔

اہل علم نے یہ صراحت کی ہے کہ مدینہ منورہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی جو دعائیں ہیں وہ صرف آپ کی حیات مبارکہ تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ دعائیں قیامت تک کے لیے ہیں۔ لہٰذا ہر زمانہ کے لیے یہ نبوی دعائیں شامل ہیں۔ اس طرح مدینہ منورہ کا کوئی بھی پھل ہو وہ میرے آقا ﷺ کی دعا کی برکت سے بابرکت ہے۔

کھجور مدینہ منورہ کا خاص پھل ہے اور اس کے درخت یہاں زمانہ قدیم سے پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض روایات و آثار سے اندازہ ہوتا ہے، پچھلی کتابوں میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ اللہ کے آخری نبی جب مبعوث ہوں گے تو وہ ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے، جہاں بکثرت کھجور کے درخت ہوں گے۔

تاریخی روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے بہت پہلے ہی کھجور کے درخت دیکھ کر بعض یہود یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے کہ یہی جگہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہجرت گاہ ہو گی۔

الغرض مدینہ منورہ کے پھلوں میں خصوصیت کے ساتھ کھجور پھر اس میں بھی خاص طور پر عجوہ کھجور (جو کہ کھجور کی قسم ہے) کے بعض فضائل اور انوکھے فائدے صحیح احادیث میں بیان ہوئے ہیں، اگرچہ بعض اطباء نے طبی لحاظ سے کھجور کی افادیت اور اس کے خواص پر تحقیق کر کے اسے مفید قرار دیا ہے لیکن مدینہ منورہ کے کھجور کی افادیت کے سلسلے میں بعض اہل علم نے یہ صراحت کی کہ یہ کھجور کی ذاتی خاصیت سے بڑھ کر بلکہ اس سے ماوراء ہے۔ اس کی افادیت صرف میرے آقا ﷺ کی دعا کی برکت ہی سے ہے۔

مدینہ طیبہ کی کھجوریں

کھجوریں مدینہ طیبہ کا خصوصی میوہ اور مشہور پھل ہے، ساتھ ہی قدیمی بھی ہے اور ایسا پھل ہے جس کو کھا کر آدمی پیٹ بھر لیتا ہے۔ جن صحابہ کرام کے باغات تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے مدرسہ صفہ کے طلباء کے لیے کھجوروں کے خوشے لا کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ طلباء اس میں سے کھجوریں توڑ کر کھا کر پیٹ بھر لیا کرتے تھے۔

کھجور غذائیت سے بھرپور میوہ

پیارے نبی ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو اس گھر کے باشندے بھوکے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

وہ گھر والے بھوکے نہیں رہ سکتے جس میں کھجوریں ہوں۔

ان ارشادات نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ کھجور ایسا میوہ ہے جس میں غذائیت بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے قباء تشریف لائے تو آپ ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے میزبان کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے رطب کھجوروں (یعنی تازہ حلوہ جیسی نرم کھجوروں) کا خوشہ پیش کیا تھا۔ [1]

[1] نقش حیات، ج 1 ص 55

راہب کے پاس پہنچے، اس کے انتقال کے بعد شہر موصل میں دوسرے راہب کے پاس پہنچے۔ موصل کے راہب کے انتقال کے بعد نصیبین کے ایک اور پادری کے پاس پہنچے۔ نصیبین کے راہب نے اپنی وفات سے پہلے ایک اور راہب کا پتہ بتایا جو عموریہ میں مقیم تھا۔ عموریہ پہنچ کر اس راہب کے پاس زیادہ دن رہنے کا موقع نہ ملا، جب اس کا آخری وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اب کس راہب کے پاس جاؤں؟

اس نے جواب دیا: اب میرے علم میں ایسا کوئی راہب نہیں جس کے پاس جانے کا میں تمہیں مشورہ دوں۔ بس اب تم نبی کریم آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرو۔ ان کے تشریف لانے کا زمانہ قریب ہے، وہ دین ابراہیمی لے کر تشریف لائیں گے اور عرب میں ظاہر ہوں گے اور ایسے شہر کی طرف ہجرت کریں گے جس کے دونوں طرف پتھریلی زمین ہوگی اور وہاں کھجوروں کے باغ ہوں گے۔ [1]

ان دونوں واقعات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کھجوروں کا قدیمی مرکز رہا ہے۔

یہ محض میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا کرشمہ ہے کہ مدینہ شریف کے پھلوں میں کثرت و بہتات اور گوناگوں فوائد پائے جاتے ہیں۔ یوں تو یہ شہر یوم تاسیس سے ہی نخلستان وگلستان بن گیا تھا، مگر اس کے حسن ورعنائی کو اس مقدس دعا ’’ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ اَثْمَارِنَا ‘‘ نے دوبالا کر دیا۔ بالخصوص کھجور کی افزائش میں بے پناہ اضافہ ہوا جس سے دنیا جہاں کے لوگ استفادہ کرنے لگے۔ شافی مطلق نے جہاں اس کے پھلوں کو برکت کی فراوانی سے نوازا وہاں انہیں شفاء کی نعمت سے بھی بہرہ ور فرمایا۔

[1] تاریخ حرمین شریفین

معراج اور مدینہ کی کھجوریں

مدینہ کی کھجوروں کا قدیمی ہونے کا اندازہ مندرجہ ذیل دو واقعات سے کرلیں۔

1 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کے سفر پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنتی سواری براق پر تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے ایسی جگہ پہنچے جہاں کھجوروں کے باغات بکثرت تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہاں آپ سواری سے اتر کر نماز (نفل) پڑھیے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا: یہ جگہ یثرب (مدینہ) ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور مدینہ کی کھجوریں

2 مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے رہنے والے تھے، مجوسی باپ کے اکلوتے اور لاڈلے بیٹے تھے۔ آپ نے ڈھائی (250) سو اور بعض قول کے مطابق تین سو (300) سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں تلاش حق کے لیے کم وبیش دس بارہ لوگوں کے ہاتھ غلام بن کر فروخت ہوتا رہا۔ ہر کوئی فروخت کرتے وقت یہ کہہ کر فروخت کر دیتا کہ یہ غلام ہے۔ آپ فروخت ہو کر پہلے ملک شام کے ایک

کھجوروں کی 130 اقسام

زمانہ قدیم سے کھجوروں کی کاشت پر خصوصی توجہ دی جاتی رہی۔ اسی لیے اس شہر کی خصوصی پہچان کے طور پر اسے ارض نخل کہا گیا۔ یہاں کھجوروں کی بے شمار اقسام پائی جاتی ہیں۔ خلاصۃ الوفاء میں ایک سوتیس (130) اور تاریخ کبیر میں ایک سو انتالیس (139) قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ الشیخ محمد صالح البلیہشی نے موجودہ دور میں کھجوروں کی بائیس اقسام بیان کی ہیں۔

1 العنبرة
2 العجوة
3 السلبی
4 الصفاوی
5 الحلوه
6 البیض
7 الخشیمی
8 الشفره
9 روثانة المدینة
10 الربیعه
11 السویداء
12 السکریه
13 السبع
14 القنبر
15 الطبرجل
16 البرنجی
17 البطایه
18 روثانة الشرق
19 ام الخشب
20 بونه
21 ریاعی
22 شخل[1]

[1] المدینہ الیوم 126

مدینہ کی کھجور مارکیٹ

مدینہ منورہ میں کھجوریں کثرت سے ہوتی ہیں بلکہ مدینہ منورہ کے اسماء مبارکہ میں ایک اسم مبارک ''ذات النخل'' بھی ہے۔ یعنی کھجوروں والی بستی، مدینہ منورہ میں بے شمار اقسام کی کھجوریں پائی جاتی ہیں، جن میں سرفہرست عجوہ، برنی، عنبر اور صیحانی ہیں۔

مدینہ طیبہ آج بھی کھجور کی منڈی و مارکیٹ ہے اور ایک سے ایک اعلیٰ کھجور ملتی ہے۔ بعض قسم کی کھجوریں تو ایسی ہیں کہ مدینہ کے علاوہ کہیں ملتی ہی نہیں، اور ساٹھ، ستر بلکہ سو ریال کلو تک ملتی ہیں۔

محبوب ترین کھجور عجوہ ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا کَانَ اَحَبُّ التَّمْرِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْوَۃَ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عجوہ کھجور پسند تھی۔

عجوہ کھجور جنت کا پھل ہے

عجوہ مدینہ منورہ کی سب سے قیمتی کھجور ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْکَمْاَۃَ دَوَاءُ الْعَیْنِ وَالْعَجْوَۃَ مِنْ فَاکِھَۃِ الْجَنَّۃِ وَھُوَ مِمَّا غَرَسَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ [2]

یقین کرلو کہ کھمبی آنکھوں کی دوا ہے اور عجوہ کھجور جنت کا پھل ہے اور اس کا پودا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یَاعَائِشَۃُ اِذَا جَاءَ الرُّطَبُ فَھَنِّئِیْنِیْ

"اے عائشہ!
جب رطب (تازہ کھجور) آجائے
تو ہم کو مبارکباد دینا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ طاق عدد (3، 5، 7) میں کھجور تناول فرمایا کرتے تھے۔

زمین پر تین چیزیں جنت کی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

لَیْسَ مِنَ الْجَنَّۃِ فِی الْاَرْضِ شَیْءٌ اِلَّا ثَلَاثَۃَ اَشْیَاءَ، غَرْسُ الْعَجْوَۃِ، وَالْحَجَرُ، وَاَوَاقٍ تَنْزِلُ فِی الْفُرَاتِ کُلَّ یَوْمٍ بَرَکَۃً مِنَ الْجَنَّۃِ [3]

زمین پر جنت کی چیزوں میں سے تین چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں۔

1. عجوہ کھجور کا پودا (درخت)
2. حجر اسود
3. اور وہ برکت کی مقدار کثیر جو روزانہ جنت سے دریائے فرات پر اترتی ہے۔ [4]

---

1. ابن حبان بحوالہ خلاصۃ الوفاء ص30
2. خلاصۃ الوفاء، ص 29
3. کنز العمال ص 216 ج 12
4. مظاہر حق، جدید ص 95، ج 4

عجوہ کا درخت پیارے نبی ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگایا

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عجوہ صیحانی کھجور سے بڑی ہے۔اس کا درخت خود پیارے نبی ﷺ نے اپنے دست اطہر سے لگایا تھا:

ضَرْبٌ مِنَ التَّمْرِ اَكْبَرُ مِنَ الصَّيْحَانِيِّ وَهُوَ مِمَّا غَرَسَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فِي الْمَدِيْنَةِ [1]

عجوہ کھجور زہر اور جادو کا علاج ہے

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ دونوں نے روایت کی ہے۔

مَنْ يُصْبِحُ بِسَبْعِ تَمَرَاتِ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ [2]

''جو شخص صبح کے وقت سات عدد عجوہ کھجور کھا لے اسے اس دن کسی قسم کا زہر اور جادو اثر نہیں کرے گا۔''

مدینہ کی کھجور میں شفاء ہے

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عالیہ (مدینہ منورہ کا وہ حصہ جو نجد کی طرف واقع ہے، جس کی حدود تین سے آٹھ میل تک ہیں) کی عجوہ کھجور صبح نہار منہ کھانا باعث شفاء موجب تریاق ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 676ھ/ 1277ء فرماتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ کا عجوہ کھجور کو دوسری تمام اقسام پر فضیلت دینا اور پھر سات کے عدد کے ساتھ مخصوص فرمانا، یہ امور اسرار میں سے ہیں جن کی حکمت ہماری سمجھ سے باہر ہے لیکن آپ ﷺ کے ارشاد پر ایمان لانا لازم ہے اور یہی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ عجوہ ہی کو برتری اور فضیلت حاصل ہے اور اس میں ضرور کوئی حکمت کارفرما ہے۔

سات عدد عجوہ کھجور کھانے کی حکمت

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتِ عَجْوَةً مَابَيْنَ لَابَتِيِ الْمَدِيْنَةِ عَلَى الرِّيْقِ، لَمْ يَضُرَّهُ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ شَيْءٌ حَتّٰى يُمْسِيَ قَالَ فُلَيْحٌ وَاَظُنُّهٗ قَالَ وَاِنْ اَكَلَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ حَتّٰى يُصْبِحَ [3]

جو مدینہ کے دو اطراف کے درمیان کی سات عجوہ کھجور صبح نہار منہ کھا لے تو اس دن شام ہونے تک کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچائے گی (حدیث کے ایک راوی) فلیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ (میرے شیخ نے روایت کرتے ہوئے) یہ بھی کہا تھا اور اگر شام میں اسے کھا لے تو صبح ہونے تک کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔

1. فیض القدیر ص 495، ج 4 تحت رقم الحدیث 5678
2. خلاصة الوفاء ص 29
3. مجمع الزوائد 52/5 کتاب الاطعمة

ان احادیث کو سامنے رکھ کر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مدینہ منورہ کی ہر کھجور میں برکت اور شفاء ہے، اگر یہ کھجور، عجوہ ہو اور عجوہ بھی اگر عوالی مدینہ کی ہو تو زہر اور سحر (جادو) کا تریاق ہونے میں یہ زیادہ مفید ہے، اسی طرح صبح نہار منہ کھانے کا اہتمام اور سات عدد کی رعایت بھی احادیث کی روشنی میں اہم ہے چاہے، اس کی حکمت اور اس میں پنہاں اسرار و رموز تک ہماری رسائی نہ ہو سکے، ان احادیث کی شرح کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ان احادیث میں مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور کی فضیلت اور اس میں سے صبح سات عدد کھانے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، مدینہ کی دوسری کھجور کے مقابلے میں عجوہ کو خاص کرنا اسی طرح سات عدد کی قید ان امور میں سے ہے جس کو شارع (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے اور ہم اس کی حکمت نہیں جانتے۔ لہٰذا اس پر ایمان لے آنا، اس کی فضیلت اور اس میں حکمت و مصلحت کا اعتقاد رکھنا ہی ضروری ہے، یہ نمازوں کی تعداد اور نصاب زکوٰۃ کی مقدار وغیرہ کی طرح ہے، اس حدیث کے سلسلے میں یہی بات صحیح و درست ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سات کے عدد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کی دوسرے اعداد کے مقابلے میں بہرحال خاصیت ہے۔ اللہ نے آسمان و زمین سات بنائے، دن سات رکھے، انسان کی تخلیق سات مختلف مراحل میں ہوئی، عبادات میں طواف وسعی کے چکر سات ہیں، جمرات پر سات سات کنکریاں مارنی ہیں وغیرہ۔ لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کوئی خاصیت ضرور ہے، پھر آگے لکھتے ہیں۔ مدینہ کی خاص طور پر سات عدد کھجور کا زہر اور سحر کے لیے رکاوٹ ہونا ایسی خاصیت ہے کہ اگر بقراط و جالینوس جیسا کوئی حکیم کہے تو حکماء اس پر یقین کرلیں۔ جبکہ اس کی بات اور رائے کی بنیاد ظن وتخمین یا تجربہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس جس کی بات وحی کی بنیاد پر ہو اور ساری بات یقینی اور قطعی ہو تو اس کی باتیں زیادہ حقدار ہیں کہ وہ بغیر کسی اعتراض اور چوں و چرا کے تسلیم کرلی جائیں۔

دیگر امراض میں عجوہ سے علاج

احادیث سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور زہر کا تریاق اور سحر سے حفاظت میں مفید ہے، وہیں بعض احادیث سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ یہ دیگر مختلف امراض میں بھی مفید ہے بلکہ اس میں مطلقاً شفاء کا پہلو ہے اور یہ نبوی دعا کی برکت سے ہر بیماری میں فائدہ مند ہوسکتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں (صحیح سند سے) منقول ہے کہ وہ سر چکرانے یا سر درد کی شکایت والے کو سات دن نہار منہ سات عدد عجوہ کھجور کھانے کا حکم دیتی تھیں۔

نہار منہ کھجور کھانے سے پیٹ کے امراض سے شفاء

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُوا التَّمرَ عَلَى الرِّيقِ فَإِنَّهُ يُقتِلُ الدُّودَ

''نہار منہ کھجوریں کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔''

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور انتہائی مفید، لذیذ، مقوی اور پسندیدہ ہے اور یہ پیٹ کے کیڑوں کی قاتل ہے۔ [1]

طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کے مریضوں کیلئے ایک بہترین نسخہ

عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا فِي فُؤَادِي وَقَالَ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْؤُودٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كِلْدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَاْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهِنَّ ثُمَّ لِيَلُدُّكَ بِهِنَّ [2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید بیمار پڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا اور اتنی دیر تک رکھا کہ میں نے اپنے قلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی خنکی (ٹھنڈک) محسوس کی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو قلب کی شکایت ہے قبیلہ بنو ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جاکر اپنا علاج کرواؤ وہ علاج کرتا ہے۔ پس اسے چاہیے کہ مدینہ طیبہ کی سات عجوہ کھجوریں لے کر اور ان کو گٹھلیوں سمیت پیس لے اور ان کا مالیدہ سا بنا کر تمہارے منہ میں ڈالے۔

عجوہ میں جنون سے شفا ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ الْجَنَّةِ [3]

''محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عجوہ جنت سے ہے اور اس میں جنون سے شفا ہے۔''

1. فتح الباری ج 10 :240
2. رواہ ابوداؤد، کتاب الطب، باب تمرۃ العجوۃ، ترجمان السنۃ ص 135 ج 4
3. ابن ماجۃ، ابواب الطب، باب الکماۃ والعجوۃ

صیحانی کھجور نے پیارے نبی ﷺ کی رسالت کی گواہی دی

مدینہ منورہ کی بے شمار اقسام کی کھجوروں میں سے صیحانی کھجور بھی مشہور ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِي بَعْضِ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ وَيَدُ عَلِيٍّ فِي يَدِهٖ قَالَ فَمَرَرْنَا بِنَخْلٍ فَصَاحَ النَّخْلُ هٰذَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْاَنْبِيَاءِ وَهٰذَا عَلِيٌّ سَيِّدُ الْاَوْلِيَاءِ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ لَهٗ سَمِّهِ الصَّيْحَانِيَّ [1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن پیارے نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ فرمایا: ہم ایک کھجور کے درخت کے قریب سے گزرے تو کھجور کے درخت نے چیخ کر کہا کہ یہ محمد سید الانبیاء ہیں اور یہ سید الاولیاء علی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب پلٹ کر دیکھا اور فرمایا کہ اس کا نام صیحانی رکھ دو۔

آج تک یہ کھجور صیحانی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کھجور کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا نام سید الانبیاء ﷺ نے تجویز فرمایا اور سید الاولیاء علی رضی اللہ عنہ نے اس کا اعلان فرمایا تھا۔

صیحانی ایسی عدیم النظیر کھجور ہے کہ مدینہ منورہ کے سوا دنیا کے کسی شہر میں اس کی پیداوار نہیں ہوتی۔ [2]

کھجوروں میں سے بہتر کھجور برنی کھجور ہے

مدینہ منورہ کی کھجوروں میں ایک مشہور قسم برنی بھی ہے۔ جان دو عالم ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

خَيْرُ تَمْرِكُمُ الْبَرْنِيُّ يُخْرِجُ الدَّاءَ وَلَا دَاءَ فِيْهِ [3]

تمہاری کھجوروں میں بہتر کھجور برنی ہے۔ یہ مرض کو دور کرتی ہے۔ اس میں کوئی مرض نہیں۔

عجوہ اور صخرہ دونوں جنت کی کھجور ہیں

مدینہ منورہ کی کھجوروں میں صخرہ بھی ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَجْوَةُ وَالصَّخْرَةُ مِنَ الْجَنَّةِ

عجوہ اور صخرہ دونوں جنت کی کھجوروں میں سے ہیں۔ [4]

1. خلاصة الوفاء ص 30
2. آثار البلاد واخبار العباد 107
3. خلاصة الوفاء ص 30
4. ابن ماجه شريف 7347

مسجد نبوی ﷺ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کھجور کا درخت

حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے جب پہلے پہل قباء میں وارد ہوئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے ام جروان (ہلیہ) کھجور کا خوشہ پیش کیا تھا۔ وہ زمانہ تازہ کھجوروں کا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی تھی۔ (نقش حیات ج 1 ص 67)

مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں موجود کھجور کا درخت

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ 1318ھ تک مسجد نبوی شریف کے صحن میں بھی کھجور کا درخت موجود تھا جس کی کھجوریں انتہائی تبرک کے طور پر حاصل کی جاتی تھی۔ ان کھجوروں کو بطور تبرک ہر بادشاہ و امراء کو پیش کیا جاتا تھا مگر پھر سعودی تعمیر مسجد میں یہ متبرک درخت کاٹ دیا گیا۔ (نقش حیات ج 102:1)

کھجوروں کو کیڑا لگنے سے محفوظ رکھنے کا طریقہ

مدینہ منورہ کی کھجوروں کو مدت تک محفوظ رکھنے کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان کو محفوظ رکھنے کے لیے مٹی کے مٹکے استعمال کیے جاتے ہیں مگر یہ اتنے زیادہ مضبوط اور کارآمد نہیں ہوتے، البتہ افریقہ کے شمال مغربی حصے میں نہایت مضبوط اور چھوٹے منہ والے مٹکے بنتے ہیں۔ وہی مدینہ منورہ میں زیادہ تر استعمال کیے جاتے ہیں۔ کھجوروں کی جن اقسام کو کیڑا لگ جانے کا خوف زیادہ ہوتا ہے وہ کھجوریں ان مٹکوں میں بھر کر خوب دبا دی جاتی ہے۔ پھر ان پر ام جروان (ہلیہ) کھجور بھر کر نمک بھر دیا جاتا ہے۔ پھر مٹکوں کا منہ مٹی سے بند کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کھجوریں سال سال دو دو سال تک بالکل محفوظ رہتی ہیں اور انہیں کیڑا نہیں لگتا۔ [1]

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تین کھجوروں کے 72 حصے کر کے تقسیم فرمادیے

شیخ موصوف حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خطیب زمان حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حجرہ مطہرہ کا غبار اور مسجد نبوی کی تین کھجوریں پیش کیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غبار روضہ انور کو سرمہ میں ڈال لیا اور وہ سرمہ روزانہ استعمال فرماتے تھے اور تین کھجوروں کے تقریباً 72 حصے کر کے تقسیم فرما دیے۔ مدینہ منورہ کی کھجوریں جو تقسیم کی گئیں ان کے متعلق ہدایت فرمائی کہ ان کی گٹھلیاں پھینکی نہیں جائیں۔ ان کو ہاون دستہ میں پسوا کر رکھ لیا اور روزانہ اس میں سے تھوڑا سا پھانک لیا کرتے تھے۔ [2]

[1] نقش حیات ج 1

[2] نقش حیات ج 1 : 67

مدینہ منورہ کی کھجور مارکیٹ
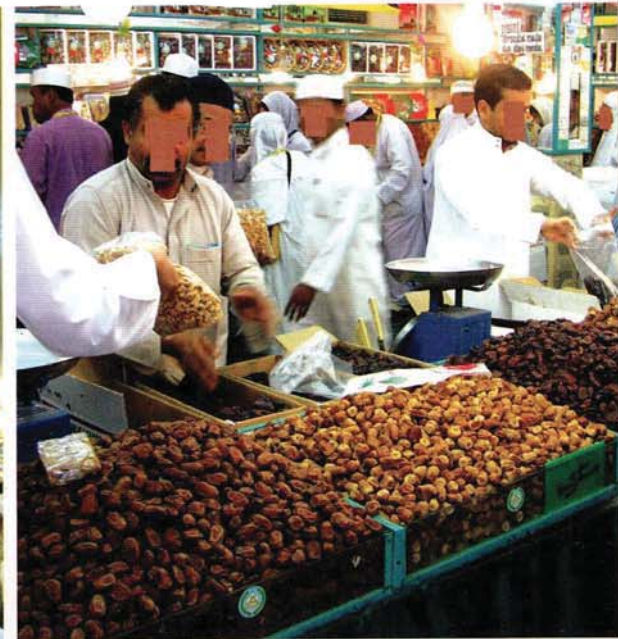
مدینہ منورہ کی مبارک کھجوریں

مدینہ منورہ کی بادام پستہ اور چاکلیٹ والی کھجوریں

مدینہ کی کھجوروں سے بنے بسکٹ

مدینہ کی کھجوروں سے بنی مٹھائی اور کیک
tmreya

مدنیہ طیبہ کی سبزیاں

مدینہ منورہ کی سبزی منڈی میں چلے جاؤ تو طرح طرح کی سبزیاں نظر آتی ہیں۔ کہیں شلجم، کہیں پالک، کہیں گاجر مولی، ایک دکان پر سفید بینگن ایسے رکھے ہوئے نظر آئے جیسے انڈے، دل نے چاہا دیکھتے ہی رہوں۔

مدینہ کی لوکی

حدیث میں ہے کہ لوکی حضور نبی کریم ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ

''جناب رسول اللہ ﷺ کدو (لوکی) کو بہت پسند فرماتے تھے۔''

محبوب خدا ﷺ سالن میں سے اس کے ٹکڑے چُن چُن کر کھایا کرتے تھے اور بازار سے خرید کر اپنے کندھے پر رکھ کر لایا کرتے تھے۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں بڑے بڑے اور وزنی کدو ہوتے ہیں۔ لوکی کو کدو اور ہرا گھیا بھی کہتے ہیں۔

مدینہ کا پودینہ

مدینہ منورہ کا پودینہ ایسا خوشبودار ہوتا ہے کہ ساری مارکیٹ خوشبو سے مہک رہی ہوتی ہے۔ ہمارے ایک ساتھی پاکستان لانے کے لیے تر پودینہ خرید لائے اور خشک کرکے اپنے سامان میں پیک کرلیا۔ اس کے باوجود اس کی خوشبو سے سارا کمرہ مہکتا رہتا تھا۔ ملنے جلنے والے آتے تو کہتے کہ پودینہ کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ سلیمانی چائے میں دو پتے ڈال کر پیو تو چائے خوشبودار اور پیٹ کے لیے مفید ہوتی ہے۔ پاکستان لاکر رکھ لیں اور وقت ضرورت سالن میں ڈالیں تو سالن لذیذ، سلیمانی چائے میں ڈالیں تو چائے لذیذ، خوشبودار اور مفید ثابت ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں دو قسم کا پودینہ ہوتا ہے۔ ایک چھوٹے پتے والا، دوسرا بڑے پتے والا، چھوٹے پتے والے میں خوشبو بہت ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ کے انگور

آدمی اگر مسجد قبا پیدل نکل جائے تو راستہ میں ہرے بھرے باغات نظر آئیں گے۔ ان باغات میں لکڑی کے بنے ہوئے مچانوں پر انگور کی بیلیں پھیلی ہوئی نظر آئیں گی۔ ان بیلوں میں انگور کے خوشے لٹکے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان خوشوں کو دیکھ کر آدمی کا دل للچانے لگتا ہے کہ توڑ کر کھالیں۔ مگر ایسے توڑ کر کھانا چوری ہے۔ اگر بہت ہی دل چاہے تو بازار سے خرید کر کھالیں۔ چھوٹا بڑا دونوں قسم کا انگور عام طور پر پانچ ریال کا کلو مل جاتا ہے۔ بڑا میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے، موسمی میوہ ہے۔

مدینہ منورہ اور طائف کا انار

انار بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور صحت کے لئے بڑا مفید ہوتا ہے خون کو بڑھاتا ہے اور طائف کا انار تو مشہور ہے، اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ایک انار کے عرق سے گلاس بھر جاتا ہے۔ بڑا شیریں

ہوتا ہے، اسی طرح مدینہ منورہ کا انار بھی بڑا ہی لذیذ، شیریں اور میٹھا ہوتا ہے مدینہ منورہ کا انار بڑا خوبصورت بھی ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ کی سبزیاں اور پھل فروٹ کے بیان کے بعد اب مدینہ طیبہ کی مٹی کی تاثیر اور فضیلت پڑھیے۔ کیونکہ یہ سبزیاں وغیرہ سب وہاں کی مٹی سے پیدا ہوتی ہیں۔

1 مدینہ منورہ کی مٹی باعث برکت ہے! مقام خاک شفا

مدینہ منورہ کو طابہ اور طیبہ کہا گیا ہے، جس کے معنی میں طہارت و پاکیزگی کا مفہوم شامل ہے۔ گزشتہ صفحات میں مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت بھی گزری کہ یہ اپنے اندر سے خبیث چیز کو نکال دے گی اور پاکیزہ کو باقی رکھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اسی طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مدینہ طیبہ سے اور یہاں کی ہر چیز سے خاص تعلق تھا اور بہت زیادہ محبت تھی۔ چنانچہ سرکار دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ کے لئے بڑی دعائیں کی ہیں خاص کر مدینہ شریف میں رہنے والوں کے لئے اور مدینہ منورہ میں برکت کے لئے اس طرح دعا کی جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے مکہ مکرمہ کے لئے کی تھی۔

بہرحال احادیث کے مجموعہ سے یہ بات باآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی نہایت پاکیزہ اور بابرکت مٹی ہے۔ اس کی تحقیر اور بے حرمتی کسی طرح درست نہیں بلکہ امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس شخص کو قید کرنے اور تیس کوڑے لگانے کا فتویٰ دیا۔ جس نے یہ کہا کہ:

تُرْبَةُ الْمَدِيْنَةِ رَدِيْئَةٌ

ترجمہ: ''مدینہ کی مٹی بے کار ہے۔''

اسی طرح انہی حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہ سے منقول ہے کہ:

مَا أَحْوَجَهُ إِلَى ضَرْبِ عُنُقِهِ، تُرْبَةٌ دُفِنَ فِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعَمُ أَنَّهَا غَيْرُ طَيِّبَةٍ [1]

ترجمہ: ''وہ شخص گردن اڑائے جانے کا زیادہ حقدار ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ جس مٹی میں میرے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دفن کیے گئے وہ پاکیزہ نہیں''۔

مدینہ منورہ کی مٹی میں ہر بیماری سے شفا ہے

بعض احادیث میں صراحتاً خاک طیبہ کی (مدینہ طیبہ کی مٹی کی) فضیلت بیان ہوئی ہے اور اسے مختلف بیماریوں سے بلکہ ہر بیماری سے شفا کہا گیا ہے۔ اگرچہ یہ روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔ تاہم اس حوالے سے صحیح ترین روایات اس طرح ملتی ہیں کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا، اسے کوئی زخم یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو اس پر دم کرتے ہوئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنا لعاب دہن شہادت کی انگلی پر لگاتے، پھر انگلی زمین پر رکھتے (تاکہ تر انگلی پر کچھ مٹی لگ جائے) پھر اس انگلی کو درد اور تکلیف کی جگہ پر پھیرتے ہوئے یوں کہتے:

بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى سَقِيْمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا [2]

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے بعض کے لعاب سے ہمارا بیمار شفا پاتا ہے، ہمارے رب کے حکم سے۔''

1. وفاء الوفاء 70/1، نیز دیکھئے تاریخ المدینۃ لقطب الدین الحنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ: 43
2. بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حدیث 5745

حدود حرم کی نشاندہی کے لئے لگایا ہوا کتبہ

مٹی اور لعاب دہن کی کیا خاصیت ہے؟

مٹی اور لعاب دہن میں کیا خاصیت ہے کہ اس سے تکلیف دور ہوجاتی ہے، زخم ٹھیک ہوجاتا ہے اور مریض صحت یاب ہوجاتا ہے؟ اس سلسلے میں بعض اہل علم نے مٹی اور لعاب کے خواص اور ان کی تاثیر پر بھی روشنی ڈالی ہے اور امام تور بشتی رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی اور لعاب دہن کے اجتماع کی یہ حکمت بیان کی کہ مٹی سے گویا فطرت آدم کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر مٹی سے پیدا ہوئے اور لعاب سے نطفہ کی طرف اشارہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان حال سے تضرع کے ساتھ یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! مٹی اور حقیر پانی سے آپ انسان کو وجود بخش سکتے ہیں تو اسی انسان کو مٹی اور پانی سے شفا بھی دے سکتے ہیں، یہ آپ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ [1]

تُرْبَةُ اَرْضِنَا (ہماری زمین کی مٹی) سے کیا مراد ہے؟

اس دعا اور رقیہ شرعی (شرعی جھاڑ پھونک اور دم) میں ''تُرْبَةُ اَرْضِنَا'' (ہماری زمین کی مٹی) سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں اہل علم سے دو قول منقول ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

جمہور علماء نے کہا ہے کہ ہماری زمین سے یہاں تمام زمین مراد ہے اور البتہ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ خاص طور پر مدینہ طیبہ کی زمین مراد ہے، اس کی برکت کی وجہ سے۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مٹی میں ایسی تاثیر اور خاصیت پائی جاتی ہے جو بسا اوقات بہت سی دواؤں سے زیادہ فائدہ پہنچا دیتی اور اس کے ذریعہ پرانے امراض بھی دور ہوجاتے ہیں۔

پھر حکیم جالینوس کے بعض اقوال اور تجربات بیان کرنے کے بعد حافظ حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب ان مٹیوں میں یہ تاثیر ہو تو کیا خیال ہے اس مٹی کے بارے میں جو روئے زمین کی سب سے زیادہ پاکیزہ اور بابرکت مٹی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب بھی شامل ہوگیا ہو اور آپ کے رقیہ (دم اور جھاڑ پھونک) میں پروردگار کا نام بھی ہو اور (اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے) معاملہ اس کے حوالے کردیا جائے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا اور وادی بطحاء کی مٹی ایک پیالے میں ڈالی اور پھر پانی ڈال کر بیمار پہ چھینٹے مارے۔

1. فتح الباری 208/10، کتاب الطب، باب رقیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
2. دیکھئے مسلم بشرح النووی رحمۃ اللہ علیہ 184/14

خاک شفاو الا مقام اور کھجور کے درخت

مدینہ منورہ کی صعیب نامی جگہ کی مٹی میں بھی شفا ہے

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبیلہ بنوالحارث کے پاس گئے، وہ لوگ بیمار تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا حال ہے؟

کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! ہم لوگ بخار میں مبتلا ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس تو صعیب موجود ہے (یہ مدینہ کی ایک خاص جگہ کا نام ہے جو وادی بطحاء میں ہے)۔

انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! صعیب کو کیا کریں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ کی مٹی لے کر پانی میں ڈالو پھر اس پر یہ دعا پڑھ کر لب ڈالو:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرَابُ اَرْضِنَا بِرِيْقِ بَعْضِنَا شِفَاءً لِمَرِيْضِنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا

ان حضرات نے اس کا استعمال کیا اور اللہ کے فضل سے بخار جاتا رہا۔

اس قصہ کو نقل کرنے والے ایک راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کے اس جگہ سے مٹی اٹھانے کی وجہ سے وہاں گڑھا بھی پڑ گیا۔ بہت سے لوگوں نے اس کا تجربہ کیا۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ ابھی تک موجود ہے۔ لوگ اس کی مٹی بیماروں کے واسطے لاتے ہیں۔

مدینہ منورہ کا غبار کوڑھ کی بیماری کے لیے شفا ہے

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا غبار کوڑھ کی بیماری کے لیے شفا ہے۔ [1]

اس ناکارہ کا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی اس دعا کے ساتھ طاعون کی گلٹی تک کے لیے بھی نافع ہے اور وفاء الوفاء میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے۔ [2]

[1] زرقانی [2] فضائل حج، ص 200

مقام خاک شفا:

وادی بطحان میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کے قریب ہی وہ مقام ہے جو کہ خاک شفا کے نام سے مشہور ہے صدیوں سے لوگ اس جگہ کی مٹی سے جلد کی بیماریوں کا علاج کرتے تھے حتیٰ کہ کثرت سے مٹی لینے کی وجہ سے اس جگہ گڑھا بن گیا تو حکومت نے پتھر وغیرہ ڈال کر اس جگہ پر سڑک بنا دی اس طرح یہ مقام سڑک کی نذر ہو گیا۔ ہم نے اس مقام کے اطراف کی کچھ تصاویر کو اس کتاب میں شامل کیا ہے جس سے اس مقام کو دیکھا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانے میں خاک شفا والا میدان ختم کر دیا ہے۔ وہاں اب پتھر وغیرہ ڈال کر گڑھے کی جگہ زمین کے بالکل برابر کر دی گئی ہے اور کچی سڑک کی شکل بنا کر اس خاک کو چھپا دیا گیا ہے جو ہزاروں لا علاج مریضوں کے لیے شفاء کا ذریعہ بنتی۔ [1]

مدینہ منورہ میں ایک مخصوص جگہ ہے جس کا نام ''وادی بطحاء'' ہے جو قباء کے راستہ میں ہے۔ ٹیکسی والے جانتے ہیں، ان سے صرف یہ کہہ دیا جائے کہ خاک شفا میدان جانا ہے تو لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی میں تاثیر رکھی ہے۔

آج کل بہت سے چالاک لوگ چھوٹی چھوٹی مٹی کی ٹکیہ بنا کر خاک شفاء کے نام سے فروخت کرتے ہیں۔ یہ دھوکہ ہے۔ اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ آگ کی راکھ ہوتی ہے۔

یہ تو وادی بطحاء کی مٹی کی تاثیر ہے۔ ویسے مدینہ کے گرد وغبار کے متعلق بھی احادیث میں ہے کہ مدینہ کا گرد وغبار بھی ہر بیماری کے لیے شفا کا باعث ہے، (مگر یہ سب اعتقاد پر منحصر ہے) اعتقاد نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ نہ کوئی طبی چیز ہے نہ عقلی۔ [2]

[1] خلاصة الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، تاریخ المدینة المنورة، ص 71 بتغییر
[2] فضائل حج

مقام بئر اریس! 1400 سال قبل اس فوارہ کی جگہ پر بئر اریس نامی کنواں ہوا کرتا تھا۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مجلسیں لگا کرتی تھیں، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں سے پانی پیتے تھے

حضور اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ کی گرد وغبار اور مٹی سے انس و پیار تھا

مصنف ''تاریخ مدینۃ المنورہ'' لکھتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ کو مدینہ طیبہ کے گرد وغبار اور خاک پاک سے اس قدر انس و پیار تھا اور اس کی عزت وعظمت آپ ﷺ کے قلب اطہر میں اتنی زیادہ تھی کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر گرد وغبار پڑ جاتا تو اسے صاف نہیں فرمایا کرتے تھے۔

اس سے آگے اور لکھتے ہیں:

''اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص اپنا چہرہ یا سر کو غبار سے چھپاتا تو آپ ﷺ اس کو اس فعل سے منع فرماتے اور یہ مژدہ جاں فزا سناتے کہ مدینہ طیبہ کی خاک میں شفاء ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان ذیشان تھا کہ خاک مدینہ ہر مرض کے لیے شفاء ہے، یہاں تک کہ جذام اور برص (جیسے موذی مرض) کے لیے بھی۔ [1]

مختصر یہ کہ مدینہ منورہ کی ہر چیز پیاری اور بابرکت ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ حضور نبی کریم سرور عالم ﷺ کو مدینہ کی خاک سے اور وہاں کے درو دیوار تک سے محبت تھی۔ جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی سواری کو تیز کر دیتے تھے اور موسم وفصل کا کوئی نیا پھل آتا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کو آنکھوں سے لگاتے اور اس کو چومتے۔ [2]

1. (تاریخ المدینۃ المنورہ، مصنف مولانا عبد المعبود صاحب مدظلہم، طبع اول ص 59 بحوالہ جمع الفوائد)
2. (جذب القلوب 269)

تراب مدینہ سے شفاء کے واقعات

ویسے تو ''وفاء الوفاء'' اور ''جذب القلوب'' میں تراب مدینہ سے شفاء کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں، مگر ہم اپنے بزرگوں کے صرف دو واقعات بیان کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر 1: مدینہ منورہ کی مٹی سے مثالی محبت

مصنف ''زیارۃ الحرمین'' مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''تذکرۃ الخلیل'' میں لکھتے ہیں۔

''شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بذل المجھود) کو مدینہ کی ہر چیز پیاری تھی او رزائرین کو ابیار سبعہ (یعنی مدینہ کے سات کنوؤں) کا پانی اور تراب مدینہ (خاک شفاء) ساتھ لے جانے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس میں شفاء ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے تھے کہ مٹی کھانا نہیں، کیونکہ ناجائز ہے۔''

آگے مصنف ''زیارۃ الحرمین'' اپنے ایک عزیز کا ایک مہلک بیماری سے تراب مدینہ سے شفایاب ہونے کا واقعہ لکھتے ہیں:

ایک سفر حج میں میرے چچا بھی رفیق سفر تھے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر وہ منہ اور ورم چہرہ (یعنی لقوہ جیسی) بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ طبیب نے حرکت کرنا اور ہوا لگنا سخت مضر بتلایا، اسی حالت میں قافلہ کی روانگی کا وقت آ گیا، چچا بزرگوار مُصر تھے کہ میں قافلہ کے ساتھ ہی روانہ ہوں گا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے سخت ہدایت کی کہ منہ پر ہمہ وقت روئی لپٹی رہے اور ہوا نہ لگے ورنہ جان کا خطرہ ہے۔

یہ بڑی پریشانی کی بات تھی، آدمی کو گھر پر تو علاج کی سہولت ہوتی ہے مگر سفر میں علاج بڑا مشکل ہوتا ہے اور سفر میں اپنے آپ کو سنبھالنا ہی مشکل ہوتا ہے چہ جائیکہ مریض کو سنبھالنا۔ مجبوراً اپنے شیخ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: بھئی اللہ کی مشیت میں کسی کا چارہ نہیں اور غیب کی خبر کسی کو نہیں کہ کیا ہونا ہے۔ ہاں اس کی مجھے بھی فکر ہے کہ سفر میں ہوا سے بچنا بہت مشکل ہے اور تیمارداری اس سے بھی زیادہ مشکل، مگر گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ سب آسان فرمائے گا اور فرمایا: روضہ اقدس کی مٹی لے لو اور وہ منہ پر ملو۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: حضرت! وہاں مٹی کہاں سے آئی۔ فرمایا: قالین کے نیچے جو بھی گرد وغبار ہو وہ مل لیجیے۔ مولانا نے اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق ایسا ہی کیا اور نماز ظہر سے فارغ ہو کر مٹی حاصل کی اور چچا کے چہرہ پر مل کر روئی لپیٹ دی، رات کو عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب گھر آئے تو چچا کو بہت مسرور (خوش) پایا۔

فرمانے لگے: ذرا میرا منہ کھول کر دیکھو تو سہی، مجھے یوں لگتا ہے کہ آدھا مرض تو ختم ہوگیا ہے، نہ وہ سوزش ہے اور نہ کرب۔ اس تراب مدینہ نے تو اکسیر سے زیادہ کام کیا ہے۔ دوسری دفعہ اس مقدس مٹی کے استعمال سے شافی مطلق نے کلیۃً شفاء عنایت فرمادی۔

یہ واقعہ ہم نے یہاں اس لیے بیان کیا کہ لوگ پڑھ کر اندازہ کریں کہ علمائے دیوبند جن کو دشمن بے ادب اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر کہتے ہیں اندازہ کریں کہ ان حضرات کے دلوں میں نہ صرف یہ کہ مدینہ کا بلکہ وہاں کی مٹی تک کا ادب ہے۔

(تذکرۃ الخلیل، ص 369 مطبوعہ انڈیا)

20 انمول خوبصورت نادر تصویری البم کا یادگار تحفہ